جوشش عظیم آبادی

دیوان جوشش مرتبہ قاضی عبد الودود

سلسلۂ مطبوعات نمبر ۱۴۷

دیوانِ جوشش

مرتّبہ

قاضی عبدالودود صاحب

شائع کردہ

انجمن ترقّیِ اُردو (ہند)، دہلی

سنہ ۱۹۴۱ء

سلسلۂ مطبوعات نمبر ۱۴۷

دیوانِ جوشش

مرتّبہ

قاضی عبدالودود صاحب

شائع کردہ

انجمن ترقّیِ اُردو (ہند) دہلی

۱۹۴۱ء

فہرست

عرضِ حال

جوشش عظیم آباد کے مایۂ ناز شاعروں میں ہیں، ہم عصر تذکرہ نگاران کی استادی کے قائل ہیں، اور شیفتہ سا مشکل پسند نقادان کی نغز گوئی کا معترف ہی، لیکن قبولِ عام اور چیز ہی شہرت نہ پائی۔ خود کہتے ہیں:۔

"بہ ایں فصاحت وخوبی جہاں میں اے جوشش ہمارے شعر نے پایا نہ اشتہار افسوس"

انجمنِ ترقی اُردو ہند کا اہلِ بہار پر خاص احسان ہی کہ دیوانِ جوشش کو اپنے سلسلۂ مطبوعات میں شامل کر کے منظرِ عام پر لا رہی ہی۔

دیوان کا قلمی نسخہ جناب عبدالرشید صاحب نیموی سے مستعار ملا ہی۔ مرتّب اس عنایت کے لیے اُن کا نہایت ممنون ہی۔ بدقسمتی سے یہ نسخہ بہت سقیم حالت میں ہی، اور بے انتہا غلط لکھا ہوا ہی (تفصیل مقدمے میں ملاحظہ ہو) تصحیح میں بڑی زحمت اٹھانی پڑی ہی لیکن اس پر بھی اطمینان نہیں کہ اس کا حق ادا ہو سکا ہی۔ اس سلسلے میں جناب ریاض حسن خاں صاحب خیال سے جو اردو فارسی کے باخبر، کہنہ مشق اور سخن فہم شاعر ہیں بڑی مدد ملی ہی۔ اس کا تہِ دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہی۔

مقدمے میں ایک خاص باب قائم کرکے قدیم تذکروں سے جن میں سے اکثر نہایت کمیاب ہیں جوشش کے حالات نقل کیے گئے ہیں اور بارھویں صدی کے تذکروں میں جو اشعار پائے جاتے ہیں اُن کی مکمّل فہرست بھی دی گئی ہے۔ اِس سے کلام کے ایک معتدبہ حصّے کا زمانۂ تصنیف متعیّن کرنے میں مدد ملے گی۔ ان تذکروں میں ۱۶ شعر ایسے بھی ہیں جو دیوان میں نہیں ملتے۔ یہ اشعار ضمیمے میں درج کیے گئے ہیں۔

جوشش کے واقعاتِ زندگی تذکروں میں بہت کم ملتے ہیں، اور دیوان بھی اس پر زیادہ روشنی ڈالنے سے قاصر ہے۔ اس لیے اگر کوئی ایسی تصویر جس میں جوشش کے خدو خال اچھی طرح نمایاں ہوں نہ کھینچی جا سکے تو مرتّب معذور ہے۔

پتھر کی چھپائی میں اغلاط ناگزیر ہیں۔ ناظرین سے گزارش ہے کہ اگر دورانِ مطالعہ میں کوئی شعر غلط معلوم ہو تو غلط نامے کے علاوہ حواشی کی طرف بھی رجوع فرمائیں۔

جناب شرف عالم صاحب لکچرار بہار نیشنل کالج۔ بانکی پور نے مسوّدے کے بعض اجزا اور چند کاپیوں کی تصحیح کی ہے۔ ان کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

سطورِ بالا اور مقدّمے کے ڈھائی تہائی جز نومبر ۱۹۳۹ء ہی میں لکھے جا چکے تھے، لیکن مقدّمے کے آخری حصّے کی تحریر بعض وجوہ سے معرضِ التوا میں آگئی تھی۔ کاپیوں کی تصحیح کے وقت پتا چلا کہ بعض ضروری باتیں قلم انداز ہوگئی ہیں۔ ص ش کی تکمیل خ سے پہلے ہوئی ہے بعض شعر مثلاً ۱/۲ ش میں ن کے مطابق ہیں اور خ میں مختلف

ص ۱۵ جناب شرف عالم صاحب نے خ کے قلمی نسخوں کی عبارت (متعلق جوشش) کا

مقابلہ کیا۔ جامعۂ پٹنہ کے نسخے میں نام و تخلص نسخۂ کلکتہ کے مطابق ہیں۔ الفاظ کا خفیف اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ خ میں این کی بہت سی غزلیں جوشش کی زمینوں میں ملتی ہیں۔ یہ مصرع: "یہ بھی اپنے نصیب کی خوبی" ط ص۲۲ دونوں کے یہاں ہے۔ جوشش کا شعر ۱۳۱/۶ خ میں ہم دم، خلفِ حسرت کے نام درج ہے۔

ص۱۶ لطف کی رائے: "خوش لیاقتی اِن کی جو کچھ کہیے اس سے زیادہ ہے، طبیعت اِن کی نظم ریختہ میں نہایت رسا ہے، اور معنیِ بیگانہ سے بہ شدّت آشنا ہے ..."

ص۱۵ ع سے تمنّا کا حال نقل ہو کر آیا ہے، اس میں جوشش کا نام شیخ محمد روشن ہے۔ اِس تذکرے میں تمنّا اور نیاز کے دو شعر ہیں جو جوشش کے اشعار ۱۶۷/۱۴ و ۲۰۲/۲ سے مشابہ ہیں:

'داغوں کی مرے دل میں تو وہ جلوہ گری ہے — جو دیکھے ہے کہتا ہے کہ شیشے میں پری ہے'

'ہو چکا سرسبز اب نخلِ امید اپنا نیاز — پھولنے کے دن گئے ایّام پھلنے کے گئے'

ص۱۵ مجموعۂ نغز جلد ۲ ص۲۱۷: جوشش کا شعر ۲۱۵/۱ خفیف اختلاف کے ساتھ منصف عظیم آبادی کی طرف منسوب ہے۔

ص۲ حاشیہ ا کتاب کا نام "ہسٹری آف دی مرہٹہ پیپل" اور اس کے مصنّف کنکیڈ اور پیرسنس ہیں۔

ص۲ حاشیہ: "لیٹر مغلز" اور "مالوہ اِن ٹرینزیشن" سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دیا بہادر چھبیلا رام کا بیٹا تھا۔ اِن اطلاعات کے لیے مرتب جناب سیّد حسن عسکری صاحب کا ممنون ہے۔

ص۲ عظیم الشان یوں تو مدتوں بنگالہ و بہار کا صوبہ دار رہا، لیکن پٹنہ میں اُس کا قیام چند ہی سال رہا۔ عالم گیر کی وفات کے بعد یہاں سے گیا تو پھر واپس نہ آیا۔

صفحہ ۲۴ و ۲۵: فارسی عبارت جسونت رائے اور سراج الدولہ کے متعلق مظفر نامہ سے منقول ہے۔
صفحہ ۲۸ عروض الہندی میں ۱۰۹/۵، ۲۱۶/۱ کے پہلے اور ۱۱۰/۱۵، ۱۶۲/۲ کے دوسرے مصرع ملتے ہیں۔ غزل ۱۰۱،
ضمیمہ ا کی غزلیں، مثنوی متعلق نورتن، اور قطعۂ ہولی غالباً ابتدائی مشق کے نمونے ہیں۔
صفحہ ۲۹ و ۳۰ محرم کا خط ۱۱۷۶ھ اور رمضان کا خط ۱۱۷۹ھ کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے جن پریشانیوں
کی طرف اشارہ ہے، نہ معلوم اُن سے کب چھٹکارا ہوا۔
صفحہ ۴۳ ن میں ک وگ کی غزلیں مخلوط ہیں۔ "تروار" کو ابتدائی اجزا میں شوق نے "تلوار" بنا دیا ہے،
کئی جز اس طرح طبع ہو جانے کے بعد جب اس کا پتا چلا تو باقی اجزا میں بھی "تلوار" ہی رہنے دیا گیا۔
صفحہ ۴۴ شعر ۱۶۷/۲ ن و ط میں متفرقات میں بھی ہے۔ اشعار کی مجموعی تعداد جو دی گئی ہے اس میں یہ شامل نہیں۔
مقدمے میں تصرفاتِ شوق اور زبان کی بحث کو چھوڑ کر صفحات کے ساتھ اشعار کے شمار دیے گئے
ہیں۔ صفحات کا شمار نشان ـــ کے اوپر ہے اور اشعار اس کے بعد یا نیچے۔

حواشی: حصہ ا میں اساتذہ کے ہم معنیٰ یا قریب المعنیٰ اشعار دیے گئے ہیں۔ بعض شعر محض مقابلے کے
لیے بھی ہیں۔ حصہ ۲۔ اشعار کے مطالب اور حسن و قبح سے بحث۔ جوشش کے ہم معنیٰ اشعار حصہ ۳ میں
اُن اختلافات کا ذکر ہے جو قیاسی اضافہ و تصحیح کی وجہ سے ن و ط میں پیدا ہو گئے ہیں۔ تذکروں کے
اختلافاتِ نسخ کا ذکر بھی اسی حصے میں ہے حصہ ۴۔ مرتب نے ن کے بعض غلط مقامات کو ط میں نقل
کر دیا ہے، تصحیح نہ ہو سکی، اس حصے میں اُن کی طرف اشارہ ہے حصہ ۵۔ مثل حصہ ۴، لیکن مرتب نے
غلط الفاظ کی جگہ حواشی میں صحیح الفاظ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ حصہ ۶ میں اُن نقاط کی
تصریح ہے جو ط میں جا بہ جا پائے جاتے ہیں۔

قاضی عبدالودود۔ ۱۲ اگست ۱۹۴۰ء

مقدمہ

(۱) جوششؔ تذکروں میں

(۱) تذکرۂ میر حسن طبعِ ثانی ص۴۳ "میاں محمد روشن، المتخلص بہ جوشش مردے ست ساکنِ عظیم آباد، خوش طینت و نیک اعتقاد۔ شاعرِ شیریں کلام، صاحبِ دیوان، از خاصانِ آں دیار ست، بندہ با وے ملاقات نہ کردہ۔ از سببِ بُعد اشعارش نیز بہ فقیر نہ رسیدہ، مگر چند بیت از زبانِ مرزا فدوی، سلمہ اللہ شنیدہ بودم، بہ نگارش می آید مشتے نمونہ از خروارے۔ خدایش سلامت دارد: (۴ شعر ۶۹، ۱۲۲، ۸، ۱۴۵، ۱۴۸، ۱۶) کلامش شاعرانہ است۔ شخصے می گفت کہ او در تالیفِ تذکرہ مشغول ست"۔

ص۱۰ "محمد عابد جوانے ست..... المتخلص بہ دل..... برادرِ میاں روشن علی، جوشش تخلص"

زمانۂ تصنیف ۱۱۸۸ھ تا ۱۱۹۲ھ ہے۔ حسن نے سودا، میر، قائم، درد، فغاں، سوز، یقین، بیدار وغیرہ کو متوسطین میں شمار کیا ہے۔ دل اور جوشش حسن، مصحفی، انشا، جرأت، فدوی، نثار وغیرہ کے ساتھ متاخرین میں محسوب ہیں۔ دیوانِ جوشش کے کاتب نے بھی روشن علی نام لکھا ہے، لیکن خود جوشش نے رسالۂ قافیہ میں اپنا نام محمد روشن بتایا ہے اور کل تذکرہ نگار جو اُن سے ذاتی واقفیت رکھتے تھے اسی کے حق میں ہیں۔ تذکرۂ شورش کا زمانۂ تالیف قریب قریب وہی ہے جو تذکرۂ میر حسن کا ہے، اور مشتاق عظیم آبادی بھی جنھیں بعض تذکروں میں جوشش کا

شاگرد بتایا گیا ہی، بہ روایتِ مسرت افزا تذکرہ لکھنا چاہتے تھے۔ معلوم ہوتا ہی کہ حسن کو یا تو کسی نے غلط اطلاع دی، یا اُنھوں نے سہواً شورش یا مشتاق کی جگہ جوشش کے متعلق لکھ دیا کہ تالیفِ تذکرہ میں مشغول ہیں۔

(۲) تذکرۂ شورش۔ نسخۂ قلمی آکسفورڈ: "محمد روشن، جوشش تخلص از خاکِ عظیم آباد فیض مواد ست در نظم و نثر صاحبِ استعداد۔ حسنِ معانی و شستگی الفاظ از کلامش ظاہر، و از حسن و تبعِ شعر و شاعری ماہر۔ غزل و قطعہ و رباعی و مخمس وغیرہ بہ فصاحت و بلاغتِ تمام بہ زبانِ قلم می آرد، و مضامینِ نو آئیں در اشعار بسیار دارد۔ مشقِ سخن را بہ پایۂ تحقیق رسانیدہ، سخن سنجاں را مشتاقِ سخنِ خود گردانیدہ۔ مذاقِ درویشانہ دارد۔ عُجب و انانیت، خود پرستی و نفسانیت را در مزاجش دخلے نیست۔ باہمہ وبے ہمہ اوقات بہ سر می برد۔ دیوانش قریب سہ ہزار شعر خواہد بود۔ ایں چند شعر از آں جملہ است:۔ (تعداد اشعار ۱، ۵، ۷۔ ۲ـ ۴، ۵، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۴تا۱۷، ۳ـ ۱تا۳، ۸، ۱۲، ۱۳، ۱۶، ۱۷، ۴ـ ۱۲، ۱۳، ۵ـ ۹تا۱۲، ۶ـ ۱، ۲، ۳، ۱۳، ۷ـ ۱تا۴، ۶، ۷، ۱۰، ۸ـ ۲، ۴، ۸، ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۶، ۹ـ ۲تا۴، ۱۱، ۱۷، ۱۰ـ ۲، ۴، ۵، ۱۱تا۱۳، ۱۵، ۱۷، ۱۱ـ ۱، ۲، ۱۲ـ ۱، ۵، ۱۳ـ ۹، ۱۰، ۱۴ـ ۵تا۷، ۹، ۱۵، ۱۵ـ ۱تا۳، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۶، ۱۶ـ ۱۱، ۱۷ـ ۱، ۲، ۱۲، ۱۸ـ ۲، ۱۱، ۱۲، ۱۹ـ ۱تا۳، ۵، ۶، ۲۰ـ ۳، ۵، ۱۰تا۱۲، ۲۱ـ ۸، ۹، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۲۲ـ ۳، ۷، ۲۳ـ ۱، ۵، ۲۴ـ ۱۳، ۱۵، ۲۶ـ ۲تا۴، ۸تا۱۰، ۱۳، ۱۵، ۱۷، ۲۷ـ ۳، ۴، ۲۸ـ ۱۶، ۱۷، ۲۹ـ ۱، ۵، ۱۲، ۱۷، ۳۰ـ ۱، ۱۱، ۱۴تا۱۷، ۳۱ـ ۱، ۳۲ـ ۱تا۸، ۱۱، ۳۳ـ ۲، ۴، ۵، ۷، ۱۰تا۱۳، ۱۷، ۳۴ـ ۳، ۴، ۶، ۷، ۱۳، ۱۴، ۱۷، ۳۵ـ ۱۳، ۱۷، ۳۶ـ ۴، ۶تا۸، ۱۰، ۱۱، ۳۷ـ ۸، ۹، ۱۱، ۳۸ـ ۸، ۳۹ـ ۳، ۱۱، ۱۵، ۱۶، ۴۱ـ ۴، ۷،

[illegible]

۱۷۳: ۱۱، ۱۷۴: ۱، ۱۷۵: ۸، ۹، ۱۷۶: ۶، ۱۷۷: ۱، ۱۱، ۱۷، ۱۷۸: ۱، ۳، ۱۷، ۱۳، ۱۵، ۱۷۹: ۱۴، ۱۸۰: ۱۴، ۳، ۱۷
۱۸۱/۲: ۷، ۱۰، ۱۵، ۱۸۲: ۵ تا ۹، ۱۸۳/۲: ۱۰، ۱۸۵/۲: ۸، ۱۸۶/۱: ۹، ۱۰، ۱۳، ۱۶
۱۸۷: ۲، ۱۸۸: ۴، ۱۴، ۱۵، ۱۸۹: ۴، ۶، ۱۹۰: ۱۵، ۱۹۱: ۱۷، ۱۹۲: ۶، ۱۴، ۱۹۳: ۱۰، ۱۱، ۱۹۵: ۱، ۷، ۱۱، ۱۲،
۱۵، ۱۶، ۱۹۶: ۷، ۸، ۱۹۷: ۹، ۱۳، ۱۹۹: ۱، ۲، ۶ تا ۸، ۱۴، ۱۵، ۲۰۰: ۳، ۴، ۱۰، ۱۳، ۱۵ تا ۱۷
۲۰۱: ۲، ۵ تا ۷، ۱۰، ۱۱، ۲۰۳: ۷، ۱۴ تا ۱۶، ۲۰۴: ۱، ۳ تا ۵، ۲۰۵: ۷، ۱۰، ۲۰۶: ۶ تا ۸، ۱۲، ۱۴
۲۰۸: ۳، ۲۰۹: ۱۴، ۲۱۰: ۱۰، ۱۳، ۲۱۲: ۸، ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۷، ۲۱۵: ۱، ۱۰، ۱۱، ۱۷، ۱۴، ۲۱۶: ۱۶، ۲۱۷: ۲،
۹، ۱۲، ۱۶، ۲۱۸: ۷، ۱۲، ۱۵، ۲۲۰: ۱۰، ۱۲، ۲۲۱: ۲، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۲۲۲: ۲، ۸، ۱۰ تا ۱۲، ۱۷، ۲۲۳:
۲، ۵، ۹ - رباعیات ۹، ۱۰، ۱۷، ۲۲، ۲۴، ۲۹، ۳۱، ۳۲، ۳۸ - ساٹھ اشعار ضمیمے میں)

شورش عظیم آبادی تھے، اور جوشش سے ذاتی طور پر ضرور واقف ہوں گے۔ جوشش کی ولدیت اور تبدیلِ مذہب کا ذکر اس تذکرے میں نہ ہونا حیرت انگیز ہے۔

(۳) مسرت افزا نسخۂ قلمی آکسفورڈ: "میاں محمد روشن، جوشش، برادرِ خرد محمد عابد دل کہ ہر دو برادر از صلبِ جسونت رائے ناگر چوں ابراہیم خلیل از آذر ظاہر شدہ۔ حق تعالیٰ ہر دو برادر را توفیقِ تحصیلِ حسنات رفیق گردانیدہ، و چراغِ وجودِ ایشان را از روغنِ انکسار و تواضع روشن کردہ، و آب و گلِ ایشاں را بہ جوشش و دل داری مجبول گشتہ۔ از عجز و خاکساری مقبولِ خاطرہائے وضیع و شریف شدہ، ہر دو برادر در عظیم آباد بہ سر می برند، و ہر یکے بہرۂ وافی در شیوۂ طالب علمی دارند، و نصیبے کافی در سلیقۂ تیر اندازی و دست کاری۔ در انصافِ فضائل و اوصاف قرینِ یک دگراند۔ بنا بر آں ذکرِ ہر دو یک جا آوردہ۔ باید دانست کہ بے دینیِ پدرِ بے دیں باعثِ فخر و نام آوریِ پسرِ دیں دار است، نہ موجبِ ننگ و عار۔ ابراہیم خلیل را از

بت پرستیِ پدر چہ خلل، و پسرِ نوح را از ایزد شناسیِ اصل چہ سود۔ بہ قولِ جامی:۔

"بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی کہ دریں راہ فلان ابن فلان چیزے نیست"

اشعارِ جوششؔ در جوششِ دل ہاے مشتاقاں چوں خورشید روشن ست، و روشن بیانیِ وے در دلِ خاص و عام مبرہن۔ دیوانِ اشعارِ وے مرتب ست، لیکن وقتِ تالیف نزدِ مؤلف حاضر نہ بود۔ (تعدادِ اشعار ۲۵ - ۱۲۱ ، ۲۹ ۱۵ ، ۳۰ ۱۱ ، ۳۲ ۶ ، ۳۷ ۱۴ ، ۳۸ ۱ ، ۱۰۶ ، ۱۱۲ ۵ ، ۱۱۷ ، ۱۲۲ ۸ ، ۱۲۹ ۱۱ ، ۱۳۱ ۲ ، ۱۴۰ ۶ ، ۱۴۱ ، ۱۴۸ ۱۶ ، ۲۰۱ ۱۰ ، ۱۱ - رباعی ۲۲ - ۶ شعر ضمیمے میں)

محمد عابدؔ دل، برادرِ گرامیِ محمد روشن، جوششؔ ست۔ صاحبِ دل و مردِ کامل ست، بے نیاز و بے ریا، عابدِ با اثر، عاشق مزاج و بے خطر۔ چوں ہر دو برادر در انصاف اوصاف عدیلِ یک دگراند۔ ذکرِ حالاتِ یکے از بیانِ دیگرے مستغنی می سازد......"

ابوالحسن، امر اللہ الہ آبادی، مصنفِ مسرت افزا ۱۱۹۲ھ میں عظیم آباد آئے، اور کچھ دنوں یہاں مقیم رہے تھے۔ مسرت افزا اور تذکرۂ شورش زمانۂ قیامِ یورپ میں مرتب کی نظر سے گزرے تھے، لیکن اِس وقت اِن دونوں کے صرف وہی اجزا پیشِ نظر ہیں، جن کی عکسی نقل منتظمِ کتب خانۂ بوڈلین کی مہربانی سے حاصل ہوئی ہے۔ اور جس کے لیے مرتب اُن کا نہایت ممنون ہے۔ اس تذکرے کا زمانۂ تصنیف بارھویں صدی کا آخری عشرہ ہے۔

(۴) گلشنِ سخن قلمی، مصنفۂ مردان علی خاں، مبتلاؔ، محمد روشن، متخلص بہ جوششؔ، متوطنِ عظیم آباد۔ از فرزندانِ جسونت رائے ناگرست، کہ در کمالِ اقتدار رفیقِ راجا رام نرائن، ناظمِ عظیم آباد بود۔ مشارٌ الیہ از صغرِ سن رغبت بہ اسلام داشت، چوں بہ حدِ تمیز رسیدہ بہ شرفِ

دینِ احمدی مشرف گشت ۔ نفیر احوالِ ایشاں مفصل از بھگونت رائے خلف جسونت رائے
کہ فی مابین خصوصیت با دوستی باست معلوم نمود ۔ مردے ست قابل وطبعش بہ نکتہ سنجی
مائل، کلامش مرغوب طبعِ سخن سنجاں و در نظم ونثر صاحبِ استعداد ۔ دیوانش دو ہزار بیت
دیدہ شد ۔ از اشعارِ ریختہ اوست:۔ (تعداد اشعارہ ۵ ۱۳ ۲ ۴، ۵ ۱ ۳ ۲، ۱۲، ۱۵، ۱۴ ۱۳ ۶ ۱۳ ۸
۱ ۲۰ ۲، ۴ ۱۲ ۵ ۱۳ ۶ ۱۷ ۱۱ ۱۸ ۲، ۹ ۱۲ ۱ ۲۶ ۱۰ ۲۹ ۱۶ ۳۲ ۱، ۵ ۳۳ ۸، ۱۰ ۳۶ ۶، ۷، ۱۰، ۱۱
۴۱ ۷، ۱۱ ۴۲ ۱ ۴۳ ۱ ۱۲، ۱۵ ۴۴ ۱، ۷، ۴ ۴۵ ۹ ۴۶ ۴، ۵ ۴۷ ۱۵ ۴۸ ۱۱، ۱۳ ۴۹ ۲، ۳، ۵۰
۴، ۸ ۵۳ ۱۳ ۵۴ ۴، ۱۰، ۱۱ ۵۵ ۸ ۵۶ ۹ ۵۸ ۵، ۱۰ ۶۶ ۸ ۶۷ ۶، ۱۳ ۶۹ ۵، ۸، ۱۷
۷۰ ۲ ۷۱ ۱۳ ۷۷ ۴ ۷۹ ۴ ۸۱ ۱۲، ۱۵، ۱۷ ۸۹ ۹ ۹۲ ۱۶، ۹۳ ۱، ۴ ۹۹ ۳، ۴، ۱۱، ۱۵ ۱۰۲
۱۰، ۱۱، ۱۳ ۱۰۳ ۲، ۵ ۱۰۴ ۱۵ ۱۰۹ ۵ ۱۱۲ ۱۷ ۱۱۳ ۵ ۱۱۵ ۶، ۸ ۱۱۶ ۵، ۶، ۱۶ ۱۱۷ ۳، ۴، ۶
۱۲۲ ۸، ۱۲ ۱۲۳ ۱، ۱۷ ۱۳۱ ۱ ۱۳۴ ۴، ۱۶ ۱۴۵ ۷ ۱۴۶ ۱۳ ۱۴۸ ۱ ۱۵۱ ۵ تا ۱۵۸ ۱ ۱۵۹
۱۵ ۱۶۶ ۳ ۱۷۰ ۴، ۱۳، ۱۵، ۱۶ ۱۸۱ ۱۰ ۱۸۵ ۶، ۸ ۲۰۰ ۱۵ ۲۰۳ ۴، ۱۵ ۲۱۵ ۱۴ ۲۱۷ ۹
۲۱۸ ۱۲ ۲۲۱ ۹ ۲۲۲ ۵، ۱۲ ۲۲۳ ۵، رباعی ۲۲، ضمیمہ ۱۱ شعر)

محمد عابد، متخلص بہ دل، برادرِ کلان محمد روشن، جوشش ۔ مولد و موطنش عظیم آباد...۔"
اِس کا زمانۂ تصنیف بارھویں صدی کا آخری عشرہ ہے ۔ مرتب جناب سید مسعود حسن صاحب
رضوی، ادیب، ایم ۔ اے، استاذِ اُردو جامعۂ لکھنؤ کا بہ غایت ممنون ہے کہ انھوں نے جوشش
و دل کے حالات و اشعار کی نقل عنایت فرمائی ۔

(۵) تذکرۂ قدرت اللہ شوق و قدرت: " محمد روشن، جوشش برادرِ خردِ دل ست،

چند اشعار دال بر جوششِ دلی اوست: (تعدادِ اشعار ۱۲ ۱۰/۲، ۱۶ ۱۱/۷، ۱۴ ۶۴/۴، ۱۳ ۳، ۱۲/۱۴، ۱۴ ۱۱۱/۷، ۵ ۱۹۰/۲، ۱۲ ۲۰۱/۷، ۵ ۲۱۴/۲، ۱۶ ۲۲۳/۴ - ضمیمہ ۲ شعر۔ شعرِ ذیل:

دن میں سو سو بار تیرے کوچے میں جانا مجھے
اس میں سودائی کہے یا کوئی دیوانہ مجھے،

خفیف اختلاف کے ساتھ تذکرۂ حسن اور گلزارِ ابراہیم میں مجنوں، شاگردِ ضیا کے نام ہی، اور یہی صحیح ہی۔ جوشش کا ایک مطلع ۱۵۸/۴ ۱ اس سے مشابہ ہی۔)

محمد عابد دل .... متوطنِ عظیم آباد.....، سالِ تصنیف ۱۱۸۰ھ تا ۱۲۱۰ھ

(۶) گلزارِ ابراہیم: جوشش تخلص، اسمش محمد روشن از اہالی صوبۂ بہار۔ مولد و موطن آں پسندیدہ اطوار بلدۂ عظیم آباد است۔ ذہن وقادش در نظمِ ریختہ رسا افتادہ۔ ہنگام تدوینِ این تذکرہ ابیاتِ منتخبۂ دیوانِ خود در سنہ ۱۱۹۴ ہجریہ بہ راقم آثم فرستادہ کہ ثبتِ تذکرہ نماید۔ الحاصل در عروض ماہر و چاشنیِ درد از کلامش ظاہر۔ می تواں گفت کہ شیوۂ خواجہ میر درد را بہ خوبی ورزیدہ۔ حقیر را اسلوب بیانِ ایشاں نہایت مرغوب افتادہ۔

(اشعار ۲،۴ ۲/۷ ۴، ۵، ۸، ۱۱، ۱۵، ۲ ۳/۲، ۳، ۱۲، ۱۶، ۱۷ ۴/۱۰، ۸، ۱۲، ۱۳ ۵/۳، ۱۳ ۶/۱، ۳، ۱۲ تا ۱۵،
۶ ۷/۴، ۷ تا ۹، ۱۳، ۱۶ ۸/۲، ۲، ۴، ۸، ۱۲، ۱۴ ۹/۳، ۴، ۱۱، ۱۲ ۱۰/۲، ۵، ۷، ۱۱ تا ۱۳ ۱۱/۱۲، ۱۶ ۱۳/۱۲، ۱،
۶ ۱۴/۲، ۱۵، ۱۶ ۱۵/۲، ۲، ۳، ۹ ۱۶/۵، ۱۱ ۱۸/۱۱ تا ۱۳، ۱۵ ۲۱/۸، ۹، ۱۳ تا ۱۶ ۲۲/۳، ۵، ۶ ۲۳/۱، ۲، ۴،
۲۷/۳، ۴ ۲۸/۱۶، ۱۷ ۲۹/۱، ۱۱، ۱۲، ۱۶، ۱۷ ۳۰/۱، ۱۱، ۱۳ ۳۱/۱ ۳۲/۱، ۲، ۶، ۱۱ ۳۳/۲، ۴، ۶، ۷،
۸، ۱۰، ۱۳، ۱۶ ۳۴/۴، ۸، ۱۱، ۱۴ ۳۵/۱۶، ۱۱، ۱۶ ۳۶/۸، ۹ ۳۹/۱ ۴۰/۲، ۳ ۴۱/۳، ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۶،
۱۶ ۴۵/۹ ۴۸/۱۳ ۴۹/۲، ۳ ۵۰/۴، ۸ ۵۲/۳، ۴ ۵۳/۴، ۵، ۱۰ ۶۱/۱۶ ۶۳/۱۱ ۶۶/۱ ۶۵/۶، ۷

۸۵ ۴، ۱۳۰، ۱۴، ۱۷۰، ۷۱ ۱۳، ۷۲ ۱، ۷۵ ۱۰، ۷۹ ۸، ۹۰، ۹۰ ۵، ۶، ۱۰، ۹۱ ۷، ۹۲ ۱۲، ۹۹ ۳، ۱۴، ۱۰۳ ۲
۱۰۵ ۹، ۱۲، ۱۰۶ ۳، ۱۵، ۱۰۷ ۲، ۳، ۱۱۲ ۵، ۱۰، ۱۷، ۱۱۳ ۱، ۶، ۱۶، ۱۱۶ ۱۰، ۱۲، ۱۱۷ ۴، ۷، ۱۱۸ ۱۶
۱۲۲ ۸، ۱۲۵ ۴، ۱۵، ۱۲۹ ۵، ۶، ۱۱، ۱۵، ۱۳۱ ۲، ۱۲، ۱۳۳ ۱، ۶، ۱۳۶ ۸، ۱۲، ۱۳۷ ۴، ۱۴۱/۱۲، ۱۴۵ ۷
۱۴۹ ۱۶، ۱۷، ۱۵۱ ۵، ۶، ۹، ۱۵۳ ۱، ۱۱، ۱۵۴ ۸، ۱۳، ۱۵۵ ۴، ۵، ۱۵۸ ۱، ۷، ۱۵۹ ۱۵، ۱۶۰ ۶، ۱۶۱
۱۵، ۱۷تا ۱۷، ۱۶۳ ۲، ۳، ۱۶۴ ۱۳، ۱۶۵ ۱۰تا ۱۲، ۱۷۰ ۴، ۱۲، ۱۶، ۱۷۴ ۱۶، ۱۷۶ ۸، ۷، ۱۷۹ ۱۶، ۱۸۰ ۱۳، ۱۸۱
۱۰، ۱۹۷ ۱۳، ۲۰۰ ۱۰، ۱۷، ۲۰۱ ۵، ۱۰، ۱۱، ۲۰۴ ۳، ۴، ۲۱۵ ۱۰، ۲۲۲ ۱۲، ۲۲۳ ۲۔ رباعی ۲۱۔
ضمیمے میں ۲۵ شعر)

"دل تخلص، اسمش شیخ محمد عابد، مولد و موطن او بلدۂ عظیم آباد۔ مہین برادرِ شیخ محمد روشن، جوشش تخلص ست۔ الحاصل ہر دو برادر بہ غایت ہموار۔۔ وحمیدہ خصائل اند۔ مخلصے کہ با راقم دارند۔ خلاصۂ دیوانِ خود را فرستادند۔۔۔۔"

نواب علی ابراہیم خاں، مصنف تذکرہ شیخ پورہ ضلع مونگیر کے رہنے والے تھے۔ لیکن ان کی ننھیال عظیم آباد میں تھی، اور غالباً اُن کی تعلیم و تربیت یہیں ہوئی۔ تذکرہ بارھویں صدی کے آخری سالوں میں بہ مقام بنارس مکمل ہوا۔ گلزارِ ابراہیم اور گلشن ہند یک جا طبع ہوئے ہیں۔ اس کے مرتب نے گلشن ہند کی عبارت تو رہنے دی ہے، لیکن گلزارِ ابراہیم کی عبارت کی جگہ صرف اتنا لکھا ہے "شیخ محمد روشن" کوئی اضافہ نہیں۔ ۶ سطر ۲۴۰ شعر؛ اشعار بھی صرف وہی درج کیے ہیں جو گلشن ہند میں ہیں۔ ناچار قلمی نسخے سے جو کتب خانۂ مشرقیہ بانکی پور میں ہے، حالات اور اشعار کی نقل لینی پڑی؛ اور چوں کہ یہ نسخہ بہت غلط نکلا، دوسرے

قلمی نسخے سے جو کتب خانۂ جامعۂ پٹنہ میں ہی، مقابلہ کرایا گیا۔ جن صاحب سے یہ کام لیا گیا ہی انھوں نے سہواً عبارتِ نثر کا مقابلہ نہیں کیا۔ مرتّب نے اپنے حافظے پر اعتماد کر کے اغلاط کی تصحیح کر دی ہی۔ قابلِ ذکر امر یہ ہی کہ نسخۂ کتب خانۂ مشرقیہ میں تخلص جوشش کے بدلے جوش درج ہی اور لفظِ شیخ نام کے ساتھ نہیں۔ یہ بہ ظاہر اُس نسخے میں تھا جو مرتب گلزارِ ابراہیم کے پیشِ نظر تھا، اور کلکتہ کے نسخے میں بھی ہی۔ دل کا ذکر جن الفاظ میں کیا ہی اُن سے ذاتی تعلقات کا پتا چلتا ہی۔ تعجب ہی کہ علی ابراہیم خاں کو جوشش و دل کے نو مسلم ہونے کی خبر نہ تھی۔

(۱) تذکرۂ عشقی عظیم آبادی: "جوشش تخلص۔ اسمش محمد روشن، برادرِ عینیِ محمد عابد۔ دل تخلص۔ مردے خوش اخلاق و گرم جوش از ریختہ گویانِ با استعدادِ عظیم آباد ست۔ در علمِ تیر اندازی و بعضے قواعدِ ضروریۂ عروض و قوافی و فنِ ستار نوازی دستے دارد۔ بالجملہ احوالِ جوہرِ ذاتی و صفاتی او بر جمیعِ صغیر و کبیر روشن و ہویدا ست۔ از وست: (تعدادِ اشعار ۱۹)

"دِل تخلص دہلوی، اسمش محمد عابد، برادرِ بزرگِ جوشش۔۔ از مدّتے در شہرِ عظیم آباد بہ فراخیِ حال بسر می برد، آخر ہماں جا ودیعتِ حیات سپرد۔"

زمانۂ تصنیف ۱۲۰۵ھ تا ۱۲۳۰ھ ہی۔ جوشش کی وفات کا ذکر نہیں لیکن اِس سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ ۱۲۳۰ھ تک زندہ تھے۔ عشقی کے بیان سے دل کا دہلی سے عظیم آباد آنا مترشح ہوتا ہی لیکن کسی دوسرے تذکرے سے اِس کی تائید نہیں ہوتی۔

(۸) تذکرۂ ہندی مصحفی صؔ۶۰ : محمد عابد جوشش تخلص، پسر جسونت رائے ناگر۔ گویند جوانِ قابل ست، و در عظیم آباد بسر می برد۔ فقیر او را نہ دیدہ، دو شعر از وبہم رسیدہ این ست:

"تمھارے در پہ جو دربان نے آستیں پکڑی — بہ رنگِ نقش قدم ہم نے بھی زمیں پکڑی"

"جوں آئینہ یہ ستم رسیدہ — رہتا ہی مدام آب دیدہ"

سالِ تکمیل ۱۲۰۹ھ ہی۔ نام کے متعلق مصحفی کی غلط بیانی حیرت انگیز ہی۔ اس لیے کہ تذکرۂ حسن جس میں صحیح نام درج ہی مصحفی کے ماخذوں میں ہی۔ پہلا شعر حسن صؔ۵۱ پر دل کی طرف منسوب ہی۔ جوشش کی غزل اس زمین میں نہیں۔ دوسرا شعر جوشش کا ہی، (خ ط صؔ۱۴۰) پر موجود ہی۔

(۹) ریاض الفصحا مصحفی صؔ۶۸ "میاں محمد روشن، جوشش تخلص از قدماست۔ از دستہٴ صؔ۹۲ "محمد عابد دل تخلص" سالِ تکمیل ریاض الفصحا ۱۲۳۶ھ۔ اس بنا پر کہ ریاض میں جوشش اور دل کے جو اشعار ہیں وہ ف میں بھی ہیں، گمان ہوتا ہی کہ یہ تذکرہ مصحفی کے ماخذ میں ہوگا۔ مصحفی سے جوشش کے نام کے متعلق جو غلطی تذکرۂ ہندی میں ہوئی تھی، ریاض میں اس کی طرف اشارہ نہیں۔ بہ ظاہر مصحفی کے نزدیک محمد عابد، جوشش اور محمد روشن جوشش ایک تخلص کے دو مختلف شاعر تھے۔ مصحفی کا جوشش کو قدما میں شمار کرنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ ایسی غلطیاں اِن سے بہت ہوئی ہیں۔

(۱۰) گلشنِ ہند، مصنفۂ مرزا علی لطف، طبع اوّل صؔ۶۱ "شیخ محمد روشن" جوشش عظیم آبادی کا حال دیا ہی جو گلزار کا ترجمہ ہی۔ مقفّیٰ نثر لکھنے کی دھن میں دو ایک تعریفی فقرے

البتہ اپنی طرف سے بڑھا دیے ہیں۔ اتنا فرق اور ہے کہ لطف نے علی ابراہیم خاں کے پاس بنارس اشعار بھجوانے کا ذکر کیا ہے۔ جو محض لطف کا قیاس ہے۔ (تعداد اشعار ۱۰۲) کل اشعار گلزار سے ماخوذ ہیں۔

(۱۱) مجموعۂ نغز، مصنفۂ قاسم دہلوی جلد ۲ صفحہ ۳۰: مصحفی کے تتبع میں محمد عابد جوشش کا ذکر کیا ہے اور وہی دو شعر نقل کیے ہیں جو تذکرۂ ہندی میں ہیں۔ محمد روشن جوشش کا ذکر بھی ہے، لیکن وہ ریاض سے ماخوذ نہیں، اس لیے کہ مجموعۂ نغز کا سال تکمیل ۱۲۲۱ھ ہے۔ جلد ۱ صفحہ ۳۸۳ ہوئے صحر النیس الخ ۲۱۵ ۱۰ غلطی سے شاہ گھسیٹا عشق کی طرف منسوب کیا ہے۔

(۱۲) عمدۃ المنتخبہ، مصنفۂ سرور دہلوی: "جوشش محمد عابد شاعرِ مستعد معلوم می شود" ایک شعر تمہارے در الخ محمد روشن، جوشش کا بھی ذکر ہے۔ سالِ آغاز ۱۲۱۶ھ یا ۱۲۱۷ھ

(۱۳) گلشن بے خار مصنفۂ شیفتہ دہلوی، مطبوعۂ مطبع اودھ اخبار ۱۹۱۰ء صفحہ ۵۱ جوشش تخلص محمد عابد۔" وہی اشعار دیے ہیں جو تذکرۂ ہندی میں ہیں۔

صفحہ ۵۱ جوشش تخلص، شیخ محمد روشن از تازہ خیالانِ عظیم آباد ست۔ شعرش صاف و بے غش فکرش دل پذیر و دل کش۔ شیوۂ گزیدہ اش گزیدہ، طرزِ پسندیدہ اش پسندیدہ، و مع ہذا در فنِ عروض بسیار مہارتِ دل خواہ دارد۔ از خیالاتِ اوست (۳۲ شعر)

(۱۵) گلستانِ بے خزاں نول کشوری، مطبوعہ ۱۸۷۵ء: صفحہ ۲۳ جوشش، محمد روشن

جب جنوں کی جوشش ہوئی تو سخن کی اس طرح کوشش ہوئی" ص۱۴۲ "جوشش تخلص محمد عارف" جوں آئینہ الخ - جنوں کا لفظ محض لفاظی کے جنون میں استعمال کیا ہی اور محمد عارف غالباً سہوِ کاتب ہی۔

(۱۶) تاریخ ادبیات ہندی و ہندوستانی مصنفہ دتاسی جلد ۲ طبع ثانی ص۱۰۹
"جوشش ..... شیخ محمد روشن پٹنوی، پسر جسونت رائے ناگر و برادر محمد عابد، دل فنِ بیان کے ایک ممتاز ماہر اور بڑے قابل ہندوستانی شاعر ہیں جن کے دیوان میں ۳۰ ہزار کے قریب شعر ہیں؛ اور جن کے اشعار شیفتہ، سرور اور متولال نے دیے ہیں۔" حاشیے میں لکھا ہی کہ متولال نے جوش تخلص بتایا ہی۔ متولال نے تذکرہ نہیں لکھا، مختلف عنوان کے تحت بہ طورِ بیاض اشعار جمع کیے ہیں۔ اگر دتاسی کا بیان صحیح ہی تو ممکن ہی کہ متولال نے گلزار کا وہ نسخہ دیکھا ہو جو کتب خانۂ مشرقیہ بانکی پور میں ہی۔ تین کی جگہ تیس ہزار محض سہوِ قلم ہی۔

(۱۷) جلوۂ خضر مصنفہ صفیر بلگرامی جلد ا ص۱۴۰: جوشش یا دل کا ذکر نہیں لیکن جوشش کا ایک شعر خفیف اختلاف کے ساتھ بے نوا کے نام درج کر دیا ہی:

جب کہ مضمونِ کمر پیش نظر آتا ہی   بس کہ نازک ہی مجھے باندھتے ڈر آتا ہی

(۱۸) سخنِ شعرا نساخ: جوشش کا یہ شعر جوں آئینہ الخ محمد عابد، دل کی طرف منسوب کر دیا ہی ص۱۶۱-۱۶۲ اس زمین میں دل کی غزل ہی، لیکن یہ شعر دیوانِ جوشش میں موجود ہی اور قدیم تذکروں میں بھی جوشش ہی کے نام سے ہی۔

جوشش کے حالات کے اصلی ماخذ حسن، شورش، مبتلا، ابوالحسن، علی ابراہیم خاں

اور عشقی کے تذکرے ہیں، اور اُن میں بھی ضروری حالات نظر انداز کر دیے گئے ہیں تذکرۂ ذکا اور فہرست اشپرنگر میں کوئی بات ایسی نہیں جو مذکورۂ بالا تذکروں میں نہ ہو۔ دیوانِ جہاں میں غالباً جوشش کا ذکر ہی نہیں۔ تذکرۂ عشق زمانہ ہوا نظر سے گزرا تھا، یہ یاد نہیں کہ اس میں جوشش کا حال ہے یا نہیں، اگر ہے تو کسی نئی بات کے ملنے کی امید نہیں، اس لیے کہ یہ تذکرہ بھی اشپرنگر کے ماخذوں میں ہے۔ اِس بات کا ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ ترتیبِ دیوان کے وقت بعض تذکروں سے صرف جوشش و دل کے حالات و اشعار کی نقل حاصل کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ دوسرے شعرا کے ذیل میں جوشش کے بارے میں کچھ لکھا ہو اور مرتب کو اس کا علم نہ ہو سکا ہو۔

جوشش کے حالات

خاندانی حالات: جسونت رائے[1] ناگر عہدِ علی وردی خاں کے ممتاز سردارانِ فوج سے تھا، اور اپنی جرات، وفاداری اور عالی خاندانی کی وجہ سے بزرگانِ بہار و بنگالہ کا روشناس تھا۔ ناگر گجراتی برہمنوں کی ایک شاخ ہے۔ جیسے سیف و قلم دونوں سے لگاؤ رہا ہے۔ جسونت رائے کا

[1] جسونت ناگر، مہتا جسونت ناگر، مہتا جسونت، لالا جسونت رائے اور لالا جسونت رائے ناگر کے نام سے کتابوں میں اِس کا ذکر آیا ہے۔ لالا کائستھوں کے لیے مخصوص نہیں، جیسا کہ بعض اصحاب کا خیال ہے۔ [2] اِس فرقے کے لوگ بمبئی میں وہی حیثیت رکھتے ہیں جو صوبۂ بہار میں کائستھوں کی ہے۔

تعلق عظیم آباد سے کس طرح قائم ہوا، اس کا حال جاننے کے لیے اس کے اقربا[۳۰] راجا چھبیلا رام ناگر، راجا گردھر بہادر اور راجا دیا[۳۱] بہادر کے حالات سے واقفیت ضروری ہے۔

ایک انگریز[۳۲] مورّخ کا بیان ہے کہ چھبیلا رام اور دیا رام دو بھائی، الٰہ آباد کے رہنے والے عظیم الشّان کے زمانۂ نظامتِ بہار و بنگالہ میں اُس کی معیّت میں تھے۔ (اس مورّخ نے برنسیل اٹنڈٹس لکھا ہے۔) عظیم الشّان کا دار الحکومت پٹنہ تھا، اپنے منصب کے لحاظ سے ان دونوں کا قیام بھی وہیں ہونا لازمی ہے۔ اعظم و معظّم کی لڑائی میں عظیم الشان کے ہم راہ تھے۔ معظم کی موت (۱۷۱۲ء ۱۱۲۴ھ) کے بعد اُس کی جانشینی کے لیے جو جنگ ہوئی اُس میں تقدیر کا پاسا عظیم الشان کے خلاف پڑا اور بہ روایتِ سیر چھبیلا رام نے بعد میں

---

[۳۰] از اقربائے راجا دیا بہادر بود، سیر المتاخرین نول کشوری ص ۵۹۶ تا ص ۵۹۸۔ اس کتاب میں چھبیلا رام وغیرہ کے حالات صفحاتِ ذیل پر ملتے ہیں: ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۶، ۴۲۳، ۴۴۲، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۶۱، ۴۶۳

[۳۱] سیر میں لکھا ہے کہ چھبیلا رام کے اقربائے تھا۔ لیکن "پیشوا کا دفتر" کے ایک جلد میں، جو مرہٹوں کے حملۂ مالوہ کے لیے مخصوص ہے، دیا بہادر کو چھبیلا رام کا بیٹا لکھا ہے۔ یہ کتاب مرہٹی ماخذوں پر مبنی ہے۔

[۳۲] یہ اطلاع جناب سید حسن عسکری صاحب ایم۔ اے استاذ تاریخ پٹنہ کالج سے ملی ہے۔ بدقسمتی سے انھیں مصنّف کا نام یاد نہیں۔ یہ پتا چلانے کے لیے کہ اس کا اصلی ماخذ کون سا ہے، انھوں نے تذکرۃ السلاطین چغتائیہ مصنّفۂ کامور خاں، مآثر الامرا اور منتخب اللباب میں چھبیلا رام وغیرہ کے حالات دیکھے، عظیم الشان سے توسّل ثابت ہے، لیکن اُس کی معیّت میں عظیم آباد آنے کا کہیں ذکر نہیں۔ مرتّب سید صاحب کا نہایت ممنون ہے اور ناظرین سے عذر خواہ کہ اپنی طویل علالت کی وجہ سے اس طرف مزید توجّہ نہ کر سکا۔

جہاں دار شاہ کی ملازمت اختیار کرلی، چناں چہ فرخ سیر اور معزالدین کی لڑائی کے وقت وہ کوڑا کا فوج دار تھا۔ اس جنگ میں وہ معزالدین سے علٰحدہ ہوکر فرخ سیر کے ساتھ ہوگیا، اسی کی خدمات کے صلے میں فرخ سیر نے اسے دیوانی خالصہ وتن کا معزز عہدہ عطا کیا۔ اوائل عہدِ محمد شاہ (۱۱۳۱ھ) میں وہ الٰہ آباد کا صوبہ دار تھا، لیکن دربارِ دہلی سے اس کے تعلقات درست نہ تھے۔ قبل اس سے کہ اس کے خلاف کوئی کارروائی ہو، وہ دنیا سے کوچ کرگیا، اور اس کا بھتیجا گردھر بہادر اس کا جانشیں ہوا۔ دہلی سے جو جھگڑا تھا اس کا فیصلہ اس طرح ہوا کہ خطاب و منصب کے اضافے کے ساتھ وہ اودھ کا صوبہ دار مقرر ہوا، اور الٰہ آباد کا صوبہ اسے دوسرے کے حوالے کرنا پڑا۔ اودھ کے بعد مالوہ کا صوبہ اسے ملا، ابھی زیادہ دن وہاں رہنے نہ پایا تھا کہ یہ صوبہ نظام الملک کے سپرد ہوا۔ لیکن جلد ہی بعض مصلحتوں سے بادشاہ نے نظام الملک سے یہ صوبہ لے کر پھر اسی کے حوالے کیا۔ اس کا انجام اس کے حق میں اچھا نہ ہوا۔ نظام الملک نے مرہٹوں کو مالوہ پر حملہ کرنے کے لیے ابھارا۔ اور گردھر بہادر کی ساری عمر مرہٹوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی کوشش میں کٹی اور بالآخر اسی کی نذر ہوئی۔ گردھر بہادر نے مرہٹوں کے مقابلے میں جو جرات اور پامردی دکھائی تھی، اس کا مدتوں چرچا[۵] رہا تھا۔ اور

---

[۵] راجا رام نرائن اپنے ایک خط میں جو کم و بیش ۲۰ برس بعد لکھا گیا ہے، اور جس کا مخاطب اصلی میر جعفر ہے لکھتا ہے: "بہ نواب صاحب باید گفت کہ کشتن من آسان است (آبعد من (الفاظ ٹھیک پڑھے نہیں جاتے ....) و تمام سلطنت بعد راجا گردھر بہادر عہدہ برائے مرہٹہ نہ شد"

اگر دہلی سے اُسے کافی مدد ملتی تو وہ مرہٹوں کو شمالی ہند کی طرف رُخ کرنے نہ دیتا۔ سنہ ۱۱۴۳ھ میں دیا بہادر نے اس کی جگہ لی اور دہلی سے اعانت کا طالب ہوا، لیکن مثلِ سابق کوئی شنوائی نہ ہوئی اور اسی سنہ میں وہ بھی مرہٹوں کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔ مرتّب کا قیاس ہے کہ جسونت رائے کا تعلق[1] عظیم آباد سے بارھویں صدی کے ربع اوّل میں قائم ہوا جب چھبیلا رام یہاں مقیم تھا۔ اس کے بعد وہ چھبیلا رام وغیرہ کی معیّت میں فوجی تجربے حاصل کرتا رہا ہوگا۔ دیا بہادر کی وفات کے بعد خاندان کا شیرازہ درہم برہم ہو جانے سے اُس نے عظیم آباد آکر فوجی ملازمت اختیار کی۔ اس کے بعد سے سنہ ۱۱۰۰ھ تک مسلسل اس کا نام کتابوں میں آتا ہے:-

(۱) سنہ ۱۱۴۴ھ تا سنہ ۱۱۴۹ھ بہ سلسلۂ قتلِ عبدالکریم خاں: "چوں... تا جوکی دوم کہ در عہدۂ جسونت ناگر بود خود را رسانید، جوانے ناگر از پسِ پشت او آمدہ می خواست کہ شمشیرے فرود آرد الخ"۔ مظفر نامہ مملوکۂ مرتّب۔ سالِ تصنیف سنہ ۱۱۸۰ھ

(۲) جنگ ہیبت جنگ و مصطفیٰ خاں، ببر جنگ سنہ ۱۱۵۰ھ: جسونت رائے ناگر

[1] جسونت رائے کا سالِ ولادت معلوم نہیں، اور نہ یہ پتا ہے کہ جب وہ عظیم آباد آکر فوج میں داخل ہوا ہے تو اس کی کیا عمر تھی، یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ عظیم آباد ہی میں پیدا ہوا تھا، یا وہاں کم سنی میں آیا تھا۔ عشقی نے محمد عابد کے دہلوی ہونے کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ چنداں قابلِ اعتنا نہیں۔ مرتّب کو اعتراف ہے کہ جسونت رائے کے اِس وقت تک کے حالات میں قیاس سے بہت کام لیا گیا ہے، لیکن مرتب نے قیاس اور روایت کا فرق ہمیشہ ملحوظ رکھا ہے۔

باچند نفر بہلیہ مانندِ رعد بہ آواز آتشیں غرّید"۔ مظفرنامہ

"دریں زماں سموینگ حملہ دشمن افگن عمدۃ اجبا ے ہیجا طلب، جسونت رائے بہمن فن ...... بسانِ ہر بر تریاں'... رسید، واں بد آداب را باتش سزا دادہ منہزم گردانید"

دوسرے موقع پر نواب احمد خاں بہادر، میر غلام اشرف وغیرہ کے ساتھ "دسردار بہمن پیکار رجاں فروش نام خریدار، تہمتن نصیب فتح پیوند۔ جسونت رائے کامل العبادِ وچقلش ماسلانہ و محاربہ پلنگانہ نمودند" تیسرے موقع پر "عمدۃ ابطال کارآگاہ جسونت رائے" ایک جگہ اور ذکر ہے۔ تاریخ فتح بنگالہ موسومہ بہ وقائع محمد وفا مملوکہ پٹنہ کالج۔ اس تاریخ میں سنہ ۱۱۵۰ھ سے ۱۱۶۰ھ تک کے خاص خاص واقعات درج ہیں اس لڑائی میں جسونت رائے نے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ سیر میں بھی اس کی شرکت کا ذکر ہے ص ۵۴۲

(۳) رگھو بھونسلہ ۱۱۵۸ھ میں لڑائی میں شکست کھانے کے باوجود صلح پر راضی نہ ہوا اور مرشد آباد کا عازم ہوا۔ مہابت جنگ نے بھی اس کا تعاقب کیا۔ اس موقع پر جسونت رائے اور میر غلام اشرف "کہ ہر دو جماعہ دار ملازم سرکار مہابت جنگ و صاحبانِ جرأت بودہ اند"

ملے عبارت کی صحت کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ اس کتاب میں اور شرکائے جنگ کے متعلق بھی مبالغہ آمیز الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ کتاب میں یہ صنعت رکھی گئی ہے کہ ہر جملے سے تاریخ نکلے۔ اُ با اگر چند الفت کے مکاتیب میں بہ روایت سید حسن عسکری صاحب جسونت رائے کے متعلق الفاظ ذیل پائے جاتے ہیں: از زبانِ صاحب و قبلہ قدرداں، یکہ تازِ عرصۂ شجاعت و ہمم، عالی نفس، مجمع کرم، فیض مظاہر، لالا جسونت رائے ناگر بہ یکے از آشنایانِ عالیشاں در مبارک بادِ اخلاص از قید"

کسی وجہ سے عظیم آباد میں رہ گئے تھے، مرہٹوں نے راہ بند کر رکھی تھی لیکن پاس غیرت سے
یہ دونوں جمعیت قلیل کے ساتھ مہابت جنگ سے مل جانے کی نیت سے شہر سے باہر نکلے۔
مرہٹوں نے انھیں لوٹنا چاہا۔ لیکن اِن لوگوں نے بغیر مقابلہ کیے مال و متاع مرہٹوں کے
حوالے کر دینا غیرت کے خلاف سمجھا، دونوں سخت زخمی ہوئے، جسونت رائے کی ناک
پر تلوار اس طرح پڑی کہ جڑ سے کٹ گئی"۔ سیر ص ۵۵۰
۴ رجب یا شعبان ۱۱۶۳ھ۔ صوبۂ بہار سراج الدولہ کے نام سے تھا لیکن جانکی رام
اُس کے نائب کی حیثیت سے یہاں کام کرتا تھا۔ مہدی نثار خاں (عم مصنف سیر) کی ترغیب سے
سراج الدولہ مرشدآباد سے عظیم آباد پر قابض ہونے کے لیے روانہ ہوا۔ اور کسی نہ کسی طرح مہدی
نثار خاں وغیرہ کے ساتھ داخلِ قلعہ ہوا" جسونت رائے "کہ مبارزِ دیر و دریں کار رہا بار ہا در
آمدہ، آبروے در امثال واقراں داشت" سے مقابلہ ہوا، اس نے مہدی نثار خاں کو
سمجھایا کہ واپس جانا مناسب ہے، لیکن وہ نہ مانے، اور دونوں میں آویزش شروع ہو گئی۔
مہدی نثار خاں کی تلوار سے ایک سخت زخم اس کے گلے پر آیا۔ لیکن بعد میں برادر
زادۂ محمد اشرف اور جسونت رائے نے مل کر انھیں قتل کر ڈالا۔ اور جسونت رائے نے
سخت زخمی ہونے کے باوجود سراج الدولہ کو مصطفیٰ قلی خاں کے یہاں پہنچا دیا۔ خلاصۂ
عبارت سیر ص ۵۸۶ تا ص ۵۸۸

"راجا جانکی رام بہ استماعِ ایں خبر جسونت رائے ناگر را برائے دست گیر نمودنِ مہدی
نثار خاں روانہ گردانید۔ واو در وسطِ شہر مقابل شدہ مہدی نثار خاں را با رفقا بہ تہِ تیغ

بے دریغ گزرانیدہ ، نواب سراج الدّولہ را بہ تحریم و تکریم تمام در حویلی حاجی صاحب بردہ مصطفےٰ قلی خاں را در خدمت شبانہ روزی ایشاں مقرر داشت ، و تقیید نمود کہ از نظرِ ایشاں غیبت اختیار نہ کند۔ سراج الدّولہ مہابت جنگ کو بہت پیارا تھا، اور اس کی چشم پوشی نے اسے خود سر اور بے باک بنا دیا تھا۔ سراج الدولہ کے عزمِ عظیم آباد کی خبر ملتے ہی وہ خود بھی ادھر چل پڑا تھا۔ مہدی نثار خاں کا مقابلہ سراج الدولہ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے بہت نازک معاملہ تھا، اور جانکی رام کا جسونت رائے کو اس پر مامور کرنا ظاہر کرتا ہے کہ وہ کس حد تک جسونت رائے پر اعتماد رکھتا تھا۔

(۵) جنگ کامگار و رام نرائن : اس لڑائی کی روداد رام نرائن نے مہابت جنگ کو بھیجی ہے، دستور الانشا[ؑ] میں موجود ہے۔ دو جگہ لالا جسونت رائے کا نام آیا ہے۔ اس لڑائی کا

ؑ سید حسن عسکری صاحب نے دو مجموعۂ خطوط دریافت کیے ہیں۔ ایک میں راجا رام نرائن اور اُن سے تعلق رکھنے والوں کے خطوط ہیں۔ دوسرے کا نام دستور الانشا ہے۔ اس میں منسا رام، فوج دار ترہت (البتہ رام داماد رام نرائن کا چچیرا بھائی تھا) اور اس کے متوسلین کے خطوط ہیں۔ خطوط رام نرائن میں کئی جگہ جسونت رائے کا نام آیا ہے۔ الف خط غلام حسین خاں عرض بیگی کے نام ہے، جس میں ایک پروانے کا ذکر ہے جو عرق گل کیتکی کی طلب میں جسونت رائے کے نام سراج الدّولہ نے بھیجا تھا۔ ب اِسی پروانے کا جواب معلوم ہوتا ہے۔ گو کاتب کا نام نہیں دیا ج بہ نام غم خوار جاں بخشِ دوستاں لالا جسونت رائے جیو۔ کاتب رام نرائن (؟) تولدِ پسر یا نبیرہ کی مبارک باد ہے، "الٰہی چناں کہ ایں خانداں از شمار دشمن ست ایں فرزند تا ابد چراغِ خانہ شماباد" د رام نرائن بہ نام غلام حسین عرض بیگی۔ سراج الدّولہ نے اصطرلاب ساخت لاہور طلب کیا ہے (بقیہ صفحہ ۲۶)

سنہ نہیں دیا ہے، لیکن رام نرائن کے خطوط میں جو حوالے ہیں اُن سے یہ پتا چلتا ہے کہ اِس کا
سالِ وقوع ۸ سنہ جلوس احمد شاہی یعنی ۱۱۶۸ھ ہے۔

(۶) مکتوب سکھ لال بہ نام لالا جسونت رائے: خط کی ابتدا ماموں صاحب قبلہ و کعبہ سے ہے۔
سکھ لال شجاع الملک، حسام الدولہ (یعنی میر جعفر) کی خدمت میں باریاب ہوا ہے۔ جسونت کو
لکھتا ہے کہ عن قریب کسی خدمت پر مامور ہو کر "برادرِ عزیز" کو طلب کروں گا۔ اس سے یہ نتیجہ
نکلتا ہے کہ مسند نشینی میر جعفر (شوال ۱۱۷۰ھ) تک جسونت رائے زندہ تھا۔

(۷) "زمانۂ میر قاسم" و پسر جسونت رائے ناگر با پنجاہ شصت سوار در پیش خود گزاشت
کہ شاید از مدد ایں ہا کارے تواند کرد" مظفر نامہ۔ اشارہ رام نرائن کی طرف ہے۔ اِسی
کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ میر قاسم نے رام نرائن کو اواخر ۱۱۷۴ھ میں گرفتار کیا تھا۔ چوں کہ
اِس موقع پر جسونت رائے کی جگہ پسر جسونت رائے کا ذکر آیا ہے۔ یا تو اس وقت تک انتقال
ہو چکا ہو گا یا فوجی زندگی سے علیحدہ ہو کر رام نرائن کی رفاقت میں زندگی بسر کرتا ہو گا۔ (در کمال

(بقیہ حاشیہ ۲۵) رام نرائن جسونت رائے سے لے کر روانہ کرتا ہے۔ اس سے جسونت کے علمی ذوق کا پتا
چلتا ہے "اصطرلاب تحفہ کارِ ولایت بہم رسیدہ ... بر ظاہر سب کہ اصطرلاب در بازار فروختہ
نمی شود ...... وایں اصطرلاب نزد لالا جسونت رائے بود بہ منت گرفتہ شد و چنیں
کارستانی مقدورِ فلک ہم نیست ..."۔ دستور الانشا میں سکھ لال کے خطوط ہیں، یہ شخص بہ
ظاہر جسونت رائے کا بھانجا تھا۔ اس کے خطوط لالا حکومت رائے (ماموں صاحب)، راجا مجلس رائے (ممو صاحب)،
رائے رام سہائے (بھائی) کے نام موجود ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جسونت رائے کی برادری کے کئی شخص بہار و بنگالہ میں موجود تھے۔

اقتدار رفیقِ راجا رام نرائن ... بود" مبتلا ہے ۱۱۶۵ھ میں بہ روایت سیر وہ جماعہ دار تھا۔ اس کا تحقیقی علم نہیں کہ جماعہ دار کے ماتحت کتنے سپاہی ہوا کرتے تھے۔ اتنا معلوم ہے کہ بعض جماعہ دار ایسے بھی علی وردی خاں کی فوج میں تھے، جو سات سات سو سپاہیوں کے سردار تھے اسیر ۵۳ "شیخ حمید الدین ... جماعہ دار ہفت صدکس ... و شیخ امر اللہ کہ او ہم در جمعیت برابر بہ شیخ حمید الدین بود")۔ اس کا بھی پتا نہیں چلتا کہ آخر تک اسی عہدے پر تھا، یا ترقی ہوئی تھی تین بیٹوں کے نام کتابوں میں ملتے ہیں۔ بھگونت رائے، محمد عابد، اور محمد جوشن۔ دوسرے اور تیسرے حقیقی بھائی تھے۔ اور یہ نام خود ان کے اختیار کردہ ہیں۔ اصلی نام معلوم نہیں۔ بھگونت رائے بھی اِن کا حقیقی بھائی تھا یا نہیں، اس کے متعلق کہیں کوئی اشارہ نہیں ملتا

بھگونت رائے غالباً سب سے بڑا تھا، اور یہی اپنے باپ کا جانشین تھا۔ سکھ لال کے خط میں برادرِ عزیز، سے غالباً یہی مراد ہے، اور مظفر نامہ میں جو دو جگہ پسر جسونت رائے کی طرف اشارہ ہے وہ بھی غالباً یہی ہے۔ رام نرائن کے ساتھ یہ بھی قید ہوا تھا (" واز سرداران راجۂ موصوف پسر جسونت ناگر و سکھ لال را نیز محبوس نمودند" مظفر نامہ)۔ خطوط رام نرائن میں اس کا ذکر کئی جگہ آیا ہے (الف) " در فتوحہ راجا شتاب رائے بہادر، منتظر فقیر بودند، ولالا دیانت رائے با چند سوار و بابو بھگونت رائے با دو سوار ... در فتوحہ ملحق شدند" (ب) ورق ۱۶۸ پر جاگیروں کے سلسلے میں اس کا نام آیا ہے۔ شاید جاگیر اسی کی تھی۔ (ج) ورق ۱۶۹۔ میر جعفر کے معزول ہونے کے بعد کسی تقریب سے اس کا نام آیا ہے۔ (د) "عزیز القدر لالا بھگونت رائے" کی دی ہوئی معجون کا ذکر ہے۔ بنلا سے دوستانہ تھا۔

محمدّ عابد، دل تخلّص، محمد روشن سے عمر میں بڑے تھے۔ سِن میں کیا تفاوت تھا اس کا حال نہیں کھلتا۔ سنہ ۱۱۷۶ھ سے قبل جو ان کی کتاب عروض الہندی کا سالِ تصنیف ہے۔ اسلام قبول کر چکے تھے۔ شاعر، طبیب اور ہیئت داں تھے۔ اوائل میں سپاہی پیشہ بھی ہوں تو عجب نہیں، مبتلا کا قول ہے کہ "تہور اور جرات میں یگانۂ عصر تھے"۔ دیوان نہیں ملتا۔ مرتّب نے چار پانچ سو شعر جمع کیے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

گر یار نے آنے کا وعدہ نہ کیا ہوتا
اب تک دلِ مضطر نے کیا کیا نہ کیا ہوتا

گلۂ کم سخنی تا نہ کرے کشتۂ ناز
ایک دشنام سے تو کارِ مسیحا کرنا

بدنام ہوئے مفت میں حاصل نہ ہوا کچھ
فریاد کی نسبت تو خموشی میں اثر تھا

پھری نہ تیری گلی سے جواب خط لے کر
اجل گرفتہ صبا بھی گئی کہیں پکڑی

وہ اپنی جفا کاری اور ناز و ادا جانے
جو ہم پہ گزرتی ہے سو اُس کی بلا جانے

اے دودِ آہ کہیو اُس ابرِ بہار سے
تو ہو سیاہ مست مروں میں خمار سے

جانتے کیا تھے جوانی گئی اور پیر ہوئے
آج منہ دیکھ ہم آئینے میں دلگیر ہوئے

ذاتی حالات:۔ محمدّ روشن سنہ ۱۱۱۵ھ[9] کے لگ بھگ عظیم آباد میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت بھی

---

[9] سالِ ولادت کہیں نہیں ملتا۔ مرتّب نے رائے قایم کرنے میں جن امور کو پیشِ نظر رکھا ہے وہ حسبِ ذیل ہیں:۔
(الف) حسن نے متاخرین میں شمار کیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ سنہ ۱۱۰۰ھ اور سنہ ۱۱۱۰ھ کے اندر پیدا ہوتے (وجوہ مقدمۂ طبع ثانی میں درج ہیں) (ب) سنہ ۱۱۷۰ھ یا اس سے قبل کے جو اشعار ملتے ہیں ان میں کافی پختگی ہے (عروض الہندی، ص۲۹) (ج) دیوان سنہ ۱۱۹۰ھ کے قرب میں مرتّب ہو چکا تھا (د) اس زمانے میں متعدد خوش گو شاگرد موجود تھے (بقیہ حاشیہ)

غالباً نہیں پائی تحصیلِ علمی کا مفصل حال تذکروں میں نہیں۔ اُس زمانے میں فارسی زبان اور اس کے ادب سے واقفیت اس قدر عام تھی کہ اس کے بغیر کوئی شخص شایستگی کا مدعی نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ کیوں کر مستثنیٰ ہوسکتے ہیں۔ عربی دانی البتہ مشتبہ ہے۔ خاندانی روایات کے اقتضا سے فنونِ سپہ گری بھی سیکھے ہوں گے۔ ابوالحسن اور عشقی نے تیراندازی کا خاص طور پر ذکر کیا ہے ("نصیبے کافی در سلیقۂ تیرِاندازی و دست کاری" مسرت افزا)

ان کی زندگی کا سب سے اہم واقعہ تبدیلِ مذہب ہے۔ آبائی مذہب کو ترک کرکے اسلام قبول کرنے کے کیا اسباب تھے اس پر تذکرے کافی روشنی نہیں ڈالتے۔ بتلانے صرف اتنا لکھا ہے کہ صغرسن سے اسلام کی طرف راغب تھے، تمیز آنے پر مسلمان ہوگئے۔ مرتب کا خیال ہے کہ یہ واقعہ ۱۱۶۰ھ اور ۱۱۶۲ھ کے درمیان وقوع میں آیا ہوگا۔

راجا رام نرائن شیخ علی حزیں کا عقیدت مند شاگرد تھا، اور اُس کے زمانۂ عروج میں

---

(۹) تذکرہ نگاروں نے جن الفاظ میں اِن کا ذکر کیا ہے ان سے پتا چلتا ہے کہ ۱۱۹۰ھ میں کہنہ مشق اور مسلّم الثبوت شاعروں میں شمار ہوتا تھا۔ عمر کسی نے نہیں بتائی لیکن یہ خلافِ قیاس ہے کہ کسی کم عمر شاعر کا اس طرح ذکر کیا گیا ہو۔ (۱۱) 'دست کاری' سے کیا مراد ہے معلوم نہ ہوسکا۔

(۱۰) 'زبان' کے تحت میں اس کی بحث آئے گی۔ اِن دو شعروں سے طبیعیات کے بعض مسائل سے واقفیت کا پتا چلتا ہے، لیکن سُنی سنائی بات بھی ہوسکتی ہے:-

کیا ہے دستِ کرم نے ترے جہاں خالی	رہے ہوا بھی نہ باقی کہ ہو ملا پُر ظن"
بالاتفاق جو کہتے ہیں سب خلا ہے محال	حکیم جتنے ہیں نزدیک اپنے ہیں کودن" ص ۲۵۴

شیخ کا کئی بار عظیم آباد آنا ہوا تھا۔ محمد روشن کا کم سنی کے زمانے میں شیخ کی صحبت سے فیض یاب ہونا، رام نرائن اور جسونت رائے کے[12] تعلقات کا لحاظ کرتے ہوئے، دور از کار قیاس آرائی نہیں، محمّد روشن کے نام شیخ کے دو خطوں کا وجود اس کا مؤید ہے۔ عجب نہیں کہ اسلام کی طرف میلان شیخ ہی کی صحبت کا اثر ہو۔ شیخ کے خطوط بہ طور یادگار درج کیے جاتے ہیں:

از حضرت صاحب و قبلہ حضرت شیخ علی حزیں صاحب علیہ الرحمہ:

(۱) برخوردار محمد روشن محفوظ باشند۔ نوشتۂ او متضمن آں کہ مکرّر عریضہ ارسال داشتہ و جواب نمی رسد و از دیگراں ہم کہ استفسار می کند، خبر معلوم نمی شود، رسید۔ چوں ناتوانی زیادہ شدہ، و اکثر اوقات بیماری بہ شدّت و بر بستر افتادہ است، طاقتے و حالتے نہ ماندہ کہ تواند چیزے نوشت نشستن الحال بسیار مشکل شدہ۔ بہ ہر حال شکر الٰہی واجب ست۔ باید کہ از دعا فراموش نہ نمایند۔ ایں چند کلمہ بہ تاریخ جمعہ بست و نہم شہر محرّم بہ قلم آمدہ۔ عواقب مقرون بہ خیر و سعادتِ جاوید باد۔ بربّ العباد۔

[12] سید حسن عسکری صاحب کا شکریہ واجب ہے کہ وہ ان خطوط سے مرتّب کے تعارف کا باعث ہوئے۔ یہ خطوط مجموعۂ مکاتیبِ رام نرائن میں شیخ کے اور خطوط کے ساتھ ہیں۔ ان کا مکتوب الیہ محمّد روشن پسرِ جسونت رائے کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ رام نرائن سے تعلق رکھنے والا اس نام کا کوئی دوسرا شخص اس زمانے میں نہ تھا۔ یہ معلوم ہو جائے کہ کس سنہ میں یہ خط لکھے گئے تھے تو قبولِ اسلام کا زمانہ ایک حد تک متعین ہو سکتا ہے۔

(۲) برخوردار سعادت یار، محمد روشن معلوم نمایند کہ مرقومہ او رسید، وتنہائی و بے کسی وخستہ جانی او موجبِ الم شد۔ جناب اقدسِ الٰہی صحت بخشیدہ، بہ آرام بدارد، و تدارکِ بے کسی ہا و تصدیعات دینویہ فرماید۔ تا ایں وقت کہ روزِ چہارم شنبہ نہم شہرِ رمضان ست، حیات باقی ست، و بہ ہر جہت مستوجب شکر ست۔ از احوالِ خود اطلاع می نمودہ باشند۔ زیادہ از ناتوانی طاقتِ نوشتن نہ دارد۔ العاقبۃ بالخیر۔

مرتّب کے نزدیک محمّد روشن کی شعرگوئی کی ابتدا سنہ ۱۱۶۰ھ یا کچھ اس کے قبل و بعد سے ہوئی۔ اس زمانے میں عظیم آباد میں شاعری کا گھر گھر چرچا تھا اور حزیں اور درد مند سے خوش گو شاعر اہلِ عظیم آباد کو دہلی کی طرزِ گفتار سے آشنا کر چکے تھے۔ جوشش کے سوا کوئی اور تخلص سننے میں نہیں آیا۔ غالباً ابتدا سے انتہا تک اسی پر قائم رہے۔ فنِ سخن میں کس کے شاگرد تھے اس کا بھی حال نہ کھلا۔ شعرگوئی کے ساتھ عروض و قافیہ کے قواعدِ ضروری سے واقفیت بھی پیدا کی تھی۔ یہ عشقی کا قول ہے، علی ابراہیم خاں تو انھیں عروض کا ماہر ہی بتاتے ہیں۔

واقعاتِ زندگی بہت کم ملتے ہیں بچپن اور عنفوانِ شباب باپ کے زیرِ سایہ آرام سے کٹا ہوگا۔ موسیقی کے شوق، "(در فنِ ستار نوازی دستے دارد ' عشقی) نورتن کی مثنوی ص۲۳۵، ہولی کے قطعے ص۲۳۹ سے کچھ کچھ پتا چلتا ہے کہ شباب کس طرح گزرا ہوگا۔ بعد میں، خواہ اس وجہ سے کہ تبدیلِ مذہب اقربا کی برہمی کا باعث ہوئی ہو، خواہ اس سبب سے کہ سنہ ۱۱۷۴ھ میں رام نرائن کے زوال اور انقلابِ حکومت سے معاش کے دروازے

بند ہو گئے تھے، تکلیف سے گزرتی تھی، اور مجبوراً خاندانی روایات کو بالائے طاق رکھ کے اہلِ ثروت کی ثنا گوئی اور اُن کے آگے دستِ طلب دراز کرنا پڑتا تھا۔ ایک قطعے کے چند شعر ہیں:۔

"کون غم خوار ہے تجھ ذات سوا عالم میں — کیجے کس سے پریشانی احوال بیاں
پڑا پھرتا ہوں میں سرگشتہ بگولے کی طرح — نے کہیں ٹھور ٹھکانا ہے نہ ہے کوئی مکاں
یاالٰہی بہ طفیلِ حضراتِ معصوم[۲۳] — جب تک اس کہنہ سرا میں ہے یہ جوشش مہماں
خوان الوانِ لئیماں سے رکھ اس کو محروم — دے اسے دستِ کریماں ہی سے یک پارۂ ناں
ہے بہت بے ادبی طولِ سخن اس کے حضور — جو زباں داں کہ سمجھتا ہو خموشی کی زباں" ص۲۴

سیّد جبّار علی[۲۴]، بسمل جبار گڈھ کے رہنے والے شاعر اور سخن فہم تھے۔ ۱۱۹۶ھ سے قبل عظیم آباد میں مقیم تھے۔ جوشش نے اِن کے ایک مصرع کی تضمین کی ہے ص۶، اور اُن کی ایک غزل کا جواب لکھ کر صلے کے طالب ہوئے ہیں:۔

"صلہ ہی دیوے گی جوشش کو ہمتِ بسمل — کہ لایا ہے یہ غزل کہہ کے در جواب شتاب" ص۳۱

---

۲۳ غالباً ائمہ اور اہلِ بیت کی طرف اشارہ ہے۔ سنّی انھیں معصوم نہیں سمجھتے۔ گمان ہے کہ شیعہ ہوں گے۔

۲۴ بسمل کا حال گلزارِ ابراہیم میں ہے ص۳۹۔ اُس زمانے میں اس تخلص کا ایک حبشی شاعر، سیدی حمید بھی پٹنہ میں تھا۔ لیکن، جوشش کا اس سے صلے کا خواہاں ہونا زیادہ قرینِ قیاس نہیں۔

ثروت[1] صلہ۴ اور فدوی صـ۱۹۰ کے مصرعوں کی تضمین اور نالاں[3] شاگرد فغاں کی تاریخ وفات دیوان میں پائی جاتی ہے۔ غالباً ان لوگوں سے ذاتی تعلقات تھے۔

ایک بار بہت سخت بیمار پڑے تھے۔ دیوان میں دو رباعیاں ہیں جن میں شفایابی کی دعا مانگی ہے صـ۲۲۵۔ پٹنہ سے باہر نکلنے کا بھی پتا چلتا ہے، لیکن سفر ٹکاری ہی پر ختم ہو گیا تھا یا آگے بھی بڑھے تھے، اس کے متعلق کوئی علم نہیں۔ تذکرہ نگاروں کے بیاں کا اعتبار کیا جائے تو "خوش طینت و نیک اعتقاد، سنجیدہ اطوار و حمیدہ خصال" تھے۔ "عجب و انانیت، خود پرستی و نفسانیت سے دور" "باہمہ و بے ہمہ" زندگی بسر کرتے تھے۔ "خوش اخلاق، گرم جوشی، اور مذاق درویشانہ" مزید برآں تذکرہ نگاروں نے کہاں تک راست بازی سے کام لیا ہے، اور کس حد تک آداب تذکرہ نگاری کی رعایت ملحوظ رکھی ہے، اس کا فیصلہ مشکل ہے۔

وفات کا ذکر کسی قدیم تذکرے میں نہیں۔ ان کے حالات کے جو اصلی ماخذ ہیں ان میں تذکرۂ عشقی سب کے بعد مکمل ہوا ہے۔ اس میں ۱۲۰۵ھ سے ۱۲۳۰ھ تک کے اندراجات ملتے ہیں، لیکن محض اس بنا پر کہ اس تذکرے میں جوشش کا شمار زندوں میں کیا گیا ہے یہ

---

[1] ثروت مفتی غلام مخدوم پھلواروی کا تخلص تھا۔ اکثر علوم خصوصاً منطق میں دخل رکھتے تھے ایسٹ انڈیا کمپنی سے مقدمۂ بہادر بیگ خاں کے سلسلے میں چالیس ہزار رُپے ملے تھے، جس نے عسرت کو خوش حالی سے بدل دیا تھا۔ اردو کے علاوہ فارسی بھی کہتے تھے اور جوہری کے شاگرد تھے۔ تکمیل تذکرۂ عشقی سے قبل انتقال ہو چکا تھا۔ فدوی، غالباً مرزا بھچو دہلوی مقیم عظیم آباد [2] نالاں کا حال گلزار ابراہیم میں ہے۔ [3] ہجو ٹکاری صـ۲۳۲۔ ٹکاری ضلع گیا کا ایک مشہور قصبہ ہے۔

دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ ۱۲۳۰ھ تک وہ بہ قیدِ حیات تھے، اس لیے کہ متعدد شاعر جو یقینی طور پر ۱۲۳۰ھ سے قبل ہی مر چکے تھے تذکرۂ عشقی کے صفحات میں زندہ نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہی کہ مختلف شاعروں کے حالات مختلف زمانوں میں لکھے گئے ہیں، اور یہ فیصلہ کہ کس کا حال کس زمانے میں رقم ہوا، جب تک خود عشقی نے اس کی طرف اشارہ نہ کیا ہو، یا کوئی اور داخلی شہادت اس کے متعلق نہ ہو، ناممکن ہی۔ بعد کے تذکروں میں جوشش کا ذکر ممکن ہی کہ بہ صیغۂ ماضی ہو، لیکن ان کے مصنف جوشش سے ذاتی طور پر واقف نہیں، اور انھوں نے زمانۂ ماضی کے شعرا میں ان کا شمار محض قیاساً کر لیا ہی۔ عشقی کے بعد اہلِ عظیم آباد میں سے عاشقی اور عبرتی نے تذکرے لکھے بھی تو ان میں ریختہ گو شاعر کا ذکر نہیں کیا۔ اس صورت میں قطعی طور پر جو کچھ کہا جا سکتا ہی، وہ اس سے زیادہ نہیں کہ ۱۲۱۶ھ تک زندہ تھے؛ مشتاق کی وفات کا قطعۂ تاریخ جو دیوان میں موجود ہی اس کی شہادت دیتا ہی۔

تلامذہ: تذکرۂ عشقی میں جوشش کے چار شاگردوں کا ذکر ملتا ہی، قرائن اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ سب ان کے قدیمی شاگرد ہیں جن کی شعر گوئی کا آغاز ۱۱۹۲ھ میں یا اس سے پیشتر ہی ہو چکا تھا۔ قدیم تذکروں کی ورق گردانی سے اس تعداد میں اضافہ ہونا ممکن ہی۔

مشتاق: محمد قلی خاں۔ ان کے والد مرزا ہاشم قلی خاں ہیبت جنگ کے داروغۂ دیوان خانہ تھے۔ موسیقی سے شوق تھا۔ ان کی شمشیر شناسی، آداب دانی، اور نازک مزاجی کا عشقی نے خاص طور پر ذکر کیا ہی "بود مشتاق لقاے حیدر" تاریخِ وفات ہی۔ اس سے

سنہ ۱۲۱۶ھ نکلتا ہے۔ یہی تاریخ اشپرنگر کے پیش نظر تھی۔ اس کا یہ قول صحیح نہیں کہ اس سے ۱۲۰۶ بھی مستخرج ہو سکتا ہے۔ جوشش نے جو تاریخ نکالی ہے ص۲۱۴ اس سے بھی یہی سنہ نکلتا ہے۔ مشتاق بھی اگر جوشش کی کچھ اعانت کرتے ہوں تو تعجب نہیں۔

ع: دل دیں جگر دیں جان دیں سر کو فدا کریں ÷ تو ہم سے جو کہے ابھی ائے بے وفا کریں

ف: کیا سمجھے ہو اس دل کو جو ہے ساتھ ہمارے ÷ دشمن ہے کہ پہلو میں ہے دن رات ہمارے

حیران: میر منو عظیم آبادی۔ مسرت افزا کی تالیف سے قبل انتقال کر چکے تھے۔

ع: نہیں رہتے ہو تم ہر چند میں کہتا ہوں رہنے کو ÷ چلے جاؤ بھلا رہ جائے گی یہ بات کہنے کو

ع: روئیے کس کے لیے اور کس کا ماتم کیجیے ÷ عمر جاتی ہے چلی کچھ اپنا ہی غم کیجیے

نیاز: میر افضل علی[۱] عرف میر جان، ہمشیرزادۂ میر محمد سلیم سلیم عظیم آبادی۔ اوائل میں جوشش کے شاگرد تھے، بعد میں سلیم وغیرہ سے استفادہ کیا۔ ان میں یہ بڑا عیب تھا کہ دوسروں کے شعر اپنے نام سے پڑھتے تھے سلیم کے دیوان کو تو یہ اپنی ملک ہی سمجھتے تھے۔

ع: یہی خوف رہتا ہے بسمل کے دل میں ÷ ترحم نہ آ جائے قاتل کے دل میں

تمنا: مرزا علی رضا ساکن عظیم آباد، "از شاگردان شیخ محمد روشن، جوشش"۔

ع: دشت میں خاک بہ سر پھرتے ہیں غم کرتے ہیں ÷ لوگ جس بات کو ہنستے ہیں وہم کرتے ہیں

ع: اب تلک جیتا ہوں میں کیا سخت میری جان ہے ÷ دل کے سو ٹکڑے ہیں ہر ٹکڑے میں سو پیکان ہے

---

[۱] ماخوذ از تذکرۂ عشقی

تصانیف

شورش و مبتلا کا بیان ہے کہ جوشش نظم و نثر میں صاحب استعداد تھے، لیکن نظم میں دیوان اور نثر میں رسالۂ قافیہ کے سوا کسی اور کتاب کا سراغ نہیں ملا۔

دیوان: دیوانِ جوشش کا صرف ایک نسخہ دستیاب ہوا ہے۔ شوق نیموی مرحوم نے جو صوبۂ بہار کے مشہور شاعر، زبان داں اور عالم دینیات تھے، چالیس پچاس سال قبل اس کا ذکر یادگارِ وطن میں کیا تھا۔ ضروری اقتباسات درج ذیل ہیں:-

"اس دیوان کو جناب والد مرحوم نے ... نقل کیا ہے۔ ہر صفحے میں ۱۱ شعر ہیں۔ ۹ اجزا میں تمام کیا ہے۔ اس دیوان میں قصائد بھی ہیں۔ آخر میں ایک آدھ تاریخ بھی ہے جس سے ثابت ہے کہ میر و مرزا کے ہم عصر تھے ..... افسوس کہ دیوان کی نایابی سے عظیم آباد کے شعرا بھی جوشش سے واقف نہیں۔ جناب شاد عظیم آبادی نے نوائے وطن میں ذکر تک نہیں کیا، سبب کیا وہی گمنامی اور اِس دیوان کی نایابی، ورنہ ضرور جوشش کو راسخ مرحوم کے پہلو بہ پہلو جگہ دیتے۔ بہ ہر کیف یہ دیوان ہر چند پُرانا ہے مگر کلام پاکیزہ اور استادانہ ہے ص ۲۹ تا ۳۵

افسوس ہے کہ یہ نسخہ اپنی اصلی حالت میں ہم تک نہیں پہنچا، اس کے متعدد اوراق غالباً

یادگارِ وطن کی تصنیف سے قبل ہی ضائع ہو چکے تھے۔ تعجب ہے کہ شوق مرحوم نے مطلقاً اس کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی تفصیل آگے چل کر معلوم ہوگی۔ صفحۂ اوّل کے وسط میں کاتبِ دیوان کے قلم سے یہ الفاظ مرقوم ہیں۔ "دیوان روشن علی جوشش عظیم آبادی" اس کے بعد کے سات صفحے بالکل سادہ ہیں۔ نویں صفحے سے چوبیسویں تک قصیدے ہیں۔ نویں صفحے کے اوپر کا حصہ ضائع ہوگیا تھا، شوق مرحوم نے اس کی مرمّت کی ہے، قصیدۂ اوّل کا عنوان اُنھیں کے قلم سے ہے اور غالباً اُنھیں کے مذہبی غلو کا نتیجہ ہے۔ اس صفحے پر ۴ شعر ہیں۔ چوبیسویں صفحے پر آخری قصیدے کے ۶ ابتدائی اشعار موجود ہیں، اور چوں کہ اس کے بعد کے اوراق غائب ہیں، یہ قصیدہ ناتمام رہ گیا ہے۔ کاتب نے اپنے دستور کے مطابق ایک گوشے میں وہ الفاظ دیے ہیں جن سے ساتواں شعر شروع ہوتا ہے "عبث ہیں ساکے" (کذا)۔ اس قصیدے کے باقی اشعار کے علاوہ اور کتنے قصیدے ضائع ہوئے ہیں اس کے بارے میں قطعی طور پر کچھ کہنا ناممکن ہے۔ دو چار قصیدے اپنے ہم عصر اہلِ دول کی شان میں کہے ہوں تو عجب نہیں۔ تیرھواں ورق حضرتِ شوق کا لگایا ہوا ہے، اور اس میں ایک لفظ بھی اصلی کاتب کے قلم کا نہیں۔ پچیسویں صفحے کے وسط میں دیوانِ جوشش لکھا ہے، اور چھبیسویں صفحے پر غزل کے ۱۲ شعر ہیں۔ اس کے بعد کے ۴ ورق شوق کے مرمّت کیے ہوئے ہیں۔ اور ہندسے ابتدا سے کتاب سے اوراق مذکورہ تک ندارد ہیں۔ آگے چل کر دو سلسلے ہندسوں کے ملتے ہیں، ایک قدیم اور دوسرا جدید، اِن دونوں کے مقابلے سے مرتب اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ قصائد کے

اوراق کے علاوہ ۱۴ ورق حسب تفصیل ذیل غایب ہوگئے ہیں :-

(۱) ابتدا کے دو ورق غائب ہیں ۔ دیوان کا افتتاح جس غزل سے ہوتا ہے وہ اصل میں پہلی غزل نہیں ۔ قدیم تذکروں میں ردیف الف کی متعدد غزلیں ملتی ہیں جو دیوان میں نہیں ۔ یہ غزلیں اُن غزلوں میں ہیں جو ابتدائی ورق ضائع ہوجانے کی وجہ سے دیوان سے غائب ہیں ۔ مرتّب کا خیال ہے کہ دیوان کی سب سے پہلی غزل یہ تھی :-

"کس طرح سے ہو شرح و بیاں رازِ نہاں کا   قدرت نہ قلم کی ہے نہ مقدور زباں کا"

ایک تو یہ کہ اس زمین میں بہ کثرت شاعروں کی افتتاحی غزلیں ہیں ، دوسرے یہ کہ تذکرۂ شورش وغیرہ میں جوشش کے اشعار کا انتخاب مطلع بالا سے شروع ہوتا ہے ۔ شورش جس نے ۱۵۰ شعر انتخاب کیے ہیں مطلع سر دیواں کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

(۲) ۳ ورق : ۲ ، تا ۴ ، ۔ ن میں ورق ۱ ، اِس مصرع پر تمام ہوتا ہے :

'سدا رکھتے ہیں مستاں شیشہ و پیمانہ پہلو میں' صہ۱۱ ط ۔ اس کے بعد کا ورق ن میں اِس مصرع سے شروع ہوتا ہے "عز درِ بندگی دل سے اٹھا دے خاکساری کر" ضمیمہ

(۳) ۱ ورق : ۸۲ ۔مصرعِ آخرِ ورق ۱۸ ن "مہرباں نامہرباں ہم پر بھلا بہتر نہ ہو" صہ۱۳۱ ط ۔ ابتدائے ورقِ مابعد" جوشش نہ سر اُٹھانے دے واں بارِ انفعال" ضمیمہ

(۴) ۲ ورق : ۱۰۶ و ۱۰۷ ، مصرعِ آخر ورق ۱۰۵ ن "جو خدا چاہتا ہے ہوتا ہے" صہ۱۷۱ ط ابتدائے ورقِ مابعد" . . . سو جان بہ لب ہے صہ۱۷۱ ط ۔

(۵) ۵ ورق : ۱۱۹ تا ۱۲۳ — مصرعِ آخر ورق ۱۱۸ "وہی ہم خانہ بر دوشوں کا جوشش ہم سفر ہوئے" صـ۱۹۱ـ ط۔ آغازِ ورق مابعد "توں خوار ہو رہا ہے سفید آئینے کا منہ" ضمیمہ۔

(۶) ا ورق : ۱۳۸۔ مصرعِ آخر ورق ۱۳۷ "خدا جانے یہ الفت کیا کرے گی"۔ صـ۲۱۶ـ ط ابتدائے ورق مابعد "کس کو میں منصف بدوں ٹک آپ ہی انصاف سے" ضمیمہ۔

شوق مرحوم کے اِس دیوان پر اور بھی احسان ہیں۔ اصل دیوان میں جہاں جہاں کچھ ٹکڑے ضائع یا کمزور ہو گئے تھے، اُنھوں نے حسبِ ضرورت چھوٹی بڑی چٹیاں لگائی ہیں، اور سادہ جگہ پر اشعار یا مصرع یا مصرعوں کے ابتدائی یا انتہائی الفاظ خود لکھے ہیں۔ دیوان میں کہاں کہاں یہ عمل ہوا ہے۔ اُس کی فہرست بہ قیدِ صفحہ و مصرع ذیل میں دی جاتی ہے۔ حضرتِ شوق کا اصل کے مطابق نقل کرنا متیقن نہیں:-

۱ـ ۱ تا ۲۶، ۲ـ ۱ تا ۶، ۲۹ تا ۳۴، ۳ـ ۲۷ تا ۳۰، ۴ـ ۲۳ تا ۲۶، ۵ـ ۱۲ تا ۲۴، ۶ـ ۱۳ تا ۱۸، ۷ـ ۹ تا ۱۲، ۸ـ ۵ تا ۸، ۲۹ تا ۳۱، ۹ـ ۱۷ تا ۱۹، ۱۵۹ـ ۲۷، ۲۹، ۱۶۵ـ ۱۸ انتہا، ۱۶۶ـ ۱۱، ۱۳، ۱۵ کل ابتدا ۳۳، ۳۱، ۲۹، ۲۷، ۲۵، ۲۳، ۲۱-۱۲ کل انتہا ۱۰، ۸، ۶، ۴، ۲ ۱۶۳ـ ہر سہ ابتدا ۱۶۴ـ ۳، ۵، ۷، ہر سہ ابتدا ۱۸۱ـ ۱، ۳، ۷، ۹، ۱۱ ۱۸۲ـ ۲۹، ۳۱، ۳۴ ۱۸۳ـ ۱، ۳، ۵، ۷۔ ابتدا ۱۸۷ـ ۲۰، ۲۴، ۲۶ ۱۸۸ـ ۱۷، ۱۹، ۲۱، ۲۳ ۱۹۰ـ ۵، ۶ ابتدا ۷، ۸ ابتدا ۱۹۳ـ ۲۵ ابتدا ۲۰۳ـ ۱، ۲ ابتدا ۲۱۰ـ ۳، ۴ انتہا ۲۱۱ـ ۱، ۲ انتہا مخمس سوم بندِ آخر ۲۳۲ـ ۱۹، ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷،

۲۹ ۲۳۶ ۳ ۲۳، ۲۵، ۲۶، ۲۷ ہرسہ ابتدا ۲۳۷ ۱، ۳، ۵ ہرسہ ابتدا ۲۳۸ ۱۳، ۳۴، ۳۳ ۲۳۹ ۱، ۱،
۳ ۲۴۱ ۲۲، ۲۴، ۲۶، ۸ ۲ ۲۸ کل انتہا ۲۴۲ ۱۰، ۱۱، ۱۲ ۲۴۳ ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۱
۲۴۴ ۳۴ ۲۴۵ ۲، ۳، ۳ ابتدا ۲۴۶ ۱ ابتدا ۲۴۸ ۲۰، ۲۲ ہر دو انتہا ۲۴۹ ۱۵، ۱۷، ۱۸،
۱۹، ۲۱ کل ابتدا ۲۵۱ ۳۳، ۳۵ ۲۵۳ ۱، ۳، ۵ ۔ ۷، ۹ ہر دو ابتدا

ذیل کے مصرع ضمیمے میں ہیں: نہ ہوں میں چرب الخ بہ رنگِ شمع ارادہ الخ خوں خوار ہو رہا ہی الخ ۔

شوق مرحوم نے بعض صریح اغلاط کتابت کی تصحیح علاوہ کہیں کہیں اپنے عہد کی زبان یا اپنے ذوق کے مطابق کلام جوشش پر اصلاح بھی دی ہی۔ بعض مقامات پر اگر کسی تذکرے میں (غالباً گلشنِ بے خار) کوئی شعر ان سے مختلف نظر آیا ہی اور یہ صورت اِن کے نزدیک قابل ترجیح ہی تو اصل میں ترمیم کر دی ہی۔ بدقسمتی سے مرتب پر اس حقیقت کا انکشاف اُس وقت ہوا جب کتاب کے دو تین جزو چھپ چکے تھے۔ اور اِن اجزا میں شوق نے جو تصرفات کیے تھے وہ ط میں بھی آ گئے ۔ بعض تصرفات کا حواشی میں ذکر ہی، بقیہ کی فہرست ذیل میں درج ہی:-

اِن، کن، جن، کی جگہ اس، کِس، جس ۲ ۱، ۷، ۶ ۱۲، ۲۸، ۷ ۱۷، ۸ ۲۳، ۱۰ ۲۱ ۱۵ ۲، ۳۲ ۱۶ ۱۲، ۱۲ ۲۷ ۴، ۶، ۸، ۲۲ ۲۸ ۱۰ ۲۹ ۲۴ ڈبانا کی جگہ ڈبونا ۱۶ ۷ ۲۵ ۳۴ زور کی جگہ اور ۲۷ ۱۰ ۔ ۱۶ ۲۰ "کبھی اُس گل نے نہ جوشش کی طرف کان کیا" ۲۹ ۱۲ "لیکن تجھے خدا نے کیا دل ربا بنایا" اصل مصرع پر مذہبی نقطۂ نظر سے اعتراض

وارد ہوتا تھا، ۳۵ ، طرف کی جگہ سمت ۱۵۸ ۲ میاں کی جگہ مجھے ۱۶۵ ۲۰ فلانی کی جگہ وہ بت۔ ضمیمہ: "جھکتا سوے داماں ہے گریبان ہمارا" اس مصرع میں نشان زدہ الفاظ۔ اصلی الفاظ اس طرح قلم زد ہیں کہ پڑھے نہیں جاتے۔

کہیں کہیں حاشیہ بھی چڑھایا ہے۔ عموماً خاتمے پر شوق نیموی، درج ہے: ۵/۲۲ "متقدمین بھوکا بدون ن استعمال کرتے تھے مگر متاخرین ن کے ساتھ استعمال کرتے ہیں" ۲۵/۸ متقدمین دَہ بہ فتح بولتے تھے (پڑھا نہیں جاتا) بہ ضم مستعمل ہے" یہ عبارت کاٹ دی گئی ہے۔ اور وہ شعر بھی جس کے متعلق یہ عبارت ہے ۱۶/۲ ۔"اس قسم کے الفاظ میں جہاں ترکیب فارسی رہتی ہے اگرچہ متاخرین اعلانِ نون نہیں کرتے، بلکہ معیوب جانتے ہیں۔ مگر متقدمین اعلان بھی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ذوق دہلوی کے کلام میں جا بجا موجود ہے۔"

۱۶/۱۹ لفظِ سیر کو طبقۂ اولیٰ والے مذکر استعمال کرتے تھے"۔ ن میں ۳ مسلّم غزلیں اور بہتیری غزلوں کے متعدد اشعار قلم زد ہیں، ایک غزل (قوافی براے، صداسے ردیف ہوا) کے مقابل لفظِ خارج، لکھا ہوا ہے۔ یہ غزلیں اور اشعار ضمیمے میں درج ہیں، اور غالباً اِن میں زیادہ تر اشعار حضرتِ شوق کے قلم زد یا خارج کیے ہوئے ہیں۔ حضرتِ شوق پر اعتراض فضول ہے، اُن کا نہیں اُن کے عہد کا قصور ہے۔

کتاب کے خاتمے پر کاتب نے حسبِ ذیل عبارت لکھی ہے:-

"تمام شد بہ تاریخ چہاردہم شہر شعبان ۱۲۳۸ فصلی، بہ مکان شیخ قمر علی صاحب

بہ محلّہ گولکھ پور من محلاتِ شہر پٹنہ بہ وقتِ گزشت یک پاس شب تحریر یافت۔

جملہ اوراق ایں کتاب زر نگار — یک صد و پنجاہ و یک اندر شمار

غزل کل جوشش بہ خطِ منجلی — ختم شد از بندۂ سبحان علی

من نوشتم صرف کردم روزگار — من نہ مانم ایں بماند یادگار

من سبحان علی ولد شیخ دھومن ساکن موضع نیمی پرگنۂ غیاث پور ضلع بہار"

کاتب کا حال یادگار وطن میں موجود ہے، سال ولادت ۱۲۲۱ھ اور سال وفات ۱۲۹۶ھ ہے ص ۲۹ تا ۳۵۔ مرتب کا خیال ہے کہ کاتب نے قصائد کو دیوان سے الگ لکھا تھا۔ اور ۱۵۱ ورق صرف دیوان کی ضخامت بتائی گئی ہے۔ آج کل اس کتاب میں قصائد کو چھوڑ کر ۱۳۰ ورق ہیں! کاغذ سفید معمولی ہے اور کمزور، متعدد مقامات پر بوسیدہ ہو کر پھٹ گیا ہے، جس کی وجہ سے مصرع ناقص رہ گئے ہیں۔ کیڑوں نے بھی کہیں کہیں اسے خراب کیا ہے۔ خط نستعلیق شکستہ آمیز ہے۔ لیکن نہایت خام، روشنائی پھیکی، اور مسطر ۱۷ سطروں کا ہے۔ کاتب نے مقطعوں کو عموماً دو سطروں میں لکھا ہے، اس لیے زیادہ تر فی صفحہ چودہ پندرہ شعر ہیں۔ کاتب کی غلط نویسی کی کوئی انتہا نہیں، یائے مجہول و یائے معروف، ہائے مخلوط و غیر مخلوط، ک اور گ میں تو فرق کی توقع ہی فضول ہے، لیکن غضب یہ ہے کہ جہاں نقطوں کی ضرورت ہے وہاں نقطے نہیں دیتے اور جہاں ضرورت نہیں وہاں بڑھا دیتے ہیں۔ عربی الفاظ کا املا اکثر غلط ہے، ز کی جگہ عموماً ذ لکھتے ہیں، اور سیکڑوں مقام پر الفاظ چھوڑ دیے ہیں۔ کاتب کی غلط نویسی کا صحیح

اندازہ انھیں اصحاب کو ہو سکتا ہے جن کی نظر سے یہ کتاب گزری ہے۔ اس کا مفصل ذکر حواشی میں ہے۔ بہ طور نمونہ ایک دو شعر ملاحظہ ہوں۔

یہ وہ مطلع ہے خطا ہے کہ ہو جای کتاب ؛ مدے کہ جو پڑے کا عین ٹک اِسکے نہنگ ص۲۵۱
یہ معجزا ھی کہ شق القمر کیا تونے ؛ یہ معجزا ھی زمزکان خل لعل دی یار ص۲۴۲

مرتب نے تصحیح کی بہت کوشش کی ہے لیکن بہت سے شعر ایسے رہ گئے جن کی صحت مشتبہ ہے۔ بعض اشعار یا مصرع جن کا غلط رہ جانا یقینی ہے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں: ۔

ص۳۱ فرنگی زادے نے لے کر خطِ تقدیر پر لکھا ص۳۲ غربت زدوں کی نالہ رکھتا نہ باغ باں ۔ ص۴۵ ہیں تکیہ بانکی تری پرواز ہیں گویا ص۸۵ ہوتے دیکھی نہ موافق کسے جب بھنگ سے بھنگ ص۲۳۳ زندی نہیں ہے آشیانہ چغد ص۲۵۲ خدا علیم ہے اس کو یقین الخ ص۲۵۳

جہاں تک کہ واں پیش حسن محبوباں ط کی ترتیب ن سے اور ذیل میں مختلف ہے:

ط میں قصائد کل اصنافِ سخن کے بعد ہیں۔ دو غزلیں ردیف پیالہ، مزہ حرف الف سے حرف ہ میں اور ایک غزل 'دونوں' ردیف حرف واو سے حرف نون میں داخل کی گئی ہے۔ خارج شدہ اور قلم زدہ اشعار الگ سے ضمیمے میں درج ہوئے ہیں۔ اور اسی میں وہ اشعار بھی شامل ہیں جو کاتب ط نے سہواً نقل نہیں کیے۔ مرتب نے غزلوں کے شمار اور عنواناتِ ذیل اپنی طرف سے بڑھائے ہیں: غزلیات، مخمسات، مثنویات قطعات، قصائد۔ ص۲۲۱ "متفرق اشعار" کی جگہ ن میں عبارتِ ذیل ہے: "تمام شد، دیگر متفرقات بہ تاریخ سیزدہم شہر شعبان ۱۲۳۸ فصلی"

ط میں جہاں نقاط ہیں، وہاں، ن میں محش الفاظ ہیں، کرم خوردہ ہے یا عبارت پڑھی نہیں جاتی۔ تفصیل حواشی میں دیکھی جائے۔

دیوان مطبوعہ میں مختلف اصنافِ سخن کے جو اشعار ہیں ان کی مجموعی تعداد ۴۳۳۴[1] ہے۔ غزل ۳۷۲۴، متفرق اشعار ۴۰، رباعی ۸۲، مخمس ۹۵، مثنوی ۱۰۵، قطعہ ۴۲، قصیدہ ۲۴۶۔ ضمیمے میں جو ۱۵۴ اشعار ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔

ن کا سالِ کتابت ۱۲۳۰ھ فصلی مطابق ۱۲۴۷ھ ہے۔ کاتب نے اپنے منقول عنہ کے بارے میں کسی قسم کی اطلاع نہیں دی، اور اگر یہ مان لیا جائے کہ کاتب نے نقل اصل کے مطابق کی ہے تو منقول عنہ کے غیر معتبر ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا، اور نہ اس کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ جوشش کے کُل کلام پر حاوی تھا۔ شورش نے ۱۱۹۲ھ کے لگ بھگ اشعار کی تعداد تین ہزار بتائی ہے، اور ان کے ضائع شدہ اوراق بھی محسوب کر لیے جائیں تو اشعار پانچ ہزار سے زیادہ نہیں ہوتے۔ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ جوشش کا انتقال ۱۲۰۰ کی جگہ ۱۲۲۰ھ کے پس و پیش ہوا جب بھی، ابتدا کے ۲۰ برسوں کے اشعار تین ہزار اور آخر کے تیس برسوں کے اشعار دو ہزار ہوتے ہیں، اور یہ اس بنا پر کہ اوائلِ مشق کے اشعار زیادہ تر دیوان میں داخل نہیں کیے جاتے قرینِ قیاس معلوم نہیں ہوتا۔

---

[1] معیار بانکی پور، مارچ ۱۹۳۶ء میں دیوانِ جوشش پر ایک مضمون چھپا تھا، اس میں تعداد اشعار وغیرہ میں غلطی ہوئی ہے۔ تین مصرع اور انیس شعر جن کی تضمین کی گئی ہے، دوسرے شاعروں کے ہیں۔

رسالۂ قافیہ: اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانۂ مشرقیہ میں ہے جس کا حال اس کتب خانے کی مطبوعہ فہرست میں ہے۔ ایک نقل جو ابھی حال میں لی گئی ہے پیش نظر ہے۔ یہ ۲۲ صفحوں پر ہے۔ کسی صفحے میں چودہ کسی میں پندرہ اور کسی میں سولہ سطریں ہیں۔ ابتدا کی تین سطریں یہ ہیں، بعد حمد الٰہی و نعت حضرت رسالت پناہی کہ تحریر و تقریر آں نامتناہی ست۔ ایں مختصرے ست مشتمل بر علم قوافی کہ بہ پاس خاطر میر محمد امین صاحب سلّمہ اللہ تعالیٰ، فقیر حقیر محمد روشن متخلص بہ جوشش از رسائل ہا تالیف نمودہ، قواعدات فارسی را بہ چند فصل بیاں می نماید"۔ اصل نسخے میں کاتب کا نام نہیں لیکن تاریخ کتابت چہارم رمضان المبارک ۱۲۱۳ھ فصلی درج ہے۔ رسالے میں کوئی خاص بات نہیں، اور نہ اس کی تالیف جوشش کے لیے باعث فخر ہو سکتی ہے۔ مثالیں سب کی سب فارسی سے دی گئی ہیں۔ بیان کہیں کہیں اُلجھا ہوا بھی ہے۔ ممکن ہے کہ کاتب کی غلطی اس کی ذمہ دار ہو۔ دو تین اقتباس بہ طور نمونہ ملاحظہ ہوں:

"قدما بر آنند کہ قافیۂ معروف و مجہول را در یک شعر جمع نہ کنند، و متاخرین جائز داشتہ اند، چنانچہ در مطلع شیخ محمد حزیں کہ از شاعران متاخرین ست آوردہ:

"زاں رو کہ زد بہ بلبل پر شور پشت دست تا حشر بنگر و گل مغرور پشت دست"[1]

---

[1] اس زمین میں جوشش کی ایک غزل بھی ہے ط ص۱۴۴ حزیں کا کوئی اثر کلام جوشش پر ہے یا نہیں، یہ مسئلہ تحقیق کے قابل تھا، لیکن مرتب کو ادھر توجہ کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ جوشش کی بعض غزلیں دو دو شعر کی ہیں اور تیرہ شعر سے زیادہ کی کوئی غزل نہیں۔

"باید دانست کہ آوردنِ ردیف در شعر واجب نیست بہ خلافِ قافیہ کہ جزوِ ذات شعر ست، و ردیف واجب التکرار ست، تغیرِ او جائز نیست، مگر وقتے اشارتے بہ تغیرِ او نمائید ...... و ردیف بے کار آوردن عیب ست"۔

آخر میں جوشش نے شعر کی بارہ قسمیں بتائی ہیں۔ قصیدے کی تعریف یہ کی ہے کہ مطلع ہو اور اشعار کی تعداد سولہ سے کم نہ ہو، غزل تین شعر سے کم اور پندرہ شعر سے زیادہ کی نہیں ہوتی۔ مقررہ چوبیس اوزان کے علاوہ بھی استادوں نے دوسرے اوزان میں رباعیاں کہی ہیں۔

جوشش نے معیار الاشعار کے سوا کسی دوسری کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔

زبان اور املا

جوشش کی زبان وہی ہے جو اِن کے دہلوی معاصروں کی ہے، بلکہ بعض باتوں میں اِن کی زبان اِن کے معاصرین کے مقابلے میں ہماری زبان سے قریب تر ہے۔ بہاری اثر دو ایک جگہ نظر آتا ہے۔ ناگن بہ کسرِ گ ص۱۸۱۔ لیکن، بہ خوبی ممکن ہے کہ یہاں قلم کی غلطی ہو۔ لفظِ خوردک یا خردک ۲۵۰ بہ ظاہر فارسی ہے، لیکن، لغات فارسی میں نہیں ملتا، اور نہ اُردو کے ان لغات میں ہے جو دہلی اور لکھنؤ میں مرتب ہوئے ہیں۔ یہ ایک باجے کا نام ہے، بہار میں اب تک سنا جاتا ہے۔ ط میں سوا ایک آدھ لفظ کے قدیم املا کی پابندی نہیں کی گئی۔ زبان کی بحث میں ط سے مثال کے لیے صرف صفحات کا حوالہ دیا گیا ہے، اور کہیں کہیں اشعار کا۔ جن عنوانات کے تحت الفاظ بڑی تعداد میں ہیں وہاں

اِس کا لحاظ رکھا گیا ہو کہ اُسی ترتیب سے آئیں جس سے ط یں ہیں۔

عربی فارسی: (۱) عربی فقرے دو چار جگہ استعمال ہوئے ہیں لیکن اُن سے جوشش کی عربی دانی کے متعلّق کوئی قطعی رائے قائم کرنے میں مدد نہیں ملتی: اللہ معک ۲۵۰، لحمی لحمک ۲۵۰، (۲) نامانوس عربی، فارسی الفاظ اور مصطلحات بہت کم ہیں: سیاہ چشم ۹۴ (بے مروّت)، پشت ۴۶ ا ر مصحفی دیوان پنجم)، الس ۱۴۶/۲۶ (ترکی میں الوس وا وِ غیر ملفوظی کے ساتھ۔ اُردو میں قفس کا ہم قافیہ:

"دل ساتھ دواؤں کا تو مت چھوڑ جتوں میں کوئی بھی بگاڑے ہی کہیں اپنی الس سے" میرحسن)

بارہ ۲۳۲، ترتیزک ۲۴۴/۴۴ ("ترہ تیزک کہ سبزہ کہ تخمش را بہ ہندی ہالم وچند سور نامند" مؤیّد الفضلا) سہم ۲۵/۱۴ حاشیہ (تیر)، چھلتہ ۲۵۱ (یا چلتہ ایک قسم کی زرہ:

"اطلس ہفت فلک ہو جو عدو کی چلتہ کٹے اِس طرح وہ اُس سے کہ چھری سے جوں پیاز" سودا)

(۳) لفظی و معنوی تصرّفات، اور ہندستانیوں کے عربی فارسی مادّوں سے بنائے ہوئے مفردات و مرکّبات ان میں سے کچھ تو غلط العام میں داخل ہیں، لیکن بعض کے متعلّق یہ توجیہ نہیں کی جا سکتی: چارچشمی ۲۰ (غالباً ہندستانی محاورے سے ماخوذ)، قسمی ۳۶ (بظاہر قسم کھانے والا)، خود رفتہ ۲۱، گدازگی ۳۹، سخنگی ۸۰، باغ و بہار ۱۵۹ (سودا و مصحفی)، مؤثر ۸۷ و ۱۶۰ و ۱۹۳ (مؤثّر)، خطرہ ۲۳۲ (خطر)، نقش کالحجر ۱۷۲ (عربی میں کالنقش فی الحجر۔ سودا، نثار، ظفر: "تجھ پر یہ قتل ہی جو مرا نقش کالحجر" سودا مخمّس)، رذالوں ۱۴۷ (املا ذیاز؟)، امیدِ توقع ۱۸۴، چشمِ توقع ۲۴۴ (اوباش شاگردِ مصحفی کے یہاں "چشمِ امید" ملتا ہی۔

تذکرۂ ہندی) (۴) فارسی کی تقلید میں فعل وغیرہ کی صفت اس طرح لاتے ہیں کہ حروف ربط وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی: تیغ نہ بولا ۹ ۴، گرم مت مل ۷۰، ہستی بے رنگ وسیع ہی ۴۷ ۔ بیہدہ آغاز نہ کر ۵۶، سرسری گزر ۱۷۶ (۵) فارسی حروف جار ورابط وغیرہ کا استعمال اتنی بے اعتدالی کے ساتھ نہیں جتنا سودا کے یہاں ہی: بہ دل ۵، برسر جنگ ۴۳، درجواب ۹۳، تا منتہائے صبح ۴۰، زبس ۱۵، برائے قاصد ۵۲، برائے شغل ۰، بر تقدیر، بہ انداز چراغ، با فراغ ۸۸، ازبس کہ سرتا بہ قدم ۱۰۰، بہ سانِ مضموں، بہ از قصیدہ ۱۴۹، درپے آزار، بہ جوش وخروش ۱۷۰، جیب سے لے تا بہ داماں ۱۷۴، تا بہ سحر ۱۸۵، بہ ایں عنوان ۲۰۸، تا کے، تا بہ کے، بہر تعظیم ۲۱۱، تا بہ چوکھٹ ۲۳۳، بیش از اُس کے ۲۵۱ (۶) فارسی کی تقلید میں علامتِ اضافت (کی، کا) کو حذف کر دیتے ہیں، یا از، را وغیرہ کا روزمرّۂ اُردو کے خلاف لفظی ترجمہ کرتے ہیں: اگر اوج آرزو ہی ۲۰۴، ۱۳۱ (۷) فارسی مصادر اپنی اصلی شکل میں کہیں نہیں ملتے، اضافہ یا کے ساتھ جیسے گردن زدنی اور آمدنی ۱۶۰ البتہ پائے جاتے ہیں (۸) الف ندا صرف لفظ ساقی اور شاہ (یا شہ) کے ساتھ ملتا ہی $\frac{۳۵}{۴}$، ۲۴۲، ۲۸۴ وضمیمہ (۹) حرف ندا 'اے' کو کہیں کہیں آج کل کے استعمال کے خلاف حذف کر دیا ہی: $\frac{۱۶}{۱۳}$، $\frac{۴۷}{۲۵}$ 'وے' بھی ملتا ہی (۹) یاے تانیث ہندستانی، عربی فارسی الفاظ کے ساتھ: زری ۴۷، جدی ۷۵، ناکاری ۲۳۹ (۱۰) عربی فارسی اور ہندستانی الفاظ کی ترکیب: دیوانہ پن ۵۴، جگر جلا ۱۶۳، دل جلی ۲۰۷، دل جلے ۶۸، اک بیجا ۱۷۳، گھر بہ گھر ۴۳، حسرت بھری ۸۰، چورنگ ۱۵۰، سبے ڈھنگ ۵، بے لاگ ۱۱۹، پاؤ بندی وبے پیر ضمیمہ

(۱۱) عربی فارسی الفاظ سے مصادر: بخشنا، بخشنا، شرمانا، گزرنا، درگزرنا، بدلنا، خریدنا، ترکنا، آزمانا فرمانا، رنگنا، نرمانا ۵۷ ۔ (۱۲) فارسی محاوروں اور روزمرّوں کا ترجمہ: کوس لمن الملک مارنا ۳۲، برہم کھانا ۵، چنگ میں لانا ۸ (بہ چنگ آوردن جو بہ دست آوردن کا ہم معنی ہے) جنبش میں لانا ۳۰۱، برسرِ جنگ آنا ۳۴، رخصت سفر باندھنا ۲۰۵، بہ سر آنا ۱۰۱ (۱۳) فارسی عربی کے دو لفظوں کو جو ہم معنی یا قریب المعنی ہیں، یا ایک ہی مادّے سے نکلے ہیں، ایک ساتھ استعمال کرتے ہیں بغیر اس کے کہ معنی میں کچھ اضافہ ہو: تن بدن ۲۳۷ (بدن ہندستانی لفظ بھی ہے)، طول وطویل ۱۶۲، منت آرزو ۲۲۰، نیست نابود، حس وحواس ۱۷۸، (۱۴) فارسی اور ہندستانی الفاظ کو بھی اس طرح استعمال کرتے ہیں: بوباس ۱۰۸، درد دکھ ۱۶۱، خاک بھس ۱۵۵ (۱۵) واو عطف: جملوں کو ملاتا ہے: ۴۲/۴۳، ۲۵۶/۱۸، ٹھیٹ ہندستانی لفظوں کو ہندستانی اور فارسی لفظوں سے ملاتا ہے ۲۸/۲۹، ۲۳۹/۲۹۹،۲۷ عطف کی صورت میں بھی ہاے مختفی کو ے سے بدل دیتے ہیں: آب و دانے ۲۲/۲۶ فارسی اور ہندستانی لفظوں کو حرف عطف کے بغیر ملا دیتے ہیں: بوباس، درد دکھ، تن من ۲۵۵، آمد رفت ۱۹۲، نیست نابود ۱۴۳، دل جگر ۲۰۲، منت آرزو، روزمرّے کے خلاف واوِ عطف: طول وطویل، دم و ہوش ۲۶۱، ۲۰۵ وضمیمہ رجان نے وم ہوش اور میر نے دم اور ہوش لکھا ہے۔

گیا رو بہ رو اس کے آئینہ کیوں   کہ بے ہوشی اس کا دم اور ہوش ہے)

حالت عطف میں جہاں چاہیے اعلان نہیں کرتے اور جہاں نہیں چاہیے کرتے ہیں: شیریں و فرہاد ۳۷، مجنوں و فرہاد ۲۱۴، بے سروسامان ۱۶، دردو درمان ۱۱۰، (۱۶) یاے زائد:

انکساری ۲۲۴، یادگاری ۲۱۷، ۲۰۷) تراکیب کی وہ ندرت جو غالب و مومن کے یہاں ہے ذ
جوشش کے یہاں نہیں پائی جاتی، تاہم بعض تراکیب قابل توجہ ہیں: الفتنۂ ایام، چرخِ فتنہ
سرانجام، اقلیم آرزو، پاسے سعیِ کامل ۱۲۳، وضع لا اُبالی ۲۰۴، (۸) بعض تراکیب قطعاً
غلط ہیں اور بعض کی صحت مشتبہ: خواہش بے دردِ سری ۱۶۷، دردِ سرِ عشق ۱۷۸،
خوشیِ دل ۳۰، سرِ دردِ دنیا ۲۰۸، تاثیر ریز ۱۶۹، (فارسی میں غیر مسموع-"ہیں ہمارے شعرِ پُر
تاثیر ریز" سودا مثنوی ہجو ربنی ۸۷، ۱) منکرِ پاک ۴ ۱۸، سرسائی ۲۳۰ (۹) اضافت:
ہندستانی الفاظ کے ساتھ: مثل چکور ۶۵، پیراہن مَلمل ۲۰۵، ایسے الفاظ کے ساتھ
جن میں اہل ہند نے تصرف کیا ہے: خطرۂ آسمان، مضاف الیہ کا اعلانِ ببر گلستان ۱۱۶،
حالت اضافت میں مختفی ہ کا ے سے بدلنا: سینۂ پُرکینے ۲۱۷، ی پر تشدید خوشیِّ دل ۳۰،
مرکبات اضافی میں مضاف الیہ پر ی کا اضافہ گردشِ ایامی ۲۳۰، بارشِ نیسانی ۱۴۱،
قفلِ ابجدی ۲۰۹ مضاف الیہ کے بعد فعل اور حرف نفی: اس کے بعد مضاف کی
تکرار کے بغیر مضاف الیہ: "نے خواہشِ عیش ہے نہ عشرت دل میں" ۲۲۶۔ دو لفظوں کے
درمیان ہندستانی حرف عطف "اور" ہو جب بھی یہ دونوں مل کر مضاف ہو سکتے ہیں: نام اور
نشان قلعہ ۲۲۴، اب یہ جائز نہیں۔ جہاں میں یا کی، کا وغیرہ چاہیے وہاں بھی اضافت
سے کام لیتے ہیں: "ہیں دولت ہجوری منہ زرد و سپید آنکھیں" ۸۱، دست اندازِ چراغ ۷۷،
پس و پیشِ امتحاں ۱۰۰۔

ذیل میں فارسی اور عربی مفردات و مرکبات اکٹھا کر دیے گئے ہیں: نخل (درخت)

خوش فعلیاں ، یار جانی ، سجدہ ہزار عالم ، پُر بے نمک ۱۲ حاشیہ (سودا ، میر و قائم :
پُر سبے قرار ہر ہوس سوختن ہنوز" قائم) شگوفہ اور غنچہ (مختلف المعنی) ، خسرو حسن ، چہرہ ۱۱
(اصطلاح) ، قلاش ، خوابِ سنگیں ، براق ، جگر ۱۹ حاشیہ (پیارا) ، تدعی (دشمن) ، شیریں کار (۳)
قرار (اقرار) پیاپے ، فن (عیاری) حسن عالم گیر ، کاہیدگی ، دل خواہ ۱۴ ، چشم تر (بے اضافت) ،
تحفہ ہم نشیں ، بد بلا ، کمان ابرو ، خط آزادگی ، عشقِ خرد دشمن ، دست قدرت ، طرف
(طرف داری) ، چشمِ خوں گریہ ، گریبانِ تعلق ، مستجاب ، دلو ، لعل لب (بے اضافت) ،
بے طرح ، بہار دست ، بہ جد ۲۴ ، تکرار (جھگڑا) عقل کاملہ ، گنہ گاری ۵۴ ، (سودا :
"شہیدِ رسمِ ملک عشق ہوں سودا کہ لیتے ہیں   جہاں جرمِ نگہ پر نقد جان ، دل گنہ گاری")
عمان و محیط (سمندر) ، آستیں طلب ، برگزیدۂ ناشتا (صحیح املا) ، آسا ، منتہا علی الدوام ،
پر بند ، خط شعاعی ، گلابی ، ۵۰ ، زرخرید ، بے نظر ، پامال حیرت ، کمر بند ، سر بند ، آہ سحر گاہی ،
بدحظ ، حسن صندلی ، بادشائی ، قناعت پیشہ ، خانہ خدا (بے اضافت) ، زہدِ ریا ،
کاروبار دنیوی ، انتشار عمر ، دارومدار ۶۴ (گر کے دار و مدار اور اخلاص حسن) مامن ،
بے جگر ، فی الحقیقت ، ہم پیکر ، ادنیٰ تصرف ، صدر نشیں ، اولیٰ ، عرصۂ نشۂ جنگ ۷۴ ،
فرق (سر) ، شرق چراغ ! داغ بر بالائے داغ ، اوستاد (صحیح) انگشت اشارت ، بینی ،
شوق ۸۲ ، ۸۵/۱ مسلّم (سالم) ، دُرِّ نجف ، زہے عز و شرف ، رہ آورد ۸۹ ، دست کشادہ کار دل ،
(بہ ضمہ ہا صحیح) بادشا ، ساعی ، خدمت شریف ۹۹ ، مانا ، بہ سان مضمون ، خجلت دہ ،
ابنائے زماں ، سررشتہ ۱۰۳ ، انفصال ۱۰۸ (فیصل ، قرط ، اندک و بسیار ، عقوبت ، دل شدگاں

قصہ وار ۱۱۶)، خوش خمی، آزردہ جاں۔ آب داری، گداز عشق (گداختۂ عشق)، حکمت ۱۲۱)، نارِ خصومت، دوتر دوتر، خانہ پرداز، کوزہ پشت، جگر لخت لخت، وضع کرخت ۱۴۰، رنگیں لباس، میر سامان ازل، بے صرفہ، بود و نابود، عمر جلد رَو، یار شاطر، ذی نرگس، خاس، سادس، عذر لنگ ۱۵۰، مہوّس، رنگت، بحر بے کرانہ، عمر جاودانہ، مزیدار ۱۵۲، شیر بیشہ، خشکی طالع، بد قماش، گلاب پاش، جزاک اللہ، آہنیں دل، چوب دار، سالوسی، محقق، مغربی، جنوبی، حبشی، ہندی (تلوار کی چار قسمیں) خرچ، گدا پیشہ، منشیِ قضا، حیلہ اور حوالہ، کلمۂ اخراں، ذات احد، عدیل، سبیل ۱۶۳/۲ نشست (قافیوں کی) فلانی ۱۶۵ (فارسی بے قید دوش) سودا، سوز، قائم، مصحفی :-

"یہ تیرا حال کیا ہے اے فلانی نہ تو نے قدر حسن اپنے کی جانی" مثنوی سودا)

زشتی، دیدہ وری، آبِ آتشک ۱۶۹/۲ حاشیہ۔ طوفاں بہ جوش، کاہن، ممد و معاون، متروک جگر، مردود، بیہدوں، ذکر (آرہ: جگر ۱۸۵، بلد، کچکول، مقابلت ۱۹۲، شہ نشیں، دوربیں، بے تحاشا، وحدت سرا، طرح دار (غالباً ۵)، ماحضر، بالفرض، خراب آباد، حسود، انگشت دخل، بادِ پیمائی ۲۰۲، رزّاق، واجب التعزیر ۲۰۶، خوش تقریر، مستور، مظفر و منصور، دریافت، تحقیق، چشم پوشی، ہر کدام (چمن یہ پھول رہا ہے کدام موسم کا" سودا)، دار باں ۲۱۶ (سودا)، خوش مقال، حسن تیاری (ت اور ط دونوں سے صحیح) حسنِ بازاری، منطقی، صوت وصدا، پاس انفاس، یک ذات، زبونی، خرقۂ پشمینہ، علی الاتصال، بلا شبہ و شک، خط بیزاری، آہ، استفادہ، زندگی راعشق ست، بے طمعی، بے غرضی،

فرضی، کریمی، چاشت ۲۲۸، مباح، دہقانی، مشخت، عرصہ ۲۳۲، قدر قلیل، چسپیدہ، بخیل (داخل
رنگ محل ہ، بیت الخلا، زقوم (بے تشدید)، اثر (نشان)، بعضے، جعفری ہ؟ تقید (تاکید)
افیم وافیمی ہ، سفرہ ۲۳۰/۲۷، شعر وشاعری، خوان الواں، گل پنج، سبعۂ سیار، (سیارہ ہونا چاہیے)
دوائر، کلیم کلام، علم لدنی، آثار، نہ دشوار، ناتواں ہیں، تلوّن طبعی، استقلال ۲۴۴/۲۸، اہمال
دال، حَل، دودلہ، قال ومقال، متلاشی، ذائچہ، حرکات وسکنات، کل بروج اور
سیاروں کے نام، فی الحال، حلال، مستولی، اوتاد، ابدال، حکما، علما، فضلا، ضربت
یداللّہی، اشکال، گوش مال ۲۴۹ (کان ملنے والا)، سبزک (نیل کنٹھ)، مدرک، خطابیہ،
سخن رس، کنجلک ۲۵۱/۲، محدّب، مقعر، ہوش نیوش، لباس فاخرہ، خَشَن ۲۵۳ (صحیح
بہ کسرش، عیب اقوا بھی ممکن ہے)، مشفق من، سہواً، سہم گیں، احسن، علیم، خلا، ملا، کودن،
مُحَسّن ۲۵۴ (عربی میں نہیں آیا)، جناب کرامت مآب، قبلۂ من، سرسوزن، بانع، زلّہ خوار،
صحنک، روسپید، غرش، ضمیمہ، زنگولہ، حسرت کدہ، دریچہ، معنیِ بیگانہ، مختار کار، قابل دیدار
(جو دیکھ سکے)، قلم تراش، تو دۂ طوفاں۔ گاہے چنیں گاہے چناں، جیسے ۲۵۹، نایاب ۲۲۵ (ناپید)

ٹھیٹ ہندستانی مفردات ومرکبات : بول چال میں جو ٹھیٹ ہندوستانی
الفاظ ہیں ان کے علاوہ جوشش کے یہاں ایسے الفاظ کا کوئی بڑا ذخیرہ نہیں: اپنے آپ ۱۳،
نرا، سچ، اچھا ۹، چکنا چور، بنا بنایا، اٹھکیلی، لکھا ولکھا (تقدیر)، گاہک، ویسے ہی ۲۰،
جوں کے توں، نٹ کھٹ، باؤلا، چنگ، گھڑی گھڑی، جھڑی، سا ۵۹ (سلیماں سا ہوا
یہاں مورا اس طرح کم استعمال ہوتا ہے)، پنکھڑی، ڈھیری، ماتھا، چاندے، (زیور) کا سا ۸۴/۱،

انگ، جب بھنگ ۵۴ (غالباً یہ مرکب ہے جس کا دوسرا جز بھنگ معلوم ہوتا ہے۔
معنی کا پتا نہیں۔ سودا کے اس شعر میں ممکن ہے کہ یہی ہو:
نہ دے دل آتشیں رخسار پر سودا تو اب کیونکر وہ شعلہ دیکھ کر میں ہوگیا چت بنگ آتش کا)
ڈھولک، موں، ہوں ہوں ۱۰۱، جب نہ تب، لپکا ۱۰۴، اپنا کیا ۱۰۸، مسیں، کلیجا ۱۱۲،
مارمار، دیپک راگ، نگرا، پہلے ہی پہل، مجھولے، ساون، لگور ۱۲۶، شور بور، بے کلی،
(ویا کل سے ہے یا بے + کل + ی ؟)، کھڑا، گھات، کٹھن، ہشت، ۱۴۵،
لٹ پٹی، بچھک، ٹھس ۱۵۵، ہم جیسے ۱۵۷، بالا، برچھی، بھالا، تو، ٹھور نہ ٹھکانا ۱۶۵،
چٹکی، پتھراؤ، بھیٹا، سچ، ہم سے $\frac{176}{12}$، گھر کے بھیدی ۱۸۱، بہتایت ۱۸۳ و ۲۰۳، بہتات،
پکا پھوڑا، اوجڑ ۱۹۲، جھومکا (جھمکا)، اکتاہٹ، لپٹ، بھرعمر، ہونٹوں کی دھڑی،
چوکھٹ، کواڑ، منڈیر، چھپیر، گھاس، آس پاس، دیا سلائی، بتی ۲۳۴، کوٹھری، ست،
کھنڈھر ۲۳۵ (آج کل کھنڈر بہ وزن قمر۔ دریائے لطافت طبع مرشد آباد سے ایک اور شکل
کا پتا ملتا ہے)، ہاڑ، کیٹلوں، جھاڑ، پلے پلے، پلا، بلا، پچکاری، ڈھال، ابیر، ابرک،
تار، رنال، باورا (باولا)، کنچنی، ڈومنی، راج پاتر، بھانڈ، بھگتی، دھلینڈی، بھڑوا، کتوالی ۲۴۴،
پکھال، اگیا بیتال، کنگال، اوچپی، سہج، ندھڑک، حسن کی ناک، بھچک، لنڈ منڈ،
اچپلاہٹ، کتن $\frac{255}{32}$ حاشیہ۔ ہٹیا، ابے ۲۶۰۔ ان موبوں ۱۵۷، بستی ۲۰۵، لونڈی ۲۳۸
محاورات، روزمرے، مصادر: فارسی محاوروں کے ترجمے بھی اسی عنوان کے
تحت جمع کر دیے گئے ہیں۔ محاورے میں تصرف کا اختیار نہیں، لیکن زمانۂ سابق میں

یہ دستور تھا کہ ہندستانی لفظ کی جگہ اس کا فارسی مرادف بھی استعمال کرتے تھے۔ جوشش کے
یہاں بھی اس کی مثالیں ملیں گی: سرکنا، بھانا ۳، پھونکنا (ن پھوکنا)، منصف بدنا،
گالیاں کھلانا ۹، پتھرانا، بونا، مُندنا، دیکھا بھالا، دل اٹکنا ۲۵، چھکانا، سلوانا ۳۲، کھلانا،
رعد کا کڑکنا ۳۶، بکانا، اُچھلنا ۳۹، ترقی چاہنا، کان دھر سننا ۴۰؛ انگاروں پر لوٹنا،
بادشاہی پر کب تھوکتے ہیں ۵۶، چورنگ کاٹنا، پھول جھڑنا، تلوار جھڑنا، اٹکنا ۶۲/۶۴، ہونٹ
چاٹنا، پھبنا، جی دھڑکنا ۷۱، جلنا بجھنا، دھجیاں اڑانا، کسی کو پہنچنا، ہاتھ پاؤں کو توڑنا،
دُور کھینچنا، چراغ لے کر ڈھونڈنا ۸۸، رگڑنا ۸۷، جھکنا، کسی پر دل دوڑنا، لہو کے آنسو رونا،
ملوانا، کسی سے سمجھنا ۹۹، کہانا، گھونٹنا، ہیسجنا ۱۰۲، جلا بلا، جلے دل کے پھپھولے پھوڑنا،
کام فرمانا ۱۰۶، دیکھنا ۱۰۹/۲۴، ۱۳۷/۲، ہنسنا ۱۳۳/۹ (ن املا ہسنا)، ٹھہرنا ۱۱۲/۲۰، بھولے بھٹکے،
اکتانا، چھانا ۱۱۵، سر منڈوانا (غالباً قلندرانہ وضع اختیار کرنا) ابھرنا ۱۱۸، چرانا، لہرانا،
شیشے میں اتارنا، ڈبانا، جی دوڑانا ۱۲۳، سودا ہنا، ماپنا (ن املا ماپنا) دل کو ٹٹولنا، رولنا،
۱۲۵ اور ۲۰۸، جھمکنا، ناموس کی باتیں ڈبونا، نبھنا، سر پیٹنا، سمجھنا اور بوجھنا ۱۳۰، آگ میں کرنا،
جانے پہچانے، فسوں پھونکنا ۱۳۵، چار آئینہ سجنا، بٹھانا، کٹوانا، ڈھانا ۶۶ و
۱۳۹ (ن میں ایک جگہ ڈھا ہنا ہی) آسیب پہنچانا، مسلنا ۱۴۱، لہو آنکھوں میں اترنا،
آنکھیں جھپکنا، بیٹھنا ۱۴۴/۲۸، جی چلانا، مزہ لوٹنا، سنوانا ۱۵۲، اچٹنا ۱۵۵، کٹنا ۱۵۹، اترانا،
لٹنا، باؤ بہنا، ہوش سنبھالنا، خوان چننا ۱۷۱، جھپکنا، ہانکنا، شدت سے ہنسنا،
بھبھوکے نکلنا، پسنا ۱۷۸، اٹکل چلنا، آنکھ پھڑکنا ۱۸۰، دشمن بغل میں پالنا، غزل لڑانا ۱۸۵،

سنہ ۱۲۱۸

رسیلے میں بہنا ۱۸۶، طوفان مچانا، ہاتھ جھاڑنا: انکھڑیاں لڑانا ۱۹۶، باتیں بنانا، سلگانا،
جی چھپانا ۲۰۱، براجنا، دھرنا، دل کو ٹٹولنا ۲۰۰، اٹھتے بیٹھتے ۲۱۱، بھولنا ۲۱۱/۲ زبان کو
سنبھالنا، ٹھہرانا ۲۱۲/۴، نظر گزرنا ۲۱۵، ترنا، نور کے بکے اڑنا ۲۲۳، کرنا (مجھے کراتا ہے گناہ،
یا مجھ سے الخ؟)، مسند بچھانا، چھیڑنا، خیال پلاؤ پکانا ۲۲۶، (اب خیالی. مصحفی نے
خیال لکھا ہے)، چمٹنا، چھیکنا، نستا گھولنا، بہکنا ۲۲۷، لاگا ۲۲۸ (صرف ایک جگہ)،
پھرنا (سودا)، گت ناچنا، ہول کھانا، نام سے کانپنا، کھینچ منگانا، کنجلک مٹانا، براتا کن ۲۵۸،
خبر منگوانا ۱، اپھرنا، بوجھ لادنا. آنا: سامنے ۲، آہنگ، منہ پر ۲۰، سوا نیزے پر آفتاب ۳،
برسر حساب پیچ و تاب، خواب ۲۷، برسر جنگ، درمیان ۳۵ و ۲۰۷، دہن میں آب بھر،
خوش، زبان پر، آڑے ۵۹، سان پر، مزاج کسی بات پر ۶۰، مزاج کسی طرف،
بتنگ ک ۹۳، ترنگ ۱۰۳، حرف ۱۳۶، مجرے کو ۱۴۸، رہ رہ یہی آتی ہے ۱۵۵ (رہ رہ کر
یہی دھیان آتا ہے. شاد عظیم آبادی نے بھی آنا کو اس طرح استعمال کیا ہے)، خاطر میں ۱۸۶،
پانی تا کمر، چھاتی بھر. تقریب ۲۱۱، عرق، اپنا سا منہ لیے پھر ۲۲۸، جلوے پر، بیان میں،
برنہ ۲۶۰، منہ میں پانی بھر بھر— اٹھانا: دل ۶۰، فیض ۷۰، جھکولے ۱۲۵، منت ۲۰۷،
باندھنا یا بندھنا: گرہ ۴۳، کمر کھینچ کر ۵۳، تار ۱۶۸، سامان، نیت ۱۸۳، نظر ۲۰۸،
گانٹھ، باندھنا ۲۰۵/۳۲، دھیان ۲۱۹، عہد، مضمون، دُھن بند ۲۶۰، بسنا: جی ۱۱۳، پھولوں سے ۲۰۵،
بادل، کاجل، **بولنا:** بے ربط ۴۸، بھڑک ۱۷۱، رات کا ۲۱۰. **بھرنا:** کسی کے آگے پانی ۱۹۶،
کان ۱۷۱، دم سرد. **بیٹھنا:** بھول بھول ۱۱۶، بیٹھنا ۳۹/۶، ۱۴۸/۲۸، پردے ۱۹۳/۱۰،

جوش ۴۵، موج، چشمک ۸۵، لاف، دم نہ ۹۸، دھاڑ مار کر رونا، دامن ۱۳۶، لات،
پشت پا، مارنا $\frac{۳۵}{۸}$ و $\frac{۳۶}{۲۲}$ (قتل کرنا، بغیر کو، علامت مفعولی) بولیاں ۱۴۸، ٹھٹے،
غوطہ ۱۴۸، بھیک مانگنا: پانی نہ ۱۴۱، پناہ ۱۲۹، داد ۱۴۳، رخصت ۱۹۷، مناجات ۲۰۶،
ماننا: لوہا ۴، برا ۱۴۳، مَلنا: کسی کے ہونٹ ۱۶، دست تاسف ۹۹، مِلنا: بار ۱۴۹،
گلے گلے ۴۰، ملنا $\frac{۱۶۸}{۳۱}$ (مشابہ ہونا) نکالنا: خفگیاں ۳۵، آنکھیں ۱۰۶، نام ۲۰۲،
ہونا: نہ اِدھر کا نہ اُدھر کا، یاد (معلوم)، دیوانہ (کسی کا)، خجلت سے آب، یاروں کا یار ۱۷،
ہوا، جان کا جلاد، شاد شاد، کسی سے صاف نہ، بیڑا پار، جلد ہوا سے مرگ ۲۹،
شادی مرگ، سرخ و سفید ۵۱، آب بند، ہزار پر بھاری، بہار پہ، کس کا جگر ہے،
تیر ترازو، مدنظر سے باہر، پانچوں انگلیاں برابر نہیں، کرسی نشیں نہ ۶۶، گلے میں قبا ۶۸،
زمیں سرسبز، طمع ۵، (بغیر کی) دست انداز ۷۷، (بہ اضافت)، باغ باغ، الفت ۸۰،
(الفت صحیح)، داغ ۸۸، دل بجھا ہوا $\frac{۹۰}{۹}$ حاشیہ، چشم ۹۴، اندھیر، راہ، دست و
گریباں ۱۰۰، ہوا راس نہ، کان نہ، جان نہ، بہ ۱۱۱، ہمارا ہی کلیجا ہے، اپنے
حال میں مست، میں کس شمار میں ہوں، آنکھوں سے معذور، زیر و زبر، نمود، قصہ مختصر،
کسی پہ دانت، چار چشم ۱۳۱ (غالباً)، پائے تراب، ترشح ۱۳۴، (بغیر کا یا کی) چھٹکارا،
بت خانے سے ہو ۱۳۵، (بت خانے سے گزرتے ہوئے) مساوات ۱۴۳، بہبود،
پیالہ ۱۴۵، بالا ۱۶۱، اک طرح کا زمانہ ہے، ہنوز روز اوّل ہے، خجلت سے پانی پانی ۱۷۱،
دھجیاں، سچ درست، نیند حرام، ترکی تمام، رام رام، دھوم دھام، عمل میں ۱۷۷،

صحبت برآرنہ ، نہ خبر کی نہ عطر کی ۔ املا ؟ (مدت ہوئی کہ پہنچی نہیں کچھ خبر عطر" سجاد) ، دوپہر ۱۹۰ ،
پیش رفت ، روزی ، رکاب میں ، نوبت ہم شراب ، بر سر حساب ، خاطر میں نہ ،
آن کھڑے ۲۱۹ ، کان کھڑے ، نام پر ٹکڑے ۲۱۷ ، کسی امر میں گفتگو میں کیا بلا ہوں ،
۲۲۶ ، استفادہ ، مدنظر ، ۲۳ ، کسی امر پر مزاج ۲۳۸ ، حمائل ، اپکار ، سوار حسن کی ناک
۲۴۸ ، سواد روشن ، تحلیل ، سنمکھ ۲۵۹ ، صرفہ نہ ، کسی بات پر کان ، ناساز ،
ذ و ث : اگر کوئی شعر ایسا ہے کہ ث و ذ کا تعین نہیں ہو سکتا تو مرتب نے زمانۂ قدیم کی
رعایت ملحوظ رکھی ہے ، ذ : جلوہ گاہ ۵ ، (دردا ذ) تاب کمر ۲ ، وقر ، آہنگ (ارادہ ۵) ، سرجنگ ،
ننگ ، پاس ، مزار ، نیش ، شعار ، حصول ، باج ، پنبہ ۱۱ ، گلزار ، خنجر ، اطلاق ، سیر ۱۶ ،
مزرع ۱۷ و ۱۰۴ ، گزر ، چشم ۱۸ و حاشیہ (سودا ، ضیا ، حسن ، ہدایت وغیرہ

"مجھے بھی حسن ، سوجھتا ہے غرض ڈبوئے گا یہ چشم نم آپ کا")

مرہم ، شکر خند ، قند ۲۳ ، قتل ، شیون ، طغیان ، تفاوت ، نیستاں ، سوزن ۲۶ ، سحاب ،
خواب ، نگیں ۲۸ ، مشت پر (لفظ مشت مضاف الیہ کا تابع سمجھا جاتا ہے لیکن حسام الدین
حسید ، نامی کا شعر ہے :

"اس کی گلی میں آمد و رفت صبا نے آہ
نامی ، بہ باد دی مری مشت غبار حیف"

پل ، سلوک ، وصف ۳۱ ، قلم ، تعویذ ، استخواں ۳۲ ، اقلیم شاید ہی کسی اور نے استعمال کیا ہو ، جنجال ، پیکاں ۳۴ ،
گلستاں ، چلن ، تلاش ۳۵ ، بان ، جاں ۳۶ (صرف ۲ جگہ قدیم کلام میں) قوت ۴۵ ،

آذوقہ، آب گہر ۵۱، سربند، زنّار، اورنگ ۵۷، طلا، مقدم (قدم رکھنے کی جگہ) صدف ۶۷ (انتظار دہلوی در تذکرۂ حسن:

صدف مشتاق ہیں دریا میں لے نیساں گوہر کو — یہ میرے چشم تر پھینکیں ہیں بھر بھر خوان گوہر کے)

پیوند ۸۰ (کسی اور شاعر کے یہاں نہیں ملا۔ جدید ہندی میں دونوں طرح دیکھا گیا)، تکلّف، خلط، مزاج، اختلاط، صفا ۸۳ (اگر شعر صحیح نقل ہوا ہے تو سودا نے بھی لکھا ہے:

جو روزِ رزم مقابل تری کمان کے ہو — صفائے شستِ تر اس کو دیجیے دکھلا")

اعزاز، فراغ، الف ۹۰، خوان، سنبل ۹۳، آب جو ۹۵، کشت ۹۸ و ۱۲۵، شم، نم، عرض حال ۱۰۳، خارزار، نظیر، نقد جاں ۱۱۲، دید ۱۲۰، پیوند، گلشن ۱۲۶، ازدحام، شکوہ ۱۵۰، معاش ۱۵۴، برس، لاف، اختراع ۱۸۰، گشت، التیام، آستاں، خدنگ ۱۹۵، تلطّف، چھل بل ۲۰۵، رخت، گرداب ۲۱۸، چیتر ۲۳۱، ٹھاٹ ۲۳۶، مزاج، گزار، کلس ۲۴۲، سرطان، دنبال، حفظ، دُلدُل، قامت ۲۵۰، سودا، استغنا، گلخن، خمیر، قلب ماہیّت ۲۵۹، نشتر، جرس، ۲۶۰ - آرے دبلے ۹۳

ث: سقر ۲، حاشیہ، سرگزشت، دستار، نگہ داشت، دست رس ۱۴، سیل جنس ۲۳، تاب $\frac{26}{2}$، مدارا ۳۳، "(غیر کا بھی تو مرے ہوتے مدارا نہ کیا" حسن)، آب ۳۹ (موتی کی، لیکن آب گوہر $\frac{51}{1}$ ذ۔ آتش کے یہاں بھی غالباً ذ) طرز، مژگاں، صفا ۸۴، مژہ، ایذا، مردنگ (باجا)

نقاب ۷، ۵، طوطی، گرد، فرد (چہرے کی)، سیر ۶۰، کمان، مشت خاک، نہر،
احتیاط، تاک ۸۳ (حاصل مصدر)، تریاک (افیون)، عرض، بھنگ،
سنبل ۸۸، نرد، ریحان ۹۳، فغاں، فکر، خلق، بلبل ۱۲۶، پرچم ۱۳۰،
آب تیغ، قطع محبت، بہبود ۱۴۳، کلہ، سرنوشت، سرشت، ابرو ۱۴۴، چوگان ۱۵۱،
مسند، صیقل، گیسو ۱۵۹، چین، گرد، باؤ، رام رام، یورش، تہبل، چشم،
(ف صرف ایک جگہ)، چال، تمثال ۱۸۴، بھال، محراب، التماس ۱۸۸،
سانس، پیش رفت، کاکل ۲۰۴، ہیکل، برسات، بلا، چھل بل ۲۰۸،
شپرک ۲۱۱، (ناسخ ذ) کارد، عندلیب، راہ گزران، دھن، شرح، اوقات
کاشت ۲۲۸، خندق، فصیل، نقل، پکار، پھار، عینک، فانوس، دستک،
اسپک، (چھوٹا خیمہ) بھنک، سمرن، جلن، چوب ۔

ذ: خاروخس، روزہ نماز ۱۲، تخت وتاج دلوا ۲، نالہ وفریاد، پیچ وتاب، خس وخاشاک،
دیوار ودر، سیر وسفر ۲۸، دست وتیغ ودامان، شمع وگل ۵۷، زرق اور برق ۸۷،
شادی وغم ۹۷، آہ ونالہ ۱۳۰، نام وننگ ۱۵۰، رنگ وبو ۱۷۴، سنگ وخشت ۲۲۸،
قدو قامت ۲۳۸، شرح وبیاں، تیر وکمان ۲۴۵ "پہلے پہل یہ اس نے تیر و
کمان لی ہے" حسن) لحم وشحم، بالش وتوشک ۲۵۱، زاد بوم اور وطن ۲۵۵، دل وجاں،
ش: چرب ونرمی ۶، بود وباش ۱۲۰، (وہ دن گئے کہ گلشن تھا بود وباش اپنا، حسن)
عجز وانکساری ۲۲۴،

جمع : (۱) جمع الجمع خلاف قاعدۂ عربی : حوادثات ۱۳۲، قواعدات (رسالۂ قافیہ) (۲) عربی جمع کو واحد قرار دے کر فعل وغیرہ واحد لاتے ہیں : اسباب ۱۲، آثار $\frac{۲۴۳}{۲}$ ، حواس $\frac{۲۳۲}{۱۴}$ احوال ۲۳۴، اوقات ث ۲۵۲، نقط ۱۷۰، "دیوان حسن کا نقط انتخاب ہے" دیار کی بیت ابرو خال نہیں ہے یہ نقط (کذا) آفریں ہے صد آفریں صاحب انتخاب کو "سودا) افلاک ۲۵۶، اگر جمع دوسرے واسما کے ساتھ ہے جب بھی فعل وغیرہ و : لطف و اشفاق ۲۳، لطف و اشفاق و کرم ۱۵۱ (۳) حواس ۱۷۸ اور اسباب ۲۰۲ جمع بھی (۴) عربی جمع کو و قرار دے کر قاعدۂ اردو و فارسی کے مطابق جمع : عشاقوں ۸۴، ایاموں ۱۸۳، ملائکاں ۲۲۴، رسائل ہا اور حروف ہا (رسالۂ قافیہ) (۴) سال ہاک ۱۸۱، عزیزدل ہا ۲۵۵ (۵) اہل کے ساتھ جو مرکباتِ اضافی بنتے ہیں انھیں ایک کے لیے استعمال کرتے ہیں اور ایک سے زیادہ کے لیے بھی، فعل وغیرہ واحد یا جمع حسب ضرورت لاتے ہیں : $\frac{۵۴}{۹}$ $\frac{۵۵}{۳۳}$ $\frac{۳۹}{۱}$ $\frac{۱۵۹}{۸}$ (۶) مرکبات بالا کی فارسی جمع : اہل دلاں $\frac{۴۳}{۱۱}$ ، اہل کاراں $\frac{۲۴۲}{۲۰}$ بارھویں اور تیرھویں صدی کے ہندستانی فارسی داں اسے جائز سمجھتے ہیں، شورش اور انشا کے یہاں مثالیں ملتی ہیں (۷) مرکبات اضافی میں مضاف الیہ پر "ون" لگا کر جمع : اہل دلوں ۸۷، طفل سرشکوں ۱۸۱ (۸) عطف و اضافت نہ ہو جب بھی عربی فارسی اسما کی جمع "ان" لگا کر بناتے ہیں : گل رخاں ۱۸، وارستگاں ۲۸، خوباں ۱۱۳، (۹) مرکبات اضافی میں اگر مضاف و ذ ہو تو فعل جمع بے تکلف استعمال کرتے ہیں۔ "ہم نے تو دیکھے نہیں نقش قدم سے بے نصیب" ۴۰، $\frac{۳۷}{۴}$ $\frac{۱۴}{۱۲}$ (۱۰) صورت بالا میں

ذ کی جگہ ث ہو جب بھی بعض مصرعوں سے فعل ج کا استعمال ثابت ہے۔
"روئیں ہیں مرے حال پہ تصویر نہالی" ۲۰۷، ۱۷۵/۴ ، ۲۵۱/۳۴ (۱۱) اگر اسمائے ث ایسے
الفاظ کے ساتھ ہوں جن سے تعداد کا پتا چلتا ہو، لیکن در اصل تعداد کا تعین مقصود
نہ ہو تو اسم کی جمع ضروری نہیں سمجھتے: "ترے ملنے کی سو سو فکر اے مغرور کر دیکھی" ۲۱۴،
"لاکھوں شمع" فعل جمع ۶/۱۴ ، صد تکلیف ۱۲۲، صد آفریں ۱۲۲، اس صورت میں فعل وغیرہ
و اور ج دونوں استعمال کرتے ہیں (۱۲) صورت بالا میں اسمائے ذ ہوں تو فعل وغیرہ واحد
"جب تک کہ دھڑ پہ سر تھا لاکھوں ہی درد سر تھا"، "سو طرح کا شور دیوانوں کے
مدفن میں رہا" ۲۵، ۲۶/۱۸ ، ۵/۱۰ (۱۳) اسمائے ث و ذ کی تعداد متعین ہونے پر بھی جمع نہیں بناتے:
"اقلیم حسن میں تو دو شام اک سحر ہے" ۱۶۱، "روشن رہیں یہ تیری چشم سیاہ دونوں" ۱۲۸،
پہلے مصرع میں فعل میں 'سحر' کی رعایت ہو سکتی ہے، دوسرے میں باوجود اس کے کہ
اسم کی جمع نہیں بنائی فعل جمع استعمال کیا ہے۔ دس سر ۲۵۴/۱ (۱۴) مسلّم قاعدہ ہے کہ بعض صورتوں میں
اسم ذ کی جمع نہیں بنتی، لیکن فعل وغیرہ جمع ہی استعمال ہوتے ہیں، ایک مصرع سے
بہ شرطے کہ اس میں کتابت کی غلطی نہ ہو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جوشش ان صورتوں میں اسم ث
کی جمع بھی بنانا ضروری نہیں سمجھتے۔ اس کی مثالیں اور شاعروں کے یہاں بھی ملتی ہیں:
"رگ نمایاں ہیں ہمارے تن پہ مسطر کی طرح" ۸۴، ۹/۳۱ اور ۱۵۴/۱۱ میں بلبل کو و اور فعل کو جمع
استعمال کیا ہے۔ یہ لفظ عموماً ان کی زبان پر ث ہے (۱۵) دو اسم ث ذوی العقول،
لیکن فعل و: "جن کی خاطر میں نہ تھی حور و پری" ۱۹۹۔ کمال سودا نے کیا کہ "مانی و بہزاد"

کے لیے فعل واحد لایا ہے: "کوئی خاطر میں اس کی مانی و بہزاد آتا ہے" (١٦) غیر ذوی العقول دو یا زیادہ، خواہ ذ خواہ ث۔ افعال وغیرہ و اور جمع ہر دو: ٦/١١، ٢٠/٢، ٢٣/١٧، ٢٤/٣، ٢٧/٢٢، ٤٩/١٦، ٥١/١٥، ٥٠/٣١، ٥٢/٢٦، ٦٦/١، ٦٧/١٥، ٩٧/٣٢، ٩٨/٢، ٩٤/١١ (١٧) دیا سلائی کی جمع دیا سلائیں ٢٣٤/١٤۔ مصحفی کے یہاں مثنوی جذبۂ عشق میں ہم سائیں اور چو دانیں ملتا ہے (١٨) "بعض مینا جو رہ گیا ہے کہیں" فعل و ٢٣٦، لیکن بعضے کے لیے فعل جمع ٢٣٥/٢، (١٩) جو کوئی کے ساتھ فعل ج: "جو کوئی سرگشتۂ دشت جنوں ہوتے ہیں لے جوشش بگولے کی طرح وہ ایک جا کب ٹھہرتے ہیں" (٢٠) ہر کے لیے فعل وغیرہ جمع: "جوشش ترے ہر شعر ہیں دیوان کے موتی" (٢١) یہ مصرع بھی قابل توجہ ہے: "جادۂ راہِ فنا پر ہیں یہاں گو ہر یک" ٢٤٨، لیکن ٣٢/٢ "ہر اک استخوان جلا" (٢٢) دونوں کے ساتھ فعل واحد: "گو اپنے ہاتھ نفت ہی دونوں یہاں لگے" ١٨٦، ا فعل جمع بھی ١٢٨ (٢٣) امت بہ طور واحد ٢٤٤/٥ (٢٤) طالع اور نصیب عموماً بہ طور جمع، (٢٥) معنی بہ طورِ جمع (٢٦) مژگان واحد ٤٧/٣ (٢٧) صفت مؤنث پیاری وغیرہ کی جمع مطلق استعمال نہیں کی، حالانکہ انشا کے یہاں بہ کثرت موجود ہے اور دو ایک جگہ آتش کے دیوان میں بھی ملتی ہے (٢٨) سوختہ اور دل سوختہ کی جمع (٢٩) مصرع ہائے ذیل قابل توجہ: ٢٩/١١، ٣٢/٤، ١٩٥/٣١ حاشیہ پر، میں، کا وغیرہ: اُردو میں کبھی کبھی پر اور میں وغیرہ حذف بھی کر دیے جاتے ہیں۔ جوشش کے یہاں اس طرح بھی حذف ہیں کہ آج کل اس پر اعتراض ہو سکتا ہے۔ حذف کی صورت میں قابل اعتراض ہو یا نہ ہو شمار قوسین کے اندر ہے۔

بہ سر یا پہ: ٤/٢٧، ٦/١٩ و ٢٣، ٧/٢، ٨/٣٣، ١١/١٠ و ١٩، ١٢/٨، ١٣/٨، ١٥/٨ و ٩، ٢٤/٢، ٢٦/٧، ٣١/٣٣، ٣٢/١٤ و ١٦، ٤١/١

۴۲/۲۹ ۵۴/۱۷ ۵۶/۵،۶،۱۲،۱۴،۱۸ ۵۷/۱۲و۱۳و۳۲ ۵۸/۲۲و۱۲و۲۴ ۵۹/۲۹ ۶۳/۳۶ ۶۸/۱۹ ۷۳/۲ ۷۵/۷ ۷۶/۱۲،۱۶،۱۷،۲۰ ۹۰/۲۲

۹۱/۵ ۹۴/۳۳ ۹۶/۹ ۱۰۴/۳۰ ۱۰۸/۱۶ ۱۱۰/۲۵ ۱۱۵/۳۰ ۱۲۳/۲۳ ۱۲۶/۲ ۱۳۰/۲۷ ۱۳۱/۱۵،۲۵،۲۶ ۱۳۲/۷ ۱۳۶/۱۱ ۱۴۱/۳۱ ۱۴۸/۱۷

۱۵۲/۱۷ ۱۵۵/۱۵ ۱۶۴/۱۲ ۱۶۸/۱۵ ۱۷۲/۱۱،۳۳ ۱۷۵/۵و۹ ۱۹۴/۲۶ ۱۹۵/۳۲ ۱۹۹/۲۷ ۲۰۳/۷ ۲۰۵/۳۲ ۲۰۹/۲۷ ۲۱۷/۲۶،۲۸،۳۴

۲۳۱/۶ ۲۳۸/۹ ۲۴۳/۹ ۲۴۴/۲۸،۳۳ ۲۴۶/۹ ۲۵۴/۲۲ ۲۵۸/۱۲ ۲۶۲/۱۲ ۲۶۶/۱۰ سے: ۳/۶ (۵/۱۱)

۵/۲۱ ۱۰/۶ ۱۵/۶،۸،۱۰ ۱۸/۱۰،۱۱،۱۳ ۱۹/۵،۱۹ ۲۱/۲ ۳۸/۲۲ ۳۹/۱۳ ۴۲/۲۴ ۴۹/۲۷ (۴۹/۳۲) ۵۲/۳،۵ ۵۳/۲۳

۵۵/۷و۱۶ ۵۶/۳ ۶۰/۶ ۷۴/۶ ۷۷/۲۳ ۸۳/۲۸ ۸۴/۹و۲۹ ۸۷/۱۳و۳۰ ۸۸/۲ ۹۵/۲۷ ۱۰۵/۳۳ ۱۰۸/۷ ۱۰۹/۱۹ ۱۱۷/۱۹ ۱۲۱/۱۹

۱۲۲/۵ ۱۲۴/۱۹ ۱۲۶/۳۴ ۱۳۲/۲۹ ۱۳۴/۶ ۱۳۵/۲ (۱۵۱/۱۶) ۱۵۸/۳۴ ۱۶۰/۳۴ ۱۶۱/۲۸ ۱۶۹/۱۵ ۱۷۰/۲۸ ۱۷۲/۷ ۱۷۳/۲۹ ۱۷۴/۱۵

۱۷۵/۲۶ ۱۷۶/۱۳،۲۶،۳۰ ۱۷۷/۱۰،۲۰،۲۸،۳۰،۳۱ (۱۸۰/۴) ۱۸۵/۲۰ ۱۸۸/۹و۱۲ ۱۹۰/۲۳،۲۷ ۱۹۱/۷ ۲۰۰/۳۶

۲۰۵/۳۰ ۲۰۷/۹ (۲۱۵/۴) ۲۱۶/۴ ۲۱۷/۲۹ ۲۱۸/۹ ۲۱۹/۲ ۲۲۶/۲۷ ۲۲۹/۱۸ ۲۳۰/۲۲ ۲۳۱/۳ ۲۳۶/۱۸ ۲۳۷/۲۴

۲۴۸/۶،۸،۱۶ ۲۵۶/۷ ۲۵۸/۱۰ ۲۶۰/۲۶ ۲۶۲/۳ کا: ۸/۳ ۱۲/۸ ۳۲/۱۹ ۴۱/۲۲ ۵۷/۱۱ ۸۱/۱۲ ۸۵/۵ ۸۸/۱۰

۹۲/۲۵ ۱۰۱/۵،۲۳ ۱۵۳/۲۵ ۱۵۵/۳ ۱۸۹/۲۳ ۲۱۹/۱۷ ۲۲۷/۳۳ ۲۳۱/۸ (۲۳۴/۳۰) کو: ۴/۲۰ ۷/۱۴

۸/۳۲ ۱۳/۴ ۱۹/۲ (۲۱/۲۹، ۲۵/۳۲، ۲۶/۱۴) ۳۰/۲۰،۳۲ (۳۵/۲۵) ۳۶/۹ (۳۸/۴) ۴۲/۱۳ (۴۳/۱۲) ۴۵/۱۴

۴۶/۴ ۴۹/۹ (۴۹/۳۱) ۵۱/۲۵،۳۱ (۵۵/۷) ۶۲/۹ ۶۷/۲۴ ۷۱/۲۱ ۷۳/۳۰ ۷۴/۶ ۷۷/۱،۱۳ ۹۱/۳ ۱۰۱/۲۵

۱۰۲/۸ ۱۰۴/۲ ۱۰۶/۱۱،۳۴ ۱۰۷/۲۸ ۱۱۱/۴ ۱۱۳/۱ ۱۱۴/۱۳،۱۷ ۱۱۵/۳۲ ۱۱۸/۹ ۱۳۰/۶ ۱۳۱/۱۶ (۱۳۴/۱۳)

۱۳۷/۲۴ ۱۳۸/۲۰ ۱۳۹/۹،۱۳،۱۴،۲۵،۲۹ ۱۴۰/۱۶،۲۰ ۱۴۱/۲ ۱۴۲/۱۰،۲۰ ۱۴۳/۱۶ ۱۴۵/۲۴ (۱۵۲/۷) ۱۵۳/۲

(۱۵۴/۲۳) ۱۵۶/۵و۱۲ ۱۹۲/۳۳ (۱۹۳/۹) ۱۹۷/۹ ۲۰۵/۳ ۲۰۶/۳۲ ۲۰۸/۶ ۲۲۴/۲۰،۳۰ ۲۲۷/۱۷ (۲۲۷/۱۸)

۲۳۳/۱۲ ۲۳۴/۴ ۲۳۶/۱۷،۲۸ ۲۴۳/۱۹ ۲۵۰/۲۳ ۲۵۲/۱۵ ۲۶۱/۱ کی: ۳۳/۲ ۳۴/۳ ۴۷/۱۵(کی یا کے؟)

(۵۱/۲۷) ۷۲/۲۶ ۷۳/۲۸ (۷۵/۲۸) ۱۰۱/۲۷ ۱۰۹/۲۱ ۱۶۵/۳۰ ۱۸۳/۲۰،۲۴ ۱۹۵/۶ ۲۵۱/۲۶ ۲۵۹/۱۹ ۲۶۱/۲۵ ۲۶۲/۴ ۲۶۵/۹
کے: (۳۶/۱۴) ۴۲/۲۵ ۴۹/۱ ش ۹۴/۲۵ ۶۷/۲۰ ۱۰۸/۱۲ ۱۱۱/۱۴ ۱۱۲/۶ (۱۲۴/۳۲) ۱۸۰/۲۹ - ۱۸۵/۲۸ ۱۹۳/۱
۱۹۹/۱۰ ۲۱۱/۱ ۲۲۴/۱۰ ۲۴۲/۲۲ (۲۴۵/۱۲) **میں:** ۷/۳۴ ۸/۲۴ ۹/۱ ۴۰/۱ ۴۱/۲۰ ۴۸/۶ ۵۵/۳۰ ۶۴/۱۷
۷۰/۶ ۸۷/۹ (۸۸/۱۷) ۹۹/۳۴ ۱۰۳/۱۷ ۱۰۴/۱۳ ۱۰۶/۷ ۱۱۳/۵ ۱۱۸/۸ ۱۱۹/۳،۳۰ ۱۲۱/۱۶،۱۸،۱۹،۲۰ ۱۲۲/۲
۱۲۷/۱۳ ۱۴۰/۳۰ (۱۵۱/۲۰) (۱۵۱/۲۴) ۱۵۹/۹ ۱۶۴/۳۰ ۱۶۸/۴ ۱۸۵/۲۷ (۱۹۳/۱۰) ۱۹۴/۲۳ ۱۹۶/۶،۲۰ ۱۹۷/۳
۲۰۵/۳۴، ۲۱۳/۱۰ ۲۱۸/۱۵ ۲۲۰/۱۶ ۲۲۸/۱۱ ۲۲۹/۸ ۲۴۲/۲۰ ۲۴۴/۵ ۲۴۷/۱۷ ۲۴۸/۲۳ ۲۵۱/۳۰
کے بیچ ۴۵/۳۲ **کے ساتھ:** ۱۵۱/۸ ۲۳۶/۱۵ سی ۲۳/۳۱ ۸۵/۴ ۱۶۶/۶ ۲۵۴/۲۸

افعال اور مصادر: (۱) پوچھے ہی ۱۴، سمجھوں ہوں ۱۸، ملیں ہیں ۶۹/۳۴، کہے تھی ۲۱۴، کرے تھا ۱۰۹، (۲) آوے جاوے، ہووے وغیرہ ان میں ہیں، لیکن چونکہ جوشش کے زمانے میں واو کی جگہ ہمزہ بھی استعمال ہوتا تھا، (اشعار کلیم کی تضمین جو دیوان در دمیں ہی ملاحظہ ہو) دیوان مطبوعہ میں ایسے مقامات پر صرف ہمزہ لکھا گیا ہی۔ (۳) زبان حال کے خلاف جوشش 'کے' یا 'کر' کو حذف بھی کر دیتے ہیں اور بڑھا بھی دیتے ہیں: پکار دیکھا ۲۱، بھر نظر ۱۳، کہلا کر کے ۲۵، اٹھا کر کے ۲۴۱، پڑھ سناؤں ۷۰، جا کہو ۸۲، جھڑک بولنا ۱۴۴ (۴) فعل کے آخر میں ایک ی کے بعد دوسری آتی ہی، تو ایک کو کبھی حذف کر دیتے ہیں: بیٹھے ۱۳۲/۲۹، لیجے ۱۷، بدلے ۲۰۲/۱۴، (۵) 'نے' جوشش کے یہاں حذف ہو جاتا ہی لیکن زائد کبھی نہیں ہوتا: آخر اسی کی نالۂ شب گیر کی طرف ۸۰، ۶۴/۴ ۱۶۹/۱ (۶) چمٹیاں رہتیں جعفری کے ساتھ" ۲۳۶

اس قسم کی صرف یہی ایک مثال ملتی ہے، اور یہ بھی اُس کلام میں ہے جو غالباً ابتدائی ہے
(۷) لیوے ۳۹ ، دیوے ٦ ہے، لیکن جیوے ، ہیوے ، کھوے رکھوے نہیں۔
(۸) لگائیں ہیں ۲۳۴/۱۳، آج کل لگائی ہیں، چاہیے، لیکن نسیم لکھنوی کے یہاں یہ مصرع ملتا ہے: "عیسیٰ کی تھیں اُس نے آنکھیں دیکھیں" قافیہ دیریں (۹) فعل کے بعد آج کل جہاں 'ہی' کا استعمال مرجح ہے، جوشش اسے حذف کردیتے ہیں: آنکھ مندنے ۲۰، دیکھتے ۹۰/۲۵ ، کہتے ۳ ، (۱۰) اسی طرح بعض موقع پر 'ہوئے' کو حذف کردیتے ہیں سانس لیتے ۱۷٦/۱۹ باگ کو لیے ۲۰۷، (۱۱) مصدر کی تانیث: لینی ۲۷/۳۴ (۱۲) مل جانے کھل جانے ۲۱۹ (۱۳) کیجیو ۵/۳۴، سوئیو ۳٦/۳۴ (۱۴) رونے لگ گئے ۱۳، بری لگنے لگی ۴۱
(۱۵) "اے ترکِ چشم اب تو ترکش کمر سے کھولو" (۱٦) ہم تو رہ جائیں گے جاتے ہی تجھے کیا کرنا ضمیمہ (۹) (۱۷) "دل کرکے جس کو کرتے ہیں تعبیر سنگ ہے" ۱۷۲ (۱۸) ملتی ہی بلتی ۱/۱۱
نہ ملیے گا انساں سے اے خضر تو نے ۱۹، "انجام محبت کا کیا جانیے کیا ہوگا" ۱۰
"یہ وہ آزار نہیں جس کی دوا کیجیے گا" ۹، "پیری میں بھلا ڈھونڈیے کیا بخت جواں کو" ۱۳۹
"لاکھ تدبیر کرو پر دو ہوا ہی چاہیے" ۷۵، (۲۰) "روتے روتے ہوئے بلبل گئی ڈھل بر سر گل" ۹۱
یا تو ہو ئے، نہ ہونا چاہیے یا رُوئے، کی تکرار غلط ہے (۲۱) صدقے کیے تھے ۱۲٦/۲
(۲۲) 'ہو' کی جگہ 'رہے گا' (۲۳) مصرع ہائے ذیل: ۳۵/۸، ۳٦/۲۲، ۵۳/۲۰، ۱۸٦/۳۴

متروکات: ذیل میں ایسے مفردات و مرکبات کی فہرست دی جاتی جن کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ متروک ہیں - یہ ضروری نہیں کہ مرتب کے نزدیک بھی وہ

متروک ہوں۔ متروکات اور عنوانوں کے تحت بھی ملیں گے: ولیکن ۱، جوں ۱۱، پر، گر، تب، ٹک، زور ۴/۲۶، تلک، تجھ بن، سئنے، کسو، پہ، ہر ایک، تندخو ۶ (وہ تند خو، تنک، سو، کبھو، جلتی ہی بلتی ۱۰، ولے، نپٹ ۱۲، جنھون (جن)، اس کے حضور، (سامنے)، لیک اپنے تئیں (کو)، اس مرتبہ ۱۶ (اتنا)، طُرف (اس کو سب طرف سے فراغ رہا" حسن) وے ۱۸، انھوں ۲۰ (اُن)، ینت، یہ ۲۴/۱ (اس قدر)، او وہیں، تجھ بغیر، ایدھر ۲۶، اودھر، وہ یار ۲۷، گوے ۲۸ (گو) مت، پھیر ۲۹، ندان ۳۶ (کلام قدیم میں صرف ایک جگہ)، صدا سے یا سے (صدا سے یا) کا ہے کو ۳۹، کتا ۴۲، کی دولت ۴۳، اُن (اُس)، بیچ (میں)، لوہو ۴۶، جوں کے توں ۴۷، کب تئیں (کب تک)، خورشیدا ۴۸ (اس محذوف) جیدھر ۵۳، جوں توں کی خاطر ۶۴، پہنچ (۶۵/۲۹)، تجھ حسن ۷۰، وگر، میاں، زری بیٹھ ۷۴، لس ۷۸، حد ضعیف ۷۹، استنے پر ۸۰، تا مرنہ مٹے ۸۱، سدا، بہت ۸۴، پرے ۹۶، چشم نم ۹۸، بن تیرے، سنا چاہیے ۱۰۰، بھی ۱۰۵، بولا چاہیے ۱۰۶، بن کہے ۱۰۷، بھاویں، کس کنے ۱۱۳، اُس بنا گوش ۱۱۶ (اس کی بنا گوش)، شتر گربہ ۱۲۳ (فرمائیے اور رہتے ہو)، "جان ۱۲۴ (داے یا مری کے بغیر)، سبزے سوا (کے سوا)، اکٹھے ۱۲۶ (بے تشدید)، جن ۱۴۹ (جس)، استنے لیے ۱۵۳، تجھ پاس ۱۶۰، سمجھیے ۱۸۴، تلے، جانی ۱۸۷، پہر ۲۰۵، تجھ بغیر، نہیں ۲۱۴/۱۴ (نہ)، یا رب، ہر کہیں ۲۲۳، کیوں کے، ادس: ۲۲۶/۳ "چھاتی تڑقے ہی کھلتے وس کی گانٹھ" سجاد)، اوپر ۲۳۳، جاگہ، سبھوں ۲۳۶،

اُن کنے ۲۳۶، رنڈی (بہ معنی عورت)، نشہ ۲۳۷ (املا 'نشا' +) لاگے (صرف ایک جگہ) لے شاہ تاگدا ۲۴۰، تجھ ذات، آخرش ۲۴۲، جنبشِ دم اس کی میں ۲۵۱ "اس کی جنبش دم میں" اس قسم کی تعقید مصحفی تک کے یہاں عام ہے لیکن جوشش کے یہاں دو ایک جگہ سے زیادہ نہیں ملتی)، نین ۲۵۲ و ۳۹، سوائے اس کے، خوشی ضمیمہ (خوش)۔ اُس ہی، اُن ہی، وہ ہی، ہم ہی، تم ہی، یہ ہی، بالالتزام اسی، انھیں وہی، ہمیں، تمھیں، یہی لکھے گئے ہیں، تقطیع میں اگر اس طرح نہ آسکے تو اور بات ہے۔ جوشش کے یہاں بعض مصادر جن میں اب تشدید بہتر معلوم ہوتی ہے با تشدید اور بے تشدید دونوں طرح ملتے ہیں ۔ سارے (کل) ۱۹۸، بارے ۲۳۷

جوشش کی شاعری

علی ابراہیم خاں اور لطف کی رائے میں جوشش درد کے پیرو ہیں، لیکن ان کے کلام کے مطالعے سے یہ پتا چلتا ہے کہ جس شاعر کا انھوں نے سب سے زیادہ تتبع کیا ہے وہ سودا ہے۔ جوشش معنی بند[۱] شاعر ہیں اور سودا کی طرح ان کی غزلوں میں حالی مضامین کے پہلو بہ پہلو خیالی مضامین ملتے ہیں ۔ مبالغہ، حسن تعلیل اور تمثیل وغیرہ انھیں بہت مرغوب ہیں۔ متاخرین شعرائے فارسی کی تقلید میں تشابیہہ و استعارات

---

[۱] جوشش "تلاش لفظ و معنی"، صـ۳۵ "معنی بیگانہ" ضمیمہ، صـ "کلامش شاعرانہ" "شورش مضامین تو آئیں" لطف: "معنی بیگانہ سے بہ شدت آشنا" ان سب سے یہی مراد ہے ۔

کے استعمال میں کبھی کبھی بے اعتدالی کرتے ہیں - ان کی طباعی اور تلاش کا تو قائل ہونا پڑتا ہے لیکن تشبیہ و استعارہ کی جو اصلی غرض ہے وہ پوری نہیں ہونے پاتی۔ لفظوں کے ذومعنیین ہونے سے بھی مضمون پیدا کرتے ہیں - اکثر اس کی وقعت ادبی شعبدہ بازی سے زیادہ نہیں ہوتی :

اگر یوں ہی رہے گی حیرت عشق — ق — اگر یہ دیدۂ نم نم رہے گا
بہ رنگِ شبنم آ کر قطرۂ اشک
ہماری ہر مژہ پر جم رہے گا

لطف بحر عدم میں ہے ورنہ
چشم نرگس لیے حباب آیا؟

دزد چالاک نسیم سحری ہے کیونکر
شمع کے سر پہ رہے طرّۂ زر آخر شب

مژہ نے تیری ایسی یار اُس کے ساتھ کاوش کی
مشبک ہو گیا دل پردۂ بادام کی صورت

اُس کے بحر حسن میں ابرو ہے جوں شمشیرِ موج
طرّۂ طرار ہے خجلت دہِ زنجیرِ موج

آپ چل سکتے نہیں اور غیر کے ہیں رہ نما
ہم نے تو دیکھے نہیں نقشِ قدم سے بے نصیب

مطمئن پیرِ فلک سے وہ نہیں اے جوشش
اُس کے گہوارے میں کس طرح سے سوئے خورشید

پڑی اس پر زبس گردِ یتیمی
ہوا اس واسطے آب گہر بند

ہر بے زبان اہل زباں سے ہے سر بلند
گر یہ نہیں تو شعلے سے کیوں ہے شرر بلند

ہے تنِ کاہیدہ رشکِ سایۂ مژگان مور
کیا تعجب ہے اگر ہوئے نہ زیب خوان مور

راست رو بھاگتے ہیں کج رو سے
کیا رہے خانۂ کماں میں تیر

اگر باطن میں ہم رنگی نہ ہو روشن ضمیروں کو
تو کیوں آتش سے ملتے ہی شراب ناب ہو آتش

اس دل صد چاک میں یوں جلوہ گر ہے اس کا داغ
جیسے قندیلِ مشبک میں چمکتا ہو چراغ

بحرِ خوں ہے چمنستان میں ہر تختۂ گل
دودِ آہِ دلِ بلبل کا ہے پُل بر سرِ گل

جو ہوئے صاف طینت کیوں نہ چاہے سبز رنگوں کو
گرے واں بیشتر دیکھے جہاں پتّے ہرے شبنم

جوشش رواں ہے اشک ان آنکھوں سے رات دن
ڈرتا ہوں راہ زن سے یہ وہ کارواں نہیں

آنسو کا ہے یہ عالم اس شمع رو کے آگے
جھمکیں ہیں روشنی میں جوں قطرہائے باراں

کب رہے گا دامنِ گل میں زرِ گل بلبلو
دیکھتا ہوں صورتِ دست و گریباں غنچے کو

عارضِ یار پہ یوں خط ہے کہ جیسے کوئی [۵]
ورقِ گل پہ لکھے آیتِ قرآنی کو

نہیں روتا ہے جو ظاہر میں وہ باطن میں گریاں ہے
یہ عقدہ کھل گیا ہے دیگ کے سرپوش سے مجھ کو

غوّاص ہے یہ خالِ سیہ چشمۂ لب پر [۶]
آیا ہے ترے دانتوں کے تئیں جان کے موتی

تمام عالم اگر زنگبار ہو جائے
نہ دیکھے تیغ عدو کش تری رخِ زنگار

اہل جوہر نہیں فراغ نصیب [۷]
تیغ زنجیر میں ہے جوہر سے

جوں نظر اس کا جمال بے مثال
آنکھ سے اک دم جدا ہوتا نہیں

---

۵ خط کی تشبیہیں اشعار ذیل میں بھی دیکھی جاتی ہیں: ۳۱/۱۲ ۵۹/۱۶ ۶۲/۱۰ ۱۲۷/۹ ۱۳۱/۱۳ ۱۳۱/۱۷

۶ ۱۴۱/۱۴ اور ۱۷/۱۵۰ بھی خال کی تشبیہ میں ہیں۔ ولی کا شعر ملاحظہ ہو:

"ترے لب ہیں بہ رنگِ حوضِ کوثر محشرِ خوبی
یو خالِ عنبریں تس پر بلال آسا کھڑا دستا"

۷ شعر ۱۹۱/۹

سرکشوں سے نہ رکھ اُمید تواضع جوشش	کب قدم بوس کو خارِ سرِ دیوار آئے
سراپا معنیِ باریک ہے زلف دراز اُس کی[۵۵]	بجا ہے اہلِ معنی پہ مطوّل مختصر ہوئے
اہلِ رقم کو چین نہیں ہے جہان میں	دیکھو قلم کو ہے سفر انگشت کے تلے
مقلّد اہلِ معنی کا نہ ہوئے صاحبِ معنیٰ	صنوبر اہلِ دل ہے پر اُسے کون اہلِ دل جانے
تا نہ تو زور کرے ہاتھ میں آتے ہی یہ خوف	قطرۂ خوں رگِ یاقوت سے جاتا ہے ٹپک
تاب کھائے ہے کمر یار کی یوں وقتِ خرام[۵۶]	شاخِ گل باغ میں جس طرح سے جائے ہے لچک
سر بلندی نہیں کچھ خوب زمانے میں کہ دیکھ[۵۷]	ماہِ نو فرق پہ گردوں کے ہے مانند کلک

معرفت کے اشعار بہ کثرت ہیں، اور یہ تقلید درد کا اثر ہے۔ ان اشعار سے اسلامی تصوف کے اعمال و نظریات سے کچھ نہ کچھ واقفیت کا تو پتا چلتا ہے، لیکن ان میں وہ سرمستی اور بےخودی نہیں، جو صوفیانہ اشعار کو ان لوگوں کے لیے بھی دلکش بنا دیتی ہے جو تصوف سے چنداں مس نہیں رکھتے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے[۵۸] کہ وحدت الوجود کا مسئلہ

---

[۵۵] "مطوّل کو کرے ہے مختصر زلف دراز" سودا۔ [۵۶] و [۵۷] سودا کے اشعار ذیل:

نازو دستِ حنا بستہ کی ایسی حرکات	شاخ میں گل کی پون بہنے سے جوں آئے لچک"
"شوکت و شان کہوں کیا میں ترے ہاتھی کی	چرخ پر جوں مہِ نو ماتھے پہ یوں اُس کے کلک"

[۵۸] ۲۱۹/۱۴، ۲۰۷/۲، ۱۸۵/۱۱، غزل ۲۸۹ ص ۱۰۷، ۱۴۱/۴، ۲۸/۱، ۱۵۷/۱ [۵۹] کہا جا سکتا ہے کہ اس شعر میں وحدت الوجود کی طرف اشارہ ہے، لیکن جوشش اس عقیدے کے ہوتے تو لفظ "مخلوق" استعمال نہ کرتے۔ ان کا اصلی خیال غالباً شعر ۵۸/۵ میں منظوم ہوا ہے۔

ان کے یہاں مطلقاً نہیں پایا جاتا۔ جوشش نے 'واقف اسرار' (۵۹/۱) اور خدا کے سوا کل امور سے بے تعلق (۳/۶) ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ان کا "مذاقِ درویشانہ" مسلّم (ص ۲۳۲ مثنوی، و ۲۱۷/۸)، لیکن ان کی آخری منزل غالباً وہ تھی جس کی طرف ان اشعار میں اشارہ ہے:

"نہ آئینہ ہوں نے شکلِ گوہر ولیکن میں پرستارِ صفا ہوں"

"صاف ہوتا ہی نہیں زنگِ تعلق ہیہات دل کے آئینے کو ہر چند جلا دیتے ہیں"

اخلاق کی طرف یہ تصوّف کی راہ سے آئے ہیں، اس لیے ان کی اخلاقی تعلیم وہی ہے جو صوفیہ کی ہے، یعنی تسلیم و رضا، فقر و فنا، صبر و توکل وغیرہ۔ جبر و اختیار کا مضمون ایک دو جگہ سے زیادہ نہیں ملتا، گو 'تقدیر' کا مضمون زیادہ باندھا ہے، جو دراصل اس سے مختلف نہیں۔ غیرت اور ہمّت کے مضامین بھی پائے جاتے ہیں، لیکن اس سپاہی زادے کے یہاں جو غالباً خود بھی سپاہی[۵] رہ چکا ہے شجاعت اور سرفروشی کے مضامین مفقود ہیں۔ حق نمک[۵] ادا کرنے کا مضمون کئی جگہ عاشقانہ انداز میں نظم کیا ہے۔ اور یہ عجب نہیں کہ خاندانی روایات کا اثر ہو۔ خالص فلسفہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ عام زندگی پر نقد و نظر، اور عملی زندگی کے متعلق ہدایات بھی کہیں کہیں ملتی ہیں۔

کیا فکر تو کرتا ہے اس فکر سے کیا ہوگا ہوئے گا وہی جو کچھ قسمت میں لکھا ہوگا

---

[۵] قصائد اور غزل کے بعض اشعار سے فنون جنگ سے کچھ واقفیت کا پتا چلتا ہے [۵] ۲/۶، ۳۳/۱۴

۱۷/۱۳، ۸۵/۱۰، ۱۹۶/۴ (اُن لبوں سے کہیں کہ کام نہیں اتنے بھی تو نمک حرام نہیں" دل)

بندے کہلاتے ہیں راضی بہ رضا ہیں جوشش
ہوگی جو اُس کی رضا وہ ہی کیا کیجیے گا

کشادِ کار اُس سے چشم مت رکھ
جو کوئی باتیں کرے آنکھوں کو کر بند

غیرت یہ مقتضی ہے کہ لے غنچہ باغ میں
مرجھا ہی جا پہ منتِ بادِ سحر نہ کر

اوروں کی عیب جوئی اپنا ہنر نہیں ہے
اپنے ہی عیب جو ہیں یہ ہے ہنر ہمارا

جہان خواب تماشا جہان کا سب خواب
خیال خوب کیا تو خیال اپنا ہوں

کہتے ہیں فاعل مختار ہے بندہ لیکن
خوب دیکھا تو یہ مجبور ہے مختار نہیں

یاں برے اور بھلے ایک سے ہیں نظروں میں
جو برا چاہتے ہیں ان کا بھلا چاہتے ہیں

جب تک اس میں غم دنیا ہے یہ دل شاد نہ ہو
چغد جس گھر میں ہو وہ گھر کبھی آباد نہ ہو

گر آرزو ہے دل میں اتنی ہی آرزو ہے
تاراج بے نیازی اقلیم آرزو ہو

فرہاد یہ سب بے فائدہ خارا شکنی ہے
گھر کیجیے کسی دل میں یہی کوہ کنی ہے

محققوں سے یہ نکتہ مجھے ہوا معلوم
خلاف طبع جو ہوئے وہی جہنم ہے

کیا فائدہ جو شکوۂ ایام کیجیے
راضی رضا پہ رہیے اور آرام کیجیے

جوشش کوئی ہزار کرے یاں مخالفت
اپنی طرف سے تو نہ کسی سے بگاڑیے

اگر اوج آرزو ہے مشق وضع لا اُبالی کر
بگولے کو کیا ہے سرکش اتنا خاک اڑانے نے

مر گئے جوشش اسی دریافت میں
کیا کہیں ہے کون سی شے زندگی

مجھ سے جوشش تو کچھ سبب مت پوچھ ق واں سے آنے کے یاں سے جانے کے
چپ[۱۲] ہی رہ جا یہ کھیل ہیں پیارے اُس کی قدرت کے کارخانے کے

تصوف سے قطع نظر کرکے مذہبی عقائد کا اظہار غزل میں انھوں نے ایک آدھ ہی جگہ کیا ہے ۴۴/۲، رباعیوں اور قصیدوں سے ان کے عقائد وہی معلوم ہوتے ہیں جو ان کے عہد میں راسخ العقیدہ مسلمانوں کے تھے۔ بعض اشعار جو حالات کے ذیل میں نقل ہو چکے ہیں تشیع پر مشعر ہیں، لیکن شعر ذیل سے تسنن مترشح ہے۔ اہل تشیع رویت باری کے قائل ہیں۔

"نہیں معتقد جو ترے دید کا دوانا ہوں میں اُس کی فہمید کا"

کلام سے پتا چلتا ہے کہ کم از کم ابتدائے شباب میں رند مشرب ضرور تھے، نورتن نامی رقاصہ کی شان میں مثنوی لکھی ہے، اور ہولی کی تصویر تو سراسر رندانہ انداز میں کھینچی ہے۔ رباعی شمار ۲۰ سے کسی زمانے میں شغل شراب[۱۳] کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ عمر کے ساتھ معلوم

سلہ ۱۲ ۵۳/۹، ۱۶/۷، ۳۲/۸، ۵۴/۱، ۱۴/۱۲ بھی ملاحظہ ہوں۔ جوشش اپنے پیش کردہ معیار اخلاق پر خود کس طرح اترتے ہیں اس کا اندازہ غزل ۱۰۹ صـ۳۹ کے شعر ۴ اور مقطع کے دیکھنے سے ہو سکتا ہے۔ کہاں تو یہ بلندی کہ خدا سے بھی دعا نہیں کرنا چاہتے اور کہاں یہ پستی کہ غزل کے صلے کے طالب ہیں؛ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کلام زمانے کے اعتبار سے مدوّن نہیں ہوا بہ خوبی ممکن ہے کہ یہ غزل ابتدا کی ہو، بعد میں ان کے قول و فعل میں اتنا نمایاں تضاد باقی نہ رہا ہو۔

سلہ ۱۳ خمریات ان کا خاص مضمون نہیں، تاہم اشعار ذیل ملاحظہ طلب ہیں: ۱۱۹/۴، ۴۱/۲، ۴۱/۱۵، ۱۹۲/۹، غزل ۱۰۶ صـ۳۸

ہوتا ہے کہ ان کی طرزِ زندگی میں بھی تغیر ہوا تھا ۔ غزلوں میں قطعۂ ہولی کا انداز[۱۴] شاید ہی کہیں ہو ۔ رباعی مذکورۂ بالا بھی یہ بتاتی ہے کہ شراب سے توبہ کرلی تھی ، لیکن یہ باور نہیں آتا کہ کسی زمانے میں بھی زاہدِ خشک ہو گئے ہوں ۔ تصوف کی طرف اِن کا میلان اس کی کافی ضمانت ہے ۔ جوشش بچپن ہی سے اسلام کی طرف مائل تھے ۔ اس لیے سن تمیز پر پہنچنے پر جب انھوں نے باقاعدہ اسلام قبول کرلیا تو اس سے اُن کے نقطۂ نظر پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا ۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں نہ غلو و تشدّد ہے اور نہ انھوں نے اپنے آبائی مذہب کو نشانۂ تعریض بنایا ہے ۔ دیوان میں تبدیلِ مذہب کی طرف کہیں اشارہ نہیں ، ہاں عام شعرائے اُردو کی طرح کہیں دیر و حرم کی[۱۵] تفریق مٹائی ہے ، کہیں کفر کو اسلام پر ترجیح دی ہے ، اور کہیں "زلف کا فرکیش کی بندگی میں" مسلمان سے ہندو ہوگئے ہیں[۱۶] ۔ اگر خارجی طور پر علم نہ ہوتا تو ان کے دیوان کو دیکھ کر یہ کہنا ناممکن تھا کہ یہ نومسلم ہیں :

سوئے حرم یا طرف بت کدہ ق — الغرض اے شیخ جدھر جائیے
دونوں جلوہ گہِ یار ہے — خواہ ادھر خواہ اُدھر جائیے

چشمِ وحدت سے گر کوئی دیکھے — بت پرستی بھی حق پرستی ہے

انسان تو ہی صورتِ حق کعبے میں کیا ہے — اے شیخ بھلا کیوں نہ کروں سجدے بتاں کو

رفتہ رفتہ بندگی میں زلف کا فرکیش کی — تھا تو یہ جوشش مسلماں لیک ہندو ہوگیا

---

[۱۴] ۸۷/۱۷ ، ۵۱/۱۳ ، ۹/۱۲ ۔ [۱۵] لیکن ۲۳۷/۹ " ہو کے بے خود کہوں رحیم کو رام " مثنوی ص ۲۴۴ اور "کلوخ ہاتھ نہ آئے بہ جُز سرِ کفّار" قصیدہ

ملکی مضامین اور ہندوانہ تلمیحیں اس قدر کم ہیں کہ نہ ہونے کے برابر ہیں نظیر کا تو ذکر ہی کیا ہے، سودا اور انشا بھی اس معاملے میں ان سے بہت آگے ہیں۔ لے دے کر جو کچھ ملتا ہے (قطعۂ ہولی کے علاوہ) یہ اشعار اور مصرع ہیں:

ہجوم گریہ میں یوں آہِ سوزاں دل سے نکلے ہے	کوئی جس طرح سے گاتا ہو دیپک راگ پانی میں
ساون کی رات تجھ بن گزرے ہے اس طرح سے	اِیدھر صدائے گریہ اودھر صدائے باراں
"اُس کو ہے عزم سفر بارش شگوں اچھا نہیں" ۱۳۰	"جیسا ہے اس برہمن زادے کے قشقے کا الف" ۸۰
اڑتی ہوئی دیکھوں ہوں تری چنگ ہوا پر، ۵	"اے کاش ترے ہجر میں یہ آنکھ نہ پھڑکے" ۱۸۰
"کودنے اور اچھلنے لگے اگیا بتیال" ۲۴۲	"دو خصم دیں کہ جو دس سر کا ہوئے جوں راون" ۲۵۴
"بارے تب اس سے رام رام ہوئی" ۱۹۸	"مہر اور ماہ کی افلاک بجائے خوردک" ۲۵۰
"دانتوں میں مسّی برا جے آنکھوں میں کاجل بسے" ۲۰۵	بجو باورا ص ۲۳، پیراہن ململ ص ۲۰۵

سودا کی طرح جوشش کی غزلوں میں بھی تنوع مضامین پایا جاتا ہے۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ عشقیہ اشعار کی وہ کثرت نہیں ہو سکتی جو اُن غزل گویوں کے یہاں ہے جن کے نزدیک غزل صرف عشقیہ مضامین کے لیے مخصوص ہے۔ جوشش کی غزلوں میں معشوق حقیقی اور معشوق مجازی دونوں سے خطاب ہے۔ منتخب اشعار میں تتبع درد کا اثر نمایاں ہے۔ اور ان میں درد[1] کی کمی نہیں،

---

[1] جوشش کا دعویٰ ہے کہ: "سوزِ کلام جوشش برقِ ہر انجمن ہے" ص ۱۰۶ "جوشش ترا کلام بھی کیا دردناک ہے" "لگتی ہے چوٹ دل کو ترے ہر سخن کے بیچ"۔ علی ابراہیم کا قول بھی ملاحظہ ہو۔ دیوان میں برہمن بچے، فرنگی بچے، کابلی بچے سے دو چار جگہ مڈبھیڑ ہو جاتی ہے لیکن، کلام کا بیشتر حصہ ایسا ہے جس میں جنس کی تخصیص نہیں۔ ضمیریں البتہ مذکر استعمال کی ہیں۔

لیکن کلام کے بیشتر حصّے کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جوشش کو معنی بندی کا شوق ہے، اور دوسری یہ کہ منتخب اشعار سے قطع نظر کرکے ترنم میں وہ گہرائی نہیں جو کلام میں درد پیدا ہونے کے لیے ضروری ہے۔ ان کا لہجہ عموماً سنجیدہ ہے، بوس وکنار کے مضامین باندھے بھی ہیں تو ان میں زیادہ[٢] عریانی نہیں۔ آداب عشق کی رعایت عموماً ملحوظ رکھی ہے، محض چند اشعار ایسے ہیں جن میں ان سے انحراف[١٨] کیا ہے۔ طنز آمیز مضامین کم ہیں، معشوق کے ظلم کا شکوہ ہے لیکن غزل میں واسوخت کا رنگ پیدا ہونے نہیں دیا، معشوق کے رنگ روپ، بناؤ سنگار، شوخی وشرارت، ناز وادا، عشوہ وکرشمہ کا بیان زیادہ نہیں اس کے لیے مصورانہ چابک دستی کی ضرورت ہے اور یہ جوشش کا نمایاں وصف نہیں:

کیا بہارِ حسن پر موقوف میرا عشق ہے ۔۔۔ جب تلک جیتا ہوں میں ہوں اور تیرا عشق ہے

کیا تجلّی ہوئی اے عشق ترے آنے سے ۔۔۔ نور کے اڑتے ہیں تکّے مرے کاشانے سے

راغب نہ ہو طبیعت گو حور رو برو ہو ۔۔۔ اپنی یہ آرزو ہے دنیا ہو اور تو ہو

ہزار پیار کرے گا ہزار چاہے گا ۔۔۔ مری طرح نہ کوئی تجھ کو یار چاہے گا

چمن میں یار بن رہنے کو تو کیا ہے رہا کیجے ۔۔۔ ولیکن جی نہیں لگتا ہمارا اس کو کیا کیجے

چشم پُر آب ہے لب خشک دماغ آشفتہ ۔۔۔ زور عالم ہے غرض دل کی گرفتاری کا

---

[٢] ۸۶/۱۲، ۵۱/۱۳، ۹/۱۲، ۱۸/۸، ۱۱/۸، ۵۴/۲، ۱۸۶/۶، ۱۱۲/۴ رباعی ۱۰ میں معشوق سے خطاب ہے تو قابل اعتراض ہے۔ عاشق کی فرومایگی کے مضامین بھی بہت کم ہیں ۱۵۸/۴، ۱۵۷/۱۱

آہ رکتی نہیں اور اشک بہا جاتا ہے / چپ تو رہیے پہ کوئی ہم سے رہا جاتا ہے

لذتِ وصل تصور میں اٹھا رہتے ہیں / گو کہ ظاہر میں سدا اُس سے جدا رہتے ہیں

رہتا ہوں اُس کے سایۂ تیغِ نگاہ میں / کرتا ہوں زندگی میں اجل کی پناہ میں

جو کچھ دن ہم نے دیکھے ہیں ترے ہاتھوں زمانے میں / فلک ایسے کسی کے کب بُرے ایام ہوتے ہیں

اگر چاہیں نہ بولیں اُس سے ہم یہ ہو نہیں سکتا / وگر کچھ بولتے ہیں تو ابھی بدنام ہوتے ہیں

مرے دم میں کہ جب تک دم رہے گا / یہی رونا یہی ماتم رہے گا

کہاں تک یہ غرورِ حسن ظالم / ہمیشہ کیا یہی عالم رہے گا

وہ زمانہ کیا ہوا جو مرے گریے میں اثر تھا / یہی چشمِ خوں فشاں تھی یہی دل یہی جگر تھا

ہر ایک خارِ بیاباں رکھے ہے نوکِ زباں / یہ ماجرا ہے ہماری برہنہ پائی کا

اے رخصتِ بہار یہ حسرت ہی رہ گئی / دل کھول کر چمن میں کبھی ہم نہ رو لیے

حال دیوانوں سے اپنا کم نہیں / تم نے جو دیکھا تھا سو اب ہم نہیں

خوب اس جینے نے ہم کو خوش کیا / اپنے مرنے کا ہمیں کچھ غم نہیں

کہیو میری طرف سے اے قاصد   ق   اُس کی محفل میں تو اگر گزرے

کسی دشمن کو بھی نہ روزی ہو   (کذا)   دن جو کچھ تیرے دوست پر گزرے

روٹھ بیٹھا ہے مجھ سے وہ جوشش   ق   کوئی جا کر اُسے یہ سمجھائے

آرزو ہی میں تیرے ملنے کی / آہ کیا یہ غریب مر جائے

نصیبوں کی کہاں تک کہیے خوبی ق جو اُس کے پاس جوشش لے گیا دل
تو وہ منہ پھیر کر جھنجھلا کے بولا اٹھا بھی تحفگی رکھتا ہے کیا دل

جوشش اُس بے رحم سے اتنا تو اب پوچھے کوئی غیر کا شکوہ کیا تھا تو نے کیوں مانا بُرا

ہو جائے حرفِ شکوہ لبِ زخمِ دل سے دور اتنا نمک بھی تیرے نمک دان میں نہیں

اک بار دیکھنے نہ دیا اُس کو بھر نظر سو بار اُس تلک دل بے تاب لے گیا

نہ آنا، نہ خط، نے کبھی کچھ زبانی غریبوں پر اتنی بھی نامہربانی

بہ جائے خار تمام اس میں غنچہ و گل ہو جو شاخ گل کی نہ آرامگاہ بلبل ہو

نہ پھولتے ہیں شگوفے نہ غنچے کھلتے ہیں چمن میں شور پڑا کس کے مسکرانے کا

اس ادا کا ہوں تیری دیوانہ دیکھنا مجھ کو اور چھپ جانا

اے بتاں کرتے ہو کیوں بوس و کنار آپس میں ایسی باتوں کا مرے دل میں تو ارمان نہیں

ہمیں خود کچھ تو وہ کہتے نہیں مارے مروّت کے شرارت سے بتاں غیروں کے تئیں سنکار دیتے ہیں

وہ آپ آزردہ ہوتا ہے گلہ آمیز باتوں سے ہماری بات کو اغیار ناحق مار دیتے ہیں

کیوں نہ دیوانہ ہوں جوشش دیکھ اُسے جس شوخ کے دانتوں میں مسّی بر اجے آنکھوں میں کاجل بسے

جس سرزمیں پر کہ وہ سروِ رواں چلے قمری و فاختہ ہی کے سائے میں واں چلے

آئے دو چار باتیں دل آزار کر چلے کیا خوب تم عیادتِ بیمار کر چلے

۳۵ لے گئی دل کو اُس کی محجوبی	یہ بھی اپنے نصیب کی خوبی

سودا کی طرح جوشش بھی اکثر اصنافِ سخن پر قادر ہیں۔ قصائد میں یہ اپنے مشہور معاصروں سے بہت پیچھے نہیں۔ ان کی مثنویوں میں روانی پائی جاتی ہے، لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ کوئی طویل قصہ لکھتے تو کس حد تک کامیاب ہوتے۔ زور بیاں اور پختگی بندش ان کے یہاں بہ درجۂ اوسط موجود ہے۔ بہ کثرت غزلیں اور قصیدے (خصوصاً قصیدۂ کافیہ) اس کے ثبوت میں پیش کیے جا سکتے ہیں۔ فدوی یا ہدایت کی طرح انھیں مثل دمحاورہ بند شاعر نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن صفائی زباں اور صحت محاورہ کی بہ کثرت مثالیں دیوان میں[۱] ملتی ہیں:

لگا دے بے تامّل منہ سے اب شیشہ کہ مرتے ہیں	نشا تیرے سیہ مستوں کا اے پیر مغاں ٹوٹا
پھر گئی ہر ہوا سے مےخانہ	شیشے ہنستے ہیں جام روتے ہیں

---

[۱] اشعار ذیل بھی ملاحظہ ہوں: ۲/۱۵، ۳/۱۷، ۴/۱، ۵/ق، ۶/۱۳، ۷/۴، ۸/۲، ۱۰/۱۱، ۱۰/۱۲، ۱۲/۱۰ و ۱۱، ۱۵/۹، ۱۸/۱۵ و ۱۱، ۲۱/۱۴ و ۷، ۲۲/۵ و ۷، ۳۰/۴، ۳۳/۲ و ۷ و ۸، ۳۳/۱۳، ۳۴/۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۳۶/۱۰، ۴۱/۱۷، ۴۲/۱۰، ۴۴/۱۴، ۴۹/۳، ۵۴/۱۰، ۵۵/۴ و ۹، ۵۶/۱۱، ۵۷/۱۴، ۶۴/۱۳، ۶۶/۸، ۷۵/ق، ۸۰/۲ و ۱۳، ۸۹/۹، ۹۹/۱۴، ۱۰۱/۱، ۱۰۸/۱۵، ۱۱۱/۱، ۳، ۱۱۲/۳، ۵، ۱۷، ۱۱۳/۱۶، ۱۷، ۱۱۵/۵ و ۸، غزل ۱۶، ۳ صـ۱۱۷، ۱۲۰/۱۵، ۱۲۲/۱۵، ۱۲۳/۱، ۱۳۰/۱۲، ۱۳۱/۹، ۱۳۲/ق، ۱۳۳/۱۴، ۱۳۴/۱۷، ۱۳۵/۴، ۱۳۶/۱۲، ۱۴۸/۱۶، ۱۵۳/۱۱، ۱۶۲/۷، ۱۶۳/۱۰، ۱۶۷/۹، ۱۷۰/۱۳، ۱۸۱/۱۴، ۱۹۱/ق، ۱۹۳/۱۶، ۱۹۵/۶ و ۷ و ۱۱، ۱۹۹/۸، ۱۴، ۲۰۰/۱۷، ۲۰۱/۷، ۲۰۳/۷ و ۱۲، غزل ۶۶، ۵ صـ۲۰۳، ۲۰۵/۵، ۱۵، ۲۰۸/۵، ۱۷، ۲۱۶/۱۶، ۲۲۱/۳، ۹، ۲۲۲/۱۳، ۱۴، ۲۲۳/۶، ۱۹۴/۱۶

بولتی ہے رات بولے صبح ہنستی ہے ہنسے   اپنی تو ہے موت بے دل دار ہنستے بولتے

گھیرے یوں رہتا ہے عرش دل کو ہر شب دود آہ   آسماں پر جس طرح سے رات کو بادل بسے

کیوں نہ دیوانہ ہوں جوشش دیکھ اُسے جس شوخ کے   دانتوں میں مسّی براجے آنکھوں میں کاجل بسے

سودا کی غزلوں میں ہزل کے اشعار بہ کثرت ملتے ہیں، ان کی غزلیں اس سے بالکل خالی ہیں۔ دو مختصر مثنویاں ہزل میں ہیں لیکن ان میں پرانی حکایتوں کو نظم کر دیا ہے۔ ذیل کے اشعار ان کی ظرافت کا نمونہ ہیں۔ ایسے اشعار کی تعداد بہت کم ہے:

شیخ آزردہ نہ ہو دیکھ کے مسجد میں ہمیں   سہو سے آ گئے تھے ہم اسے مے خانہ جان

بے گنہ کہتا پھرے ہے آپ کو   شیخ نسلِ حضرتِ آدم نہیں، (رو ۱۶۲/ق)

شیخ و زاہد کی تضحیک جوشش نے بھی کی ہے (۲/ق، ۹۹/ق، ۲۵۹/۱۱) لیکن ایک آدھ شعر سے قطع نظر کر کے ان کے اشعار میں ابتذال پیدا نہیں ہونے پایا۔ ٹکارسی کی ہجو اشخاص کی نہیں، محض ایک مقام کی ہجو ہے تعلّی کے شعر کہے ہیں (۹/۱، ۱۱۱/۵) لیکن کسی دوسرے شاعر پر چوٹ نہیں کی۔

ان کے عہد میں بہار و بنگالہ میں جو انقلابات رونما ہوئے ان کی طرف ان کے کلام میں کوئی اشارہ نہیں۔ زمانے کی شکایت کی ہے، زندگی سے بیزاری کا مضمون بھی نظم کیا ہے، لیکن، ایسے مضامین کم و بیش ہر شاعر کے یہاں ملتے ہیں۔

جوشش اپنے کلام سے ایک سلیم الطبع اعتدال پسند آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ اگر اس کے ساتھ فلسفیانہ بالغ النظری بھی ہوتی تو ان کے کلام میں ایک خاص رنگ پیدا ہو جاتا۔ اس کے بغیر ان کی اعتدال پسندی ان کی شاعری کے لیے چنداں مفید ثابت نہیں ہوئی۔ ان کا تخیل مصوّرانہ نہیں، مغنیانہ ہے۔

اور مشاہدۂ عالم کا انھیں اتنا شوق نہیں، جتنا مطالعۂ باطن کا ہے۔

جوشؔ کی شخصیت کے متعلق اس رائے سے اتفاق کیا جائے یا اختلاف رائے قائم کرنے میں امور ذیل کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے: (۱) شعرائے اردو واردات قلبی اور معتقدات ذاتی کو رسمی اور تقلیدی مضامین کے ساتھ اس طرح مخلوط کر دیتے ہیں کہ اکثر دونوں میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ (۲) وہ مضامین جن کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے شعرا آمادہ نہیں ہوتے، اکثر ان کے اصلی میلانات کو ظاہر کرتے ہیں۔ (۳) کلام کی تدوین زمانے کے لحاظ سے نہیں ہوتی اس لیے اس کا پتا چلنا مشکل ہو جاتا ہے کہ شخصیت کا نشو و نما کس طرح ہوا۔ (۴) جوشؔ کے حالات زندگی سے ہمیں بہت کم واقفیت ہے، اس لیے کلام کی بنا پر جو رائے قائم کی جائے اُس کے جانچنے کے لیے ہمارے پاس کوئی معیار نہیں۔

غیر مقبول بحروں میں صرف دو غزلیں ہیں۔ بحر منسرح مثمن مطوی منحور میں "یار جو ہے بے وفا، الخ، ص۱۶۵۔ بحر ہزج مسدس سالم میں "اگر منظور تجھ" الخ ص۲۱۶۔ مترنم بحروں میں کم غزلیں ہیں۔ بحر متقارب شانزدہ رکنی مقبوض اثلم میں صرف ایک غزل ہے: "تمھاری صورت" الخ ص۲۱۷۔ بحر متدارک مقطوع شانزدہ رکنی صرف ایک غزل: "جیتے ہی جی گر" الخ ص۲۵۰۔ میر کی محبوب بحر میں جو چھند سے لی گئی ہے ایک غزل نہیں، اور یہی حال بحر کامل کا ہے۔ ردیف و قافیہ: (۱) واو مجہول و معروف شور و لوز ص۱، یائے مجہول و معروف سیر و تقدیر ص۱۳۳ (۲) آوردہ اور پژمردہ ص۱۵۳، دل شدوں، حاسدوں، امردوں، ص۱۸۱، توانا، شانہ ص۳۲۔ یہ قوافی اب بھی جائز ہیں (۳) جوشؔ نے رسالۂ قافیہ میں

قریب المخرج حروف کا قافیہ معیوب قرار دیا ہی، لیکن اثر اور گھر کا قافیہ پھر صـــ ۱۸۰ وحاشیہ استعمال کیا ہی، سودا نے تھوڑی اور گوری کا قافیہ ایک مطلع میں روا رکھا ہی، لیکن محمد تقی، مرثیہ گو پر ایسے قوافی کے لیے اعتراض بھی کیا ہی۔ (۴) ہاتھ ساتھ کا قافیہ گات اور رات کے ساتھ صـــ ۲۱۹ و ۲۲۰ جوشش کے زمانے میں ہاتھ ساتھ، ہاے مخلوط کے بغیر بھی لکھتے تھے (۵) دکھلائیے، اور بینائیِ صـــ ۶ اس پر وہی اعتراض وارد ہوتا ہی جو سودا کے اس مطلع پر ہی:

"عاشق تو نامرادہیں پر اس قدر کہ ہم　　دل کو گنوا کے بیٹھ رہے صبر کر کے ہم"

(۶) خشن ۲۵۳ قافیہ بدن و تن ۔ ناگن صـــ ۱ قافیہ، لیکن ۔ یہ گمان ہو سکتا ہی کہ خشن جوشش کی زبان پر بہ فتح ش اور ناگن بہ کسرِ گ تھا۔ بہار میں ناگن بولتے ہیں۔ (۷) ردیف میں دو جگہ ہاے معروف و مجہول کا فرق ملحوظ نہیں رکھا ہے اور سی ۴۴ اور ۱۵۳ (۸) لکھا اور لکھ آ، ردیف صـــ ۳۱ (۹) الف بہ کسرِ لام والف بہ فتح لام ردیف مصرع ۴ (۱۰) قطعہ ہولی صـــ ۲۳۹ میں متعدد اشعار کی ردیفیں بے کار معلوم ہوتی ہیں اور یہی حال مصرع ۱۴۲ کی ردیف 'سنگ' کا ہی (۱۱) متعدد غزلیں ایسی کہی ہیں جن میں صرف قافیے ہیں، ردیف نہیں صـــ ۱۵۲ و صـــ ۱۵۳ وغیرہ (۱۱۵) ایک غزل صـــ ۲۹

"جہاں میں بادۂ عشرت پیا پیا نہ پیا　　سلوک بخت نے ہم سے کیا کیا نہ کیا"

میں یہ التزام کیا ہی کہ ردیف سے پہلے قافیہ دو بار آتا ہی اور اس کے بعد ایک بار، تین غزلوں میں "کی ہی ترے دیوانوں" الخ صـــ ۶۲، "کیوں نہ ہوں ہم نفساں" الخ صـــ ۸۵،

اور "آئے سو سو طرح" الخ ص۹ میں قافیہ ایک بار ردیف سے پہلے اور ایک بار ردیف کے بعد آتا ہے۔

پچاس سے کم زمینیں نہیں جو سودا سے لی ہیں۔ درد کی زمینوں میں بھی دس بارہ غزلیں ہیں۔ اور چار پانچ غزلیں میر کی زمینوں میں بھی مل جائیں گی۔ سودا کی تقلید میں مشکل زمینیں بھی اختیار کی ہیں۔ اور ان میں ناکامیاب نہیں رہے۔ غزل ہائے ذیل ملاحظہ ہوں: غزل ۱۰۶ و ۱۰۸ ص۳۸، ۱۲۲ ص۴۴، ۱۷۰ ص۶۲، ۱۸۶ ص۶۹، ۱۹۰ ص۷۰۔ خود جوشش کی نکالی ہوئی زمینوں میں شگفتگی کم ہے، لیکن شاید ہی کوئی زمین ایسی ہو جس کے ردیف و قوافی رکیک اور غیر شاعرانہ ہوں۔

حروفِ علت جوشش کے یہاں بھی دبتے اور گرتے ہیں: "اے بلبل لطف دیکھ اس سادہ رو کا" ص۵۔ سودا نے 'اے' کے اس طرح استعمال کیے جانے پر اعتراض کیا ہے، لیکن اس کے شاگرد راقم اور میر حسن کے یہاں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ محمد عابد دل عروض الہندی میں اسے جائز سمجھتے ہیں۔ انھیں ۱۱/۱۸، تئیں ۲۱/۱۴، کریں ۲۳/۲۴، سوا ۲۷/۱۴، گئے ۲۹/۲، جالینوس ۳۳/۳۳، کوئی ۳۵/۱۸، ابرو ۳۵/۲۵، اعضا ۳۹/۲۶، ہوئی ۴۸/۳۴، میاں ۸۶/۲، ہوئے ۹۷/۲۹، اور ۱۰۴/۱۷، گئی ۱۳۹/۲۹، پیالہ ۱۹۴/۹، اوپر ۲۳۳/۲۱۔ ہ کے گر جانے کی مثالیں بہت پائی جاتی ہیں: آپ ہی ۹/۲۶، نہیں ۱۹۵/۸، خاک ہی ۲۴۰/۱۱، ہر مصرع ہیں ضمیمہ۔ ہ کا اظہار نہیں ہوتا: جاگہ ۲۳۴/۲ "نہ ملی جاگہ ہم کو رہنے کو" بادشہ ۲۵۶۔ اک، مرا، ترا، مری، تری، مرے، ترے، دوانا، بگانا وغیرہ کو مرتب نے

مستقل لغات قرار دیا ہے۔ "وہ" کے متعلق یہ التزام کیا گیا تھا کہ اگر "ہ" تقطیع میں نہ آئے تو "و" لکھا جائے، لیکن کاتب نے اسے قائم نہ رکھا۔

جوشش نے مختفی ہ کو الف کی طرح بھی استعمال کیا ہے: سادہ رو ۷۰، جامہ زیب ۱۳۸، پاؤں، فاع کی جگہ "فعلن" کے وزن پر ۱۲۸/۱۶، اور "پیاری" فعلن کی جگہ فعولن کے وزن پر بھی ۱۴۰/۲ ملتا ہے۔ صنائع میں مراعات النظیر جوشش کو بہت پسند ہے۔ ان کا ایک شعر ہے:

وہی شاعر مسلّم ہے اسے جوشش — جو اک کو دوسرے مصرع سے دے ربط

اس سے غالباً یہ مطلب ہے کہ لفظی حیثیت سے ایک مصرع کی دوسرے مصرع میں رعایت کی جائے۔ ان کا ایک شعر تھا۔

دیکھ کر رنگ صنم تیری جفا کاری کا — کوہ کن ہو تو نہ دَم مارے وفاداری کا

پہلے مصرع میں کوہ کن کی رعایت نہ تھی۔ انھوں نے اس کو اس طرح بدل دیا، دیکھے تیشہ جو کبھی الخ (مصرع ۴۹/۳ کے متعلق حاشیہ ۳ بھی ملاحظہ ہو) اس کے علاوہ ایہام، طباق، اشتقاق، تجنیس وغیرہ کی بھی مثالیں ملتی ہیں: اشعار ۲/۵، ۱۰۹/۸، ۱۲۰/۱۶، ۱۷۰/۵، ۱۷۸/۱۲

اس وقت تک یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ فکر جوشش کن کن حدود کے اندر کام کرتی ہے۔ اس سے یہ اندازہ بھی ہو گیا ہو گا کہ جوشش کا کوئی خاص طرز نہیں، لیکن ان کے کلام میں معائب بھی ہیں یہاں پر محض چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے اور مثالیں حاشیہ حصہ ۲ ملیں گی۔ یہ مثالیں ایسی اور اتنی نہیں کہ جوشش اپنے معاصروں کے سامنے سرنگوں نظر آئیں:

تعقید ۶۵/۱۱، دعوے کا ثبوت نہ دینا ۱۶۱/۹، (سودا کا شعر حاشیہ ۱) بعض مقامات پر ضروری الفاظ کا ترک ۲۲۰/۱۰ نامناسب یا غلط الفاظ کا استعمال ۶۹/۸

حواشی

صفحوں کا شمار نشان ـــــ کے اوپر ہی، اشعار یا مصرعوں کا شمار اس کے نیچے یا اس کے بعد ہی۔ حصۂ اول، دوم و سوم میں اشعار کے شمار دیے گئے ہیں۔ باقی حصّوں میں مصرعوں کے۔ قوسین کے اندر اشعار کے شمار ہیں کسی شعر کا شمار اگر قوسین کے اندر پایا جائے تو اس سے یہ مطلب ہی کہ وہ شعر یا تو کسی شعر کا جس کا حوالہ دیا گیا ہی، ہم معنی یا قریب المعنی ہی یا اس کے سمجھنے میں اس سے مدد ملتی ہی۔

حصّہ ۱: جوشش نے اساتذہ کے کلام سے استفادہ کیا ہی۔ ان کے بہت سے شعر اساتذہ کے اشعار سے ماخوذ معلوم ہوتے ہیں، انھوں نے لفظی یا معنوی حیثیت سے کبھی کبھی شعر کا مرتبہ بڑھا بھی دیا ہی، جیسا کہ مثالوں سے ثابت ہوگا۔ جوشش کو نشانۂ ملامت بنانے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ شاہ گلشن کے مشورے پر دوسرے شاعروں نے کس حد تک عمل کیا ہی

لاعلاجی ہی جو رہتی ہی مجھے آوارگی ۲۲۲/۱۲ کیجیے کیا میر صاحب بندگی بے چارگی۔ میر

سودا کسی کی مرگ پہ اے دل نہ کیجے چشم تر ہرگز ۲۱۷/۱۶ بہت سا رو دیئے اُن پر جو اس جینے پہ مرتے ہیں،

سودا چہرۂ مہروش ہے ایک سنبل مشک فام دو ۱۶۱/۹ حسن بتاں کے دور میں ہے سحر ایک شام دو

سودا کر ذبح شتابی مجھے صیّاد کہ یہ صید ۲۰۴/۹ ہاتھوں ہی میں تیرے کہیں مردار نہ ہوئے

ولی آغوش میں آنے کی کہاں تاب ہے اُس کو ۱۵۶/۱ کرتی ہے نگہ جس تنِ نازک پہ گرانی

سودا نطق کہتا ہے مرا آج یہ ہر ناطق سے ۱۶/۱۴ آن کر ہونٹ ابھی طوطی کے مل جاؤں گا

" اک خلق کی نظروں میں سبک ہو گیا لیکن ۴۲/۱ کرتا ہوں میں اب تک تری خاطر پہ گرانی

درد کیا ہوا مر گئے آرام ہے دشوار ہنوز ۶۶/۸ جی میں تڑپے ہے بُری حسرت دیدار ہنوز

قائم مجھ سا جہاں میں کوئی آشفتہ تر نہیں ۶۰/۱۴ ہے یوں تو زلفِ یار بھی پر اس قدر نہیں

سودا حیف اِس گلشن میں عاشق سے کوئی راضی نہیں ۴۸/۲ گل سدا بلبل سے ناخوش مجھ سے تو نت بے دماغ

" ہوئے نہ ملک عشق سے کم رسم داغ دل ۸۹/۹ روشن رہے ہمیشہ الٰہی چراغ دل

" ہے شرطِ درد یوں کہ بہ جز حکم عندلیب ۹۱/۶ کوئی کسی مزار پہ ہرگز نہ لائے دل

ضیا جوں چنار اس جا نہ پھولیں ہیں نہ پھل لاتے ہیں ہم ۹۲/۱۶
جب مراد اپنی کو پہنچیں ہیں تو جل جاتے ہیں ہم

سودا کیا ہی وحشت زدہ مضموں تھے جنھوں کو سودا ۱۳/۱۴ تو نے ہر مصرعِ موزون میں زنجیر کیا

" ہر چند سعی ہی میں رہا ناخن ہلال ۱۰۸/۵ کھلتی ہے پر سپہر کی کوئی کہیں گرہ

" گردوں سے کار بستہ کھلے کیوں کہ ہے محال " ہرگز نہیں ہے عقدہ کشا ناخن ہلال

درد مدّت کے بعد خط سے یہ ظاہر ہوا کہ عشق ۱۲۷/۹ تیری طرف سے حسن کے دل میں غبار تھا

چمن میں باغباں سے صبح کو کہتی تھی یہ بلبل ۹۶/۱۲ گلوں کے منہ پہ یوں چڑھتی ہے دیدہ دیکھ شبنم کا — درد

نالہ ہے سو بے اثر اور آہ بے تاثیر ہے ۱۳۳/۱۰ سنگ دل کیا تجھ کو کہیے اپنی ہی تقصیر ہے — درد

رحم کچھ آپ ہی تجھے آئے تو آئے ورنہ یاں ،، آہ ہے سو بے اثر ہے نالہ بے تاثیر ہے — سودا

یار کے جب منہ کو وہ تکتا ہے سودا رشک سے ۱۳۶/۴ جی میں آتا ہے کروں میں سنگسار آئینے کو — ،،

یوں پاس بٹھا تو جس کو چاہے ۱۳۶/۱۴ پر جاگہ نہ دیجو یار جی میں — ،،

آئے جو سیر کرنے اک بار وہ چمن میں ۱۴۲/۱۱ گل آسماں پہ پھینکیں اپنی سدا کلاہیں — ،،

۱۴۵/۱۷ کسی ایرانی شاعر کا مصرع ہے: "نہ بہارِ باغ سازد نہ کنارِ کشت مارا"

ماتم کدۂ جہاں میں جوں ابر ۱۴۸/۱۷ اپنے تئیں آپ رو گئے ہم — درد

افسوس اہلِ دید کو گلشن میں جا نہیں ۱۶۶/۶ نرگس کی گو کہ آنکھیں ہیں پر سوجھتا نہیں — درد

کرتی ہے مرے دل میں تری جلوہ گری رنگ ۱۶۷/۱۴ اِس شیشے میں ہر آن دکھاتی ہے پری رنگ — سودا

تیری گلی میں میں نہ چلوں اور صبا چلے ۱۶۸/۱۰ یوہیں خدا جو چاہے تو بندے کی کیا چلے — درد

دونوں جہان کی نہ رہی پھر اُسے خبر ۱۶۹/۱۷ دو پیالے تیری آنکھوں نے جس کو پلا دیے — ،،

کدھر کو چھوڑ گئے مجھ کو ہم رہاں تنہا ۱۸۹/۸ پھروں ہوں دشت میں جوں گردِ کارواں تنہا — سودا

سودا کے لیے بر سرِ بازار ہوئے ہم ۱۹۶/۱۲ ہاتھ اس کے بکے جس کے خریدار ہوئے ہم — ،،

ہر چند فسق میں تو ہزاروں ہیں لذتیں ۱۹۹/۸ لیکن عجب مزہ ہے فقط دل کی چاہ کا — در

ساقی تو ہم کو دینے سے کیوں جام رہ گیا ۲۲۱/۱۱ ملتا جو تھا وہ بوسہ بہ پیغام رہ گیا — سو

گرچہ وہ خورشید رو نت ہے مرے سامنے ۲۲۳/۶ تو بھی میسر نہیں بھر کے نظر دیکھنا — در

سودا چمن ہی کس کی گرفتار زلف دکاکل کا ۲۴۲/۵ کہ اس قدر ہی پریشان حال سنبل کا
" گو بر کرے اس آن میں رستم کا گا دُسر ۲۴۷/۹ بیت الخلا کو یاد کرے سام بار بار
" قامت ایسا ہی کہ ہنگام خرام اس کے اگر ۲۵۰/۹ آگے آجائے قیامت تو یہ بولے کہ سرک
" قول پر ان کے نہ ہوتی تری ہمت جو دلیل ۲۵۴/۱۱ پوچھتا میں حکما سے ہی خلا کیوں کے محال
" سودا شراب عشق کو کہتے تھے ہم نہ پی ۲۶۳/۱۰ آخر مزہ نہ پایا اب اس کے خمار کا
ناجی دیکھ ہم صحبت کی دولت سے نہ رکھ چشم کرم ۴/۱۶ ۱۷۷/۱۱ لب صدف کے تر نہیں ہر چند ہی گوہر میں آب

میر نے 'ہم صحبت' کی جگہ 'خرد' تجویز کیا ہی لیکن جوشش کا 'پرورده' دونوں سے بہتر ہی۔

حصہ ۲ : طوالت کے ڈر سے محض اکثر اشاروں پر اکتفا کیا گیا ہی۔ ۴/۱ درد و غم کے سوا نہ میرا کوئی طالب ہی نہ مطلوب ۱۱/۸ چہرہ (۶/۱۰) نظر کھینچنا، اور شاید نگہ داشت بھی اہل دفتر کی اصطلاحیں ہیں۔ اہل دفتر ملازمین شاہی کے تقرر کے وقت نام کے ساتھ اور ضروری باتیں بھی لکھ لیا کرتے تھے، یہ چہرہ ہی۔ نظر کھینچنا اور نظری کرنا ایک ہی۔ نسیم لکھنوی نے اس معنی میں 'نظر کرنا' بھی استعمال کیا ہی۔" بینائی کے چہرے پر نظر کی"۔ یہ دفتر سے نام خارج کرنا ہی۔ نگہ داشت کے معنی یہاں پر حفاظت تو ہو نہیں سکتے، عجب نہیں کہ معاینہ کا غذات مراد ہو، اس صورت میں شعر با مطلب ہو جاتا ہی، لیکن 'گو' اور 'ولے' کا کوئی محل نہیں ۱۱/۹ معشوق کی زر کشی کا مضمون جوشش نے کہیں اور نظم نہیں کیا ۱۵/۸ وصال بزرگان دین ہی کے لیے ٹھیک ہی، گو دوسرے شاعروں نے بھی اپنی موت کے لیے استعمال کیا ہی ۱۵/۱۷ 'مست' کے بعد 'مے خوار'

لانے سے اضافۂ معنی نہیں ہوتا ۲/۵ قول و قرار وعدہ پیماں مرادف الفاظ ہیں،
ایک لفظ کافی تھا، لیکن اردو میں اکثر شعرا مرادف الفاظ کو اس طرح استعمال
کرتے ہیں۔ کبھی کبھی اس سے کلام میں زور پیدا ہو جاتا ہے، لیکن اکثر بے کار۔
۲۷/۱ میرے نزدیک پرِ کاہ کوہ کے برابر ہے، یا یہ کہ اگر عشق نے کاہیدہ نہ کر دیا ہوتا
تو میں کوہ کو پرِ کاہ کے برابر بھی نہ سمجھتا ۲۷/۸ حباب کو دم بھر کی زندگی بھی ناگوار ہے،
عدم کے لطف کو یاد کر کے روتا ہے ۳۱/۲ دُل دل گیر، رنگیں وغیرہ کے یہاں بھی ملتا ہے
۳۲/۱۵ ن میں دُلے کر خطِ تقدیر مشتبہ ہے۔ بہ ظاہر معنی یہ ہیں کہ فرنگی زادے نے خطِ تقدیر
پر مصرعِ ثانی کی عبارت لکھ دی، جو یہ ہے اگر تم خدا کی بندگی کرنا چاہتے ہو تو میں تمھیں
اپنی بندگی سے آزاد کرتا ہوں۔ اس میں قباحت یہ ہے کہ خط آزادگی بندے کا، یہ
فقرہ بندے کی زبان سے معلوم ہوتا ہے، مالک یا دعوائے خدائی کرنے والے کی
زبان سے اچھا نہیں ۳۳/۱ لیکن 'لکھے' یعنی تقدیر کا کیا علاج! ۳۶/۲ جادو
کرنے اور بان مارنے کا اجتماع محلِ نظر ہے ۳۶/۷ قسمی ہونا بہ ظاہر کسی بات کی قسم
کھانا ہے۔ عارض قرآن ہے۔ اور اس پر خط آنا گویا تلوار کو قرآن کے درمیاں رکھ دینا ہے
اور یہ معاہدۂ صلح کی ایک صورت تھی، جس کے بعد کشت و خوں حرام تھا (خط آنے
کے بعد ظلم سے ہاتھ اٹھانا شعرا کا پامال مضمون ہے) (۳۷/۳)۔ شاعر کہتا ہے کہ اس کے
بعد بھی معشوق نے قتل کر ڈالنے میں دریغ نہ کیا۔ ۴۲/۱۴ جس کا ہر وقت خیال رہتا ہے
وہ جسمانی آنکھوں کے سامنے آ جائے۔ ۴۴/۷ پشت دست اپنی خوشی سے

ہتھیلی کی حنا کا رنگ نہیں دکھاتی۔ وہ اسے کیا کرے کہ صفا کے باعث اِدھر کا رنگ اُدھر نظر آتا ہے ۴۴/۱۱ ہتھیلی بر پشت دست رکھنا سماجت کا کوئی طریقہ ہوگا ۴۶/۲ صبح کا چاک گریباں مراد ہے ۴۶/۷ بحرِ حسن کے لیے موج ٹھیک ہے، لیکن اسے شمشیر کی کیا ضرورت ہے؟ ۴۶/۸ جو کام اہلِ معنی سے ہوتا ہے اہلِ صورت سے نہیں انجام پا سکتا۔ موج کا کام موج کی تصویر نہیں کر سکتی۔ ۵۰/۱ خطاب بہ خورشید ۵۰/۸ پامال میں سربلند کی رعایت ہے ۵۱/۹ موتی کے لیے 'یتیمی' افزائشِ قدر اور انسان کے لیے کس مپرسی کا باعث ہوتی ہے پہلی صورت میں اُسے گرد، قرار دینا ٹھیک نہیں۔ موتی کی آب بھی پانی نہیں جس میں روانی کا نہ پایا جانا توجیہ کا محتاج ہو، لیکن شاعر نے 'یتیمی' اور 'آب' کے ذو معنین ہونے سے مضمون پیدا کیا ہے اور آبِ گوہر میں روانی نہ ہونے کا سبب یہ بتایا ہے کہ اس میں 'یتیمی' کی گرد جمع ہو گئی ہے ۵۱/۱۲ معشوق گل ہے اور گل گلے نہیں ملتا۔ یہ جو ایسا نظر آ رہا ہے محض نظر بندی ہے ۵۳/۱ یہ بھی امتیاز کر، زبانِ حال کے خلاف ہے ۵۴/۲ اس شعر میں رعبِ حسن کی اتنی تعریف نہیں جتنی رستم کی بزدلی کی مذمت ہے ۵۹/۱۲ بہ زور، محلِ نظر ہے۔ ۶۲/۱۶ خاکستر میں لطف اٹھانے کا مادّہ نہیں لیکن رندی و مستی وہ چیز ہے کہ صرف اُس کے تذکرے سے بھی رنج و غم باقی نہیں رہتا۔ اگر اس کا ذکر خاکستر کے گوش زد ہو تو وہ بھی جل بھُن کر خاک ہو جانے کی مصیبت بھول جائے اور باوجود اس کے کہ اس میں لطف اٹھانے کا مادّہ نہیں، اس کی نظر میں گلخن بزمِ نا و نوش بن جائے ۶۳/۱ داغ پرِ طاؤس کی نیرنگی کا باعث اسے

قرار دیا ہی کہ وہ ہم آغوشِ خاکستر ہی ، اور خاکستر میں آگ کی حرارت کو فرض کر لیا ہی۔
اور آگ کے وجود کے لیے سوزِ دل کو۔ شاید مطلب یہ ہی کہ طاؤس کے نقش و نگار
کا اصلی سبب اس کا سوزِ دل ہی ٦٢/١٥ انتشار ۔ پریشانی۔ باعثِ انتشار کو انتشار
کہا ہی، عمر کی جگہ زندگی بہتر ہوتا ٦٣/٢ ہزار چنگاری پر چنگاری ہو مگر خاکستر کا وجود باقی
رہتا ہی۔ آگ خاکستر کو جلا کر فنا نہیں کر سکتی ۔ مثالیہ شعر ہی ٦٥/١٣ یہ مضطر اپنی طرف
اشارہ ہی) ، ہجوم بے قراری سے آخر ، سیماب آتش دیدہ کے مانند ہو گیا۔ (پارا
آگ پر رکھنے سے اڑ جاتا ہی) ٦٦/١٤ صنعِ الٰہی ؟ ٦٧/٥ 'سر سے دردِ سر' پر اعتراض
ہو سکتا ہی، لیکن یہاں 'دردِ سر' سے پریشانی مراد ہی۔ ٦٩/٤ (٦٣/١) اس شعر میں خاکستر
کے نیچے آگ بھی دکھائی ہی۔ ٦٩/٩ گرفتاریِ دل ، محلِ نظر ہی ٦٧/١٦ شرقِ چراغ، نامسموع
٨٤/١ ترکِ عادت کی تکلیف کا بیان مقصود ہی ٨٧/١٥ اہلِ دل کے دلوں پر تو قابو
پا چکا، پھر باجے کو ہاتھ سے کیوں نہیں رکھ دیتا ؟ ٨٩/٤ تیرا دل دراصل پتھر تو نہیں،
لیکن سختی میں پتھر سے زیادہ ہی ٨٩/٥ سرکشی خارج از بحث ہی ، ساغرِ شیشے کے لیے
پتھر کا کام کرتا ہی ٩١/١١ دوسرے مصرع میں 'وو بے کار' ٩١/١٢ دوسرے مصرع میں
'ہوتے بے کار' ٩٢/٢ پھر گردشِ افلاک کے ماروں کو کون مول لے تعقید۔ ٩٣/٥ عشق
اور موت دونوں شکاری ہیں۔ ایک نے دوسرے سے بچا لیا، لیکن شکار کو اس سے
کیا فائدہ ؟ شاہیں کے چنگل میں اذیت اٹھائی موت سے زیادہ جاں گزا ہی۔
٩٤/٥ 'بے برگ و بے نوا' کی تکرار بے مزہ ہی ٩٦/٥ نرگس دوسروں کی نظروں میں

کم ہی، تو معشوق بھلا کب اسے خاطر میں لاتا ہی؟ شعر میں کوئی بات نہیں نکلتی ۱۰۱/۷ (۳۶/۳) ۱۰۳/۱۰ (۱۵۷/۱) ۱۰۳/۱۱ شعر صاف نہیں، بہ ظاہر مطلب یہ ہی کہ آفتاب اور ماہتاب کو جو زوال ہوتا ہی تو اس کا باعث ان کا کمال ہی، اور ہر کمالے را زوالے، لیکن مجھ میں کوئی کمال نہیں۔ میرے زوال کا کیا باعث ہی؟ ۱۰۸/۹ زوال: باعثِ زوال ہوا کے دونوں معنی شاعر کے ذہن میں ہیں ۱۰۹/۸ ۱۱۱/۵ دوسرے مصرع سے معنی میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا ۱۱۱/۷ حسینوں کا ایک دوسرے کو پیار کرنا زیادہ تر اس لیے ہوتا ہی کہ عشاق کی آتش شوق بھڑکائی جائے۔ شاعر اس نکتے سے واقف ہی ۱۱۱/۷ عقوبت کے فرشتے اگر معشوق کے خوف سے بھاگتے ہیں تو یہ معشوق کی کوئی تعریف نہیں (۵۴/۲) ۱۱۵/۵ قلندرانہ مشرب اختیار کر لینے کی طرف اشارہ ہی ۱۱۵/۵ صورت: جسم پانی: آب شمشیر ۱۱۹/۱۶ نظر کر اور دیکھ میں سے ایک بے کار "نظر کر" سے اگر غور کر کے مراد لی جائے تو اس کا محل نہیں ۱۳۳/۲ ہی قصہ مختصر" یہی پیام ہی" دوسرا مصرع قاصد سے خط نہ لکھنے کی معذرت ہی ۱۳۵/۱۷ مصرع ۲: ابھی کیا ہوا ہی؟ آگے چل کر تیرا گریبان بھی چاک ہوگا ۱۳۶/۱ شاخ پر گل اور غنچے اس طرح نظر آتے ہیں کہ گویا غنچہ گل سے آمادۂ پیکار رہا۔ اس سے یہ مضمون پیدا کیا ہی کہ زر گل کے لیے لڑائی ہی۔ نو شگفتہ پھولوں کے دامن میں جو "زر" نظر آتا ہی یہ وہ ہی جو سوکھے ہوئے پھولوں سے چھینا گیا ہی ۱۳۶/۳ گل کی ہنسی معشوق کی ہنسی کو نہیں پاتی، اس پر ملول ہی، غنچہ خوش ہی کہ دہن سے مشابہ ہی۔ ۱۳۶/۴ دکھا: دکھا کر ۱۳۹/۱۰ زاہد الخ۔ پست شعر ہی۔ عام طور پر شعرا یہ باندھتے ہیں

کہ میکدے کا وجود خانقاہ کی ویرانی کا باعث ہوتا ہے۔ میر علی محمد شاد کے ایک شاگرد کا مطلع ہے:۔

"آباد ہوگی مسجد زاہد تری کہاں سے　　　میخانے کھل گئے ہیں پہلے ہی کچھ اذاں سے"

$\frac{۱۴۱}{۲}$ 'وہ' سے مراد معشوق۔ ورنہ فعل جمع نہیں آسکتا $\frac{۱۴۶}{۱۲۹}$ لفظ 'مناسب' یہاں ٹھیک نہیں $\frac{۱۴۷}{۱۲}$ 'منہ کٹنا' محاورہ نہیں یا تو کاتب کی غلطی ہے یا 'منہ' 'رو بہ رو' کی رعایت سے لائے ہیں $\frac{۱۵۰}{۱۲}$ جو رنگ تلوار کو دیکھتے ہی کٹ گیا $\frac{۱۵۶}{۱۰}$ میرے نزدیک 'کر' کی جگہ 'گر' اور 'جو' کی جگہ 'تو' بہتر ہے $\frac{۱۵۷}{۱}$ خدا کا وجود مخلوق میں بھی ہے۔ اس لیے وہ بھی عاشقوں کی نظر میں معبود ہے $\frac{۱۵۸}{۸}$ بحر و بر کا راز معلوم نہیں تو کچھ مضایقہ نہیں، خدا کو جس نے 'محیط' سمجھ لیا اُس نے گویا عالم کا احاطہ کرلیا۔ $\frac{۱۶۳}{۱۷}$ مطلب صاف نہیں، لیکن اس کا احتمال کم ہے کہ کاتب نے غلطی کی ہو۔ $\frac{۱۶۴}{۲}$ جناب خیال فرماتے ہیں: "مصرع ۱ کا سنگ چٹکی کی صفت اور مصرع ۲ کا سنگ تیر کے متعلق ہے۔ مفہوم بہ ظاہر یہ ہے کہ تیری چٹکی ایسی مضبوط ہے کہ جو تیر تو نے لگایا وہ دل کے پار ہو کر سنگ ہو گیا۔ 'سنگ ہونا' اگلے زمانے میں کوئی محاورہ ہوگا۔" لیکن سودا کی ایک بیت مثنوی گریا میں ہے:

"پانی کو بلبلیں پھریں بھٹکی　　　طفل غنچوں کو لگ گئی چٹکی"

اس کے متعلق جناب خیال کی رائے ہے کہ 'چٹکی' نہیں 'چسکی' ہوگا۔ بہ ہر حال اس کا امکان ہے کہ چٹکی لگنا کوئی قدیم محاورہ ہو۔ مصرع ۲ میں سنگ بے ضرورت بھی

ہوسکتا ہی ۱۷۶/۴ کوہِ تحمل سے خطاب۔ پہاڑ جو بے جان ہی بولنے لگا، آپ کیوں
نہیں بولتے؟ ۱۷۷/۱۳ ہمارے اعمال برے ہیں اس کا ڈر ہی ۱۷۸/۹ خم رخی غیر مسموع
۱۷۹/۱۶ ملنا بہ معنیِ مشابہ ہونا۔ میں رقیبوں کی طرح جانور تو نہیں، 'چکور' میں مہ جبیں کی
رعایت ہی ۱۸۰/۲ "زیست سے صحبت برآر" ۱۸۴/۴ پامال حیرت (۵۱/۸) چشم معشوق یا
چشم آئینہ کیوں پامال حیرت نہ ہو جب معشوق کا عکس آئینے کی آنکھ کی پتلی بن رہا ہو۔
مصرع اہیں 'اس' سے 'تمثال' کی طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہی۔ 'پامالش' کا ترجمہ ۱۸۴/۵
'منکر پاک' صاف انکار کرنے والا۔ 'شیشے کی خوں ریزی' 'شیشے کا توڑ ڈالنا' یا 'مے خواری'
مطلب یہ کہ معشوق شیشہ توڑ کر اس کا ثبوت دینا چاہتا ہی کہ وہ شراب نہیں پیتا، یا
یہ کہ شراب خواری سے اُسے انکار محض ہی۔ ۱۸۹/۴ (۱۱۳/۱۵ ۱۹۰/۱ ملبدا ور راہ برہم معنی ہیں
۱۹۱/۱ (۱۷۷/۸ تیغ کو جوہر دار کہا ہی) تیغ کا جوہر دار ہونا مسلم ہی، شاعر کہتا ہی کہ یہ محض اس وجہ
سے ہی کہ اس کا قبضہ طلائی ہی ۱۹۱/۱۰ زلف کو بہ اعتبار درازی اور مطول اور بہ اعتبار
جسامت (یعنی باریکی) مختصر قرار دے کر ایہام رکھا ہی۔ کہتا ہی کہ اس زلف دراز کا
باریک ہونا بجا ہی۔ مختصر (مختصر المعانی) اور مطول علم معانی میں کتابیں ہیں۔ دوسری پہلی کا
خلاصہ ہی ۱۱۳/۳ 'کوئی' محل نظر ۱۹۸/۲ جب اس کافر کیش کے مشرب یعنی کفر کو اپنا مذہب
بنایا' ۱۹۹/۴ ارباب زمانہ کی شکایت ہی اگر کوئی کچھ کھلاتا پلاتا ہی تو اس بددلی کے
ساتھ کہ گویا اپنا خون دل اور لخت جگر پیش کر رہا ہی۔ ۲۰۰/۸ فکر غزل کا انصرام محل نظر ۲۰۰/۶؛
(۲۱۸/۱۲) ۲۰۵/۱ طالعِ برگشتہ مخاطب ۲۰۹/۴ (۱۵۰/۱) ایک تو ہاتھ ویسے ہی نارسا ہیں، ڈر یہ ہی کہ

اگر زلف کھل گئی تو باندھ بھی نہ دیے جائیں ممکن ہے کہ 'رکھے' کی جگہ 'رکھتے' ہو۔ ۲۱۰ رات کا سنّاٹا ہو یا خندۂ صبح اگر معشوق نہیں تو اپنی موت ہے ۲۱۱ بیٹھتے ہی وہاں سے اُٹھ جاتے ۲۱۱ اگر تو غیروں کو میرے سامنے قتل نہ کرتا تو ہم تیرے پاس سے نہ اُٹھتے۔ یہ ظاہر غیروں کی قسمت پر رشک اور اپنی محرومی کا اظہار ہے ۲۱۲ 'محجوبی' کا لفظ اچھا نہیں معشوق شرم کے باعث رقیب کی گستاخی پر تنبیہ نہیں کرتا۔ اس چشم پوشی سے عاشق کی بے عزتی ہوتی ہے ۲۱۵ 'نظر سے' ہونا چاہیے ۲۲۰ جب گھر سے باہر نکلتا ہے تو اس بات کی کیا شرم کہ کوئی منہ دیکھ لے گا۔ بعض ضروری الفاظ حذف ہو گئے ہیں ۲۱۵ بہزاد نے ہر عضو کی جدا جدا تصویریں لاکھوں ٹکڑوں پر بنائیں کہ اس مشق میں جو جو ٹکڑے معشوق کے عضو کے مماثل ہوں گے ان کو منتخب کر کے پوری تصویر بنا لوں گا، لیکن کوئی ٹکڑا کسی عضو کے مماثل نہ ہو سکا۔ ٹکڑے سے مراد پارہ کاغذ ہے جس پر تصویر کھینچی ۲۲۴ یعنی ابھی تک مرتبۂ فنا کو نہیں پہنچے۔ ابھی تک وجود ہی کے قائل ہیں ۲۳۰ 'سرسائی' غیر مسموع ہے جبہ سائی کی جگہ استعمال ہوا ہے جب بھی اس کا محل نہیں ۲۳۹ 'بیجہ' کی رعایت سے 'باذرا' کہا، اور پھر دوسرے مصرع میں بھی اسی وجہ سے تال 'کو تار' کہا ۲۴۳ زنگبار میں 'زنگ بار' کا ایہام ہے۔ زنگی سیاہ فام ہوتا ہے اور زنگ کا رنگ سیاہ۔ تلوار زنگ سے کند ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ اگر تمام عالم سیاہ ہو جائے جب بھی تیری تلوار پر زنگ کا اثر نہ آئے اور وہ عدو کشتی کے لیے تیار رہے۔ ۲۴۵ قال و مقال یعنی بات چیت ۲۴۲ کسی چیز کا مساوی تقسیم کرنا کوئی معجزہ نہیں۔ ریاضی کا

کوئی مسئلہ اگر شاعر کے ذہن میں ہو تو اور بات ہے ۲۵۵ ر ۲۴/۲۴ جاں بازٗ قابل غور ہے
یہاں پر تیزی، چالاکی کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ حصہ ۲: پہلے ط کے الفاظ ہیں،
اس کے بعد نسخوں کے اختلافات، لیکن بعض مقامات پر ط کے الفاظ درج نہیں
کیے گئے۔ ط کے دیکھنے سے بہ آسانی ان الفاظ پتا چل جائے گا۔ ان کی تصحیح میں
قیاس سے یا تذکروں سے مدد لی ہے اگر مقدمے سے معلوم ہوتا ہے کہ شعر زیر بحث کسی تذکرے
میں ہے، اور حواشی میں یہ نہیں بتایا گیا کہ اس میں الفاظ ط سے مختلف ہیں، تو یہ
سمجھنا چاہیے کہ تذکرے میں یہ شعر ط کے مطابق ہے۔ ط اور ن میں بہت اختلاف
نقطوں کے نہ دینے یا گ پر دو مرکز نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہو گئے ہیں۔ طوالت
کے ڈر سے، یہ زیادہ تر نظر انداز کیے گئے ہیں۔ جز ۱: ۲/۱ دیکھے تیشہ جو کبھی نش:
دیکھ کر رنگ صنم، خم: دیکھ کر رنگ ستم × شیفتہ ۱۵ کے غیر دں: رقیبوں نسخ ۱۹ ترے غالباً اصلاح:
مرے ش دوسری صورت میں 'تفتہ' جگر کی صفت ہے۔ ۲۰ سکتا ش۔ آج کل سقر 'تذکیر ہے
۲۹ گر خم: گو نسخ۔ ۳۰ سودائے محبت ہے سودا تو کبھو سر سے خ ۳۰ ہے: تو ستم ۲/۵ نہیں لے:
ہی نہیں خ ۶ سے: میں ستم ۲۹ مجھ پر مت کھینچ تیغ ناز و ادا م ۳۲ دیکھیں لے جو شش
خ شیفتہ و اصلاح: دیکھ سکتے ہیں نش ۱۶/۲ سے عالم: یک عالم خ ۱۸/۵ کسی × س۔ ش میں شعر
۱۱ شعر ۱۲ کے بعد ہے ۲۴ جو: تماش ۲۵ دکھا دوں خ ۲۷/۱ خو + خ: جون۔ ۳۰
حد بے نمک اصلاح: پر بے نمک ن ۱۲/۷ بے نسخ سے ن ۱۷ دینا اصلاح
لینا خ ۲۴ ترپے ہے آگ پر کوئی خ ۶/۲ متن مطابق خ و شیفتہ و اصلاح:

نہ پھولتا ہی شگوفہ نہ غنچہ کھلتا ہی نسّم ۸ میں : موں ۸ م پیارے : ہر کرش ۱ ۳ کوئی :
کون ۲۲ کو : کی ش ۹/۵ غیروں ہی پہ نسخہ : غیروں پر رخ ۶ نہ کبھو : نہ کبھی پٹنہ نخ جو کبھی رخ
۲۴ تجھے آج : کبھی تجھ کو رخ ۱/۴ نگہ : نظر ش ۹ کیا : کیوں نسخ ۔ ن میں شعر ۱۰ کے بعد
۴ شعروں کی غزل ہی جو ص۲۵۷ پر درج ہی ۲۶ گناہ ش ۱/۷ اپنا نسخ : اتنا نخ پٹنہ
۱۔ گناہ : تصور شفت ۱۳/۹ ۔ انھیں کو بس اصلاح : انھوں ہی کون ۱۸ تھا : میں ش ۱۴/۱۲
لے گئی : بہ گئے ش ۳۱ ہوا ہی اس قدر رخ ۱۵/۲ ہوئے دل چاک چاک ۔ غالباً اصلاح :
ہوئے ہیں چاک دل ن : ہیں دل بھی چاک چاک ش ۴ اک غالباً اصلاح شیفتہ : کیا
نسخ ۱۸ جبر نخغش : 'ہاسے' یہ لفظ جبر کو کاٹ کر بنا دیا گیا ہی ۔ غالباً اصلاح ۲۴ میں نے
کیا تیرا قیاس : میں تیرا کیا ن : میں تیرا کہنا ش ۱۶/۱ جان کو اصلاح : جان تو ن
۱۵ رشکِ چمن اصلاح : باغ و بہار ن ۔

جز ۲ ۔ ۱/۲۱ گر بے اصلاح و شیفتہ : رونے نخ ۲۱ و ۲۲ وہ کیا ہوا زمانہ رونے میں جو
اثر تھا ، یہ چشم خوں فشاں تھی یہ دل یہی جگر تھا × : خ مثل متن ۲۰ پارہ دل ۔ غالباً
اصلاح : لختِ دل ن ۔ لختِ دل کے ہونا چاہیے ۱/۴ با چشم اصلاح : یہ چشم ن
۱۸ کب تھا غالباً اصلاح : نھاتے ن ۱۹/۳ ہی تو غالباً اصلاح : جگر ن ۲/۱۲ ط
اصلاح : بہت اپنے حسن پر ن ۲/۱۶ کون نسخہ : کوئی خ ۱۷ میں نسخ : کے خ ۲۸
دیکھا : پایا × شیفتہ ۲۹ ہر جسم : ہو جسیم خ ۲۲/۳ بھی نسخہ : ہی خ ۳۳ متن اصلاح :
تری دولت اے عشق ن ۲۳/۹ اعتماد : اعتبار ش ۲۴/۹ غم زدہ اصلاح ۲۵/۳۴

تن اصلاح: کوہ و بیاباں ن ۲۶/۲۴ بھی: ہیں ش ۷ یہ رہے: ہوئے ش ۱۸ زہر ہی:
آہ زہر ش ۲۰ سا: کا × م ۲/۲ کل غالباً اصلاح: ہر ن ۲۴ اپنی ہی عیب جوئی ہے
یہ ہنر × نخ شلِ متن ۲۹/۲۲ بہ جز آواز کے × خ: نخ مثلِ متن ۳۰/۱ پہلو میں خ ۲۵ کھول
کھول نخ: کھول کر خ ۱۳/۲۷ ہے قیاس: بھے ن ۲۸ قبضہ: تیغ ن ۸ ترک کی:
ترکے ن ۳۲/۱۱ ہوں تیری: تیری ہوں خ ۱۴ پر: ہیں ش ۲۶ تن غالباً اصلاح:
اب ذکر ہمارا ہی ہے یا شور تمھارا؟ ن

جز ۳ ۳/۳ اس: کیا خ ۷ دل میں نے دیا غالباً اصلاح: میں دل نہ دیا نسخ ۹
رہیں ش ۱۴۔ اسی طرح سے سو بار خفا شیفتہ ۱۳ شکوے ہیں خ ۳۲ زخم: چشم خ
۲۴/۱۵ ہو: ہے ح ۲۱ گریہ نخ مشرقیہ: بالاخ پٹنہ ۲۵ نہ: یہ س ۲۶ اور یہ نسخ س ۳۲
تو اب پوچھے کوئی غالباً اصلاح: تو کوئی پوچھے سہی ن: کوئی پوچھے سہی ش: کوئی
پوچھے سہی ش ۲۵/۱۳ وو: دن ۳۱ مرادِل جبہ سائی سے کب لے نامہرباں ٹوٹا
خ ۲۷/۳۰ مجھ ش ۱۱ انگہ تن م ۲۷/۱ سدا: شب نسخ ۳۶/۱۴ مرے: ترسے ن ۱۵ صحبت شب کو:
رات کی باتیں ش ۱۴/۲ خدنگ: شکار ش ۱۲/۲ تو اضافہ ۳۴/۲ خدا دشمن کے دشمن کو
نہ دیوے ش ۴ کا۔ اضافہ ۸ صرف سبزہ اور گلزار بڑھا جاتا ہے اضافہ ۱۴/۹ نہ کہے
کون کہے قیاس: الٰہی کون کہے ن: نہ کبھی کوئی کہے؟ ۲۴ مری ترے ش ۲۶/۱۹
بے قراری کی سی کیفیت کہاں آرام نہیں ن: نہیں کی جگہ 'میں' ہونا چاہیے ورنہ
'سی' کی جگہ 'ہے' اور 'کہاں' کی جگہ 'یہاں' ۲۴/۳۰ ڈوب: ہیرم ۲۲ خوں کے یوں دیکھے ہیں

× سشں ۴۴/۲ ہر ش ۳ خون دل پر اکتفا کی ہر جنھوں نے غنچہ دار ش ۴ کے نہیں پابند گوہر
ش ۱۰ ہاتھ ہیں ہر سرکشوں کے ش ۲۵ کم رہی نش : کچھ نہیں نخ ۲۶ دل ہمارا ۔ جی مرا
کہ شنخ : دل مرا کہ م

جز ۴ ۴۹/۱ رخسار یار کے ش ۵ ہمارے توڑ ونے آخر × ش × ش ۶ سُرخ : چاک ×
نخ پٹنہ ۵/۸ چاہوں : چاؤں ش ۱۵ کی : کا × ۲۳ ہر : وہ ش ۵۱/۶ پھر : پھرن ۳۲ ہوتے :
اولیٰ ن : اٹھتے ؟ لیکن اس میں فارسیت ہر ۵۲/۳ ذرا دیر : خریدہ ن : حاشیہ ن جو
دیدہ ۵۳/۲ ہوں یہ بھی : ہوئی بھی ن ۲۶ رک : رہ ش ۲۷ خوف : ضعف ش ۳۰ مار :
یار ش ۵۴/۵ سبھتے جا ہر کوئی م ۵۶/۴ جم ش : ہم ن : ۱۸ ٹوٹتا × ش ۶۱/۲۸ ہائے جوے
حصیر : کوئی حقیر ن ۶۳/۱۵ ہی : بھی ۱۸ ہوں اضافہ ۲۰ ہو : ہوں ن ۶۴/۲ تن قیاس :
ہوں سائی یا خدا ن

جز ۵ : ۶۵/۵ پڑ قیاس : مڑن ۱۲ ہی ن میں قلم زد ہر ۶۷/۱۱ پر اس کی : پر اس کو
شنخ ۶۸/۲۲ لائی : آیاں ۳۲ تبا اضافہ ۶۹/۱۴ نہ ہوں یں سمجھے ش ۱۵ ایک نہیں :
کوئی نہ رہا شم ۷۰/۳ دل لیکت : میرا دل م ۷۱/۲ ہم : یک ش ۲۴ پرتو سایہ ۷۲/۲ ہر
راستی کہ دامنِ نخ ۳ رہ ، دور راہ اضافہ : ن میں صرف رہ نے عشوہ نے کرشمہ و
نے نازو نے ادا ش ۹ : امید یاں مراد یہاں آرزو یہاں ش ۷۳/۲ پر بر ریحاں : یہ بجاں
ن : کی ہر اپنے بھی : کیا اپنے ہر ن ۷۴/۶ جو اک کو دوسرے : جو ایک دن ۷۵/۱۹ سوز عشق
درد و داغ رکھتا خ ۲۱ پڑا ہوں نزع میں پر اب ایک بوسے کی ش ۲۵ تری :

مرے ش ۷/۷ مہتاب وارعشق میں سش ۲۷ ہے-اضافہ ۹۹/۱۹ تری: مرے خ ۲۷
مائل نہ ہوں پناہ م ۸/۲۷ طرح اضافہ

جز ۶: ۲۵/۲ میں اضافہ ۹۰/۲ ے ش میں نہیں ہے ۲۱ ابھی کر بیٹھتے؟: ابھی کر بیٹھے
تھے ن ۱۱/۱۲ چھپایا ش ۹۳/۵ رُل گئے پاؤں ہی تلے م

جز ۷: ۹/۲ شادی سے غم ہے: شادی سے ہے ن ۹۹/۸ خ پٹنہ میں محفل اور مجلس
دونوں ہے ۲۹ بھی اضافہ ۲۹ پرتو اک عالم خراب ہے ش: پرتو جہاں اک خراب ہے
م ۱۰۱/۲۴ میں: ہوں ش ۱۰۲/۲ کی: کاش ۲۵ کا: کی م ۱۰۳/۹ دہ: یہ ش ۱۰۵/۲۴ ڈرتا ہو ردن
زنوں سے خ ۱۰۶/۱۲ ہے ہیں ت ۱۰۷/۲ کبھو ش ۵ مجھ کو ہی خ ۲۷ کون اس زلف پریشاں
میں گرفتار ش ۱۰۸/۹ گرہ اضافہ ۲۵ ہی اضافہ ۲۷ دل و دیں دیا ہم رکھا م ۳۱
اک عالم ہے گریاں ش ۱۰۹/۱ جو پوچھا تو کہنے لگا م ۱۹ سے: پر ش ۱۱۰/۱ سرگزشت: خیریت
ش ۱۰ کون: کوئی ن ۱۴ اب اضافہ ۳۴ لیا: یہاں ن ۱۱۱/۷ 'خود' اور 'وہ' اضافہ ۱۱۲/۵
ہیں اضافہ ۱۷ سرگشتہ: کشتہ ن ۲۴ اک ہی: ہم ہیں کہ ش ۳۴ آزار: آرام
م غالباً آلام۔

جز ۸: ۱۱۳/۱ کو: کا خ ۱۵ ہم کو ش ۱۷ ابھی: یہ ش ۲۱ سنے کیا: سے ہوا ش ۲۹
گاہ گریاں ہیں گہے نالہ ش ۳۳ ہی اضافہ ۱۱۴/۳۱ کبھی اضافہ ۱۱۵/۱ سے اضافہ
۳۲ کو اضافہ ۱۱۶/۲ نام اضافہ ۲۰ کہ نخ مشرقیہ: جو شیخ پٹنہ ۳۲ ہو ہے م ۱۱۷/۵ کی نیاز
کے نثار م ۸ ل: ٹک ش ۹ ہجوم عاشقاں دیکھوں ہوں اپنے یار کے اوپر قت ۲۱

دلِ پُرخوں سوینا داغ ہی سو جام اے زاہد ش ۱۱۸/۹ ن میں ہی کو کاٹ اس کے
بدلے 'لیے' لکھا ہی ۲۴ چلاش ۱۱۹/۹ چواتے: چلاتے ن بہاریں عوام کی زباں ہی ۱۲۱/۶
زور: ن میں یہ لفظ کرم خوردہ یا صرف زر پڑھا جاتا ہی ۱۲ کو اضافہ ۱۴ بیر: تیرن ۱۲۲/۱۵
سان: سانخ پٹنہ ۱۵ یہ تمنا ہی کہ قرب نسخم: دل میں ہی اب قرب میں حسن ف ۲۳ مجھ کو:
دل میں ۱۲۴/۱۴ سمجھنا × ش ۱۹ کوئی: کون

جز ۹: ۱۱۹/۱۰ ہی: ہو خ ۱۰ چور: چغد + شخ ۱۳۰/۲۳ دم: بدم ن ۱۳۱/۲ تو اڑنے ہی لگے
نامہ بر مرا بال کبوتر ہو م ۱۳۲/۳ قوی ہیں قیاس: ن قوی ہی۔ قیاس غیر ضروری تھا۔
۹ ہوش ۲۰ توکل: جلوہ گاہ × ن ۱۳۳/۱ گو نخ: جوش ۱۷-۱ ای ش میں نہیں ۱۳۴/۱۶ تو اضافہ
۱۳۷/۲۷ بھلانے کو تو پاس بٹھا م ۱۳ حیرانی: احوال م ۱۳ آتا ہی م ۱۳۸/۱ نکلا جو ہی تو
سمجھنے دل اپنا ش ۱۳۹/۱۶ روش دلوں کے درپے ایذا اگر نہیں ش ۱۴۰/۲۲ ناداں: نافہم
ش ۱۴۱/۵ نے اضافہ ۲۷ تری: تیری ن ۱۴۳/۱۷ شوق: ذوق ش ۱۸ ہم نرم دیکھتا ہوں
ش ۲۴ مارا ہی آج اُن نے ش

جز ۱۰: ۱۴۵/۱ ٹل: ٹل ن ۶-آ باش ۱۳ توانائی تو کرتی ہی جدا نسخم: توانائی جدا
کرتی ہی اب حسن فع: توانائی تو کر بیٹھی جدا خ شیفتہ و اصلاح ۲۴ دیگ کے
دیکھ کے ن ۱۴۷/۲۶ نیسٹ کج فہم ہیں جو تجھ کو کہتے ہیں شع ۲۷ نظر آتی نہیں اب
زیست اپنی عشق ہیں اس کے ش ۱۴۸/۳۳ مصرع اوّل مصرع ثانی شیفتہ ۱۴۹/۳۲
بارگہ: یار کے ن ۱۵۰/۱۱ بے درد: ظالم ش ۱۲ ترے: دل ش: ہمت ن ۱۴ کو ہٹ

گوہار مست ۳۲ جس جن کی جگہ غلطی سے درج ہوگیا ۱۵۱/۱ کیا نش: حاشیہ اُن پر بہ طور
نسخہ "آیا" درج ہے۔ ۳ عشق اور بوالہوسی میں ہے تغایر کلی س ۴ ربط کس طرح سے ہوش ۸
آیا مجھے ہر فرد: آتا ہے ہر اک فرد ش ۱۰ گوکہ آجائے ہے: گوکہ آجاؤں میں م : گوکہ
آجاؤں بھی نسخ پٹنہ : گوکہ آجائے بھی خ مشرقیہ ۱۱ دید: دیدار ن × : ہنوز + تخم ۱۵
یہاں: میں ہیں ن ۱۶ نہ کھلے: بلبلی ن ۲۴ گوئے شمشیر × ش ۲۳ ن میں سہے اچھی طرح
پڑھا نہیں جاتا: ملے ش ۱۵۲/۷ عاشق: عاشق کو + ش ۱۵۳/۱ خود بہ خود: دم بہ دم
خ واصلاح ۴ نست: تب ن ۱۲ کیا ہے اب زندگی اندیشہ ۲۲ بھاتا: پھبتا۔ نسخ
ش میں پھلتا پھبتا کی خرابی ہے ۲۲ میرے ش × ۱۵۶/۱۹ کر: نکر ن ۲۸ سوز دل کا ش
۱۵۷/۱۷ ابر مژگاں سے اپنے ش ۱۳ آپ ہے: اب ہی ن ۱۵۸/۲ میاں ن مجھے شمع
شیفتہ و اصلاح ۱۴ بے طرح حال مرا مجھ کو نسخ ۱۵ ابر و بحر ن ۱۵۹/۸ اہل: ایک ن ۹
ہیں یہ یہ: ہے یہ پکھرن ۲۷ خبیر: خیرن ۳۰ گھر کیجیے کسی نسخ گھر کیجیے کس خ ۱۶۰/۱ آج
ایشخ ن ۱۱ نہ کوئی دوست ہے نے کوئی مرا ش: نہ کوئی دوست ہے نہ کوئی مرا خ

جز ۱۱: ۱۶۱/۲ میری نوا ن۔ اس صورت میں ہے کو حذف کرنا اور میری کو مری
پڑھنا ضروری ۱۳: احد نش: واحد × نخ مشرقیہ: خدا خ پٹنہ ۱۶۲/۲۳ شمع: تیغ ×
ش ۳۰ حزیں: جویں × ن ۱۶۳/۲۷ الجھتے: سجتے ن ۱۲ مک یاس ن ۱۶۴/۱۲ نرگس
اضافہ ش ۱۶۷/۴ بھی: ہی ش ۵ اسے ہے ن ۱۶۸/۹ دل: پھول ن ۵ ا ہٹوں :
ملوں ن ۱۶۹/۱۹ فغاں ہے: فغان و ش ۲۴ کس سے یا ل دکھے کہاں ن ۱۷۰/۲۰

یہ نیم جان ہے ش ۱۷۳/۲ نمکیں ہے اضافہ از ش ۹ دل: حال ن ۱۷۴/۱۵ شب ش میں نہیں
۱۵ تم نش و گلشن ہند خ مشرقیہ: تھے: خ خ پٹنہ؟ ۱۷۵/۲ ہم تو: ظالم ش ۱۷۶/۱۵ ہجر کے:
کثرت ش ۱۷۷/۲ تو: سو ش ۲۲ ہے۔ اضافہ: نہ ش ۱۷۸/۲۹ گئے: کبھی ش ۲۹ کہیں: کبھی ش
۳۰ حرکتیں: صحبتیں ا ش: ۱۸۰/۲۰ ہم دوانے ہیں خ ع: ہم دیوانہ × ش: ۲۴ کیا اضافہ
۱۸۱/۱ حد: جد ن: لیکن جدکد وغیرہ ن میں کہیں اور نہیں ملتا ۲۵ پائے اعتراض ہے:
پائے اعتراض ن ۱۸۲/۱۱ کہ تو ہم بزم ہے ورنہ ش ۳۱ دوا ہی: دو اپنے ن ۱۸۴/۲ دلکنار
ن ۱۸۵/۲۰ کو: کی ن ۱۸۶/۱ ہی: میں ش ۱۸۸/۲۸ کوئی کہتا ہے دوانا ش ۲۸ ہے اضافہ ۱۸۹/۸
اک نگاہ: ایک بار × ش ۱۲ نہ ٹک اضافہ: بعد میں معلوم ہوا کہ ش میں د ہے کیا ہے
۱۹۰/۲۲و۲۴ مجھے: تم × قت ۱۹۱/۳ اور کہتی ہے ن ۶ یہ: نہ ن ۲۳ جانتا تھا: میں انھیں
ش ۳۴ مجھے: ہمیں ش ۱۹۲/۱۱ روز وصال ش

جز ۱۳: ۱۹۳/۵ کوئی: کوئے ن ۱۹۶/۱۵ ہوئے گا: دل کا ن ۱۹۷/۲ ہم بھی اضافہ ۱۹۹/۴
دل گرفتہ ہم سے جو ش ۱۶ ہے ش میں نہیں ۲۰ یار: میاں ش ۳۰ کبھو ش ۲۰۰/۵ رنگ
× ش ۱۱۔ اغیار اضافہ ۳۰ کبھو ش ۲۰۱/۱۹ مرکدہ × ف ۲۱ جلوہ کناں خ پٹنہ ۲۶ نسبز:
نہ مرن ۲۸ جو: کہ ش ۲۰۶/۶ انصاف + س

جز ۱۴: ۲۰۹/۷ ن میں رکھتے ہے اور رہیں نہیں ۸ سے اضافہ۔ افضل امجدی × ن
۲۶ صدف × ن ۲۱۰/۱ سب یار: بسیار ن ۱۳ بولتی ہے قیاس: بولتی ۲۱۱/۵ یہ اضافہ
۶ یہ: نہ ن اس کا محل نہیں۔ یہ بہ معنی "اس قدر" ہے اس کی جگہ "تو" بھی ممکن ہے مطلب

یہ ہے کہ میری وحشت خانۂ زنجیر میں چھپ گئی ورنہ کوئی مجنوں کا نام نہ لیتا۔ ۲۱۲/۱ مجھ : تجھ ن ۲۳ متن قیاس : کیا بدگماں بتاں ہیں الخ نش ۲۱۴/۹ یہ جان ہے ن شعر کے اوپر لفظ قطعہ ن میں درج ہے اس کے بعد کا شعر قلم زد ہے، یہ شعر ضمیمے میں ہے ۱۳ بھی : ہی ش ۲۲ نہ : یہ ن ۲۱۹/۸ جز : جز ن ۲۴ چلی : جلی ن ۲۲۱/۱۴ ماخوذ از ش ۲۲۲/۱۰ ماخوذ از م ۲۳ شب (کذا) اشک کے قطرے نظر آتے ہیں شر سے م ۲۲۳/۱۰ ابتدائی الفاظ کے سوا ش سے ماخوذ ۲۲۲/۳۲ کیا : نہیں ش

جز ۱۵ ۲۲۵/۲ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۴ تیری : مری س ۲۷ میں اضافہ ۲۲۶/۲ وس نخ مشرقیہ : اس خ ۲۲۷/۱۱ دل کی یہ حقیقت ہے کہ ش ۱۳ و ش میں نہیں ۲۲۹/۱۵ دیوان حافظ کا جو مطبوعہ نسخہ پیش نظر ہے اس میں نسخوں کے اختلافات دیے ہیں، لیکن راحت عین نہیں ۲۳۴/۲۲ کا اضافہ ۲۳۵/۲۲ اتنا : اسمان ۲۴ پر ہے : بڑھے ن ۲۴ بس اضافہ ۲۶ شیر ہی بولیں ہیں بجائے شغال ن ط میں 'بولتے' ہے لیکن جو شش نے غالباً 'بولیں' لکھا تھا ۲۳۸/۲ بھلیتوں ن ۲۴۰ لفظ وفات اضافہ۔

جز ۱۶ : ۲۴۱ لفظ قطعہ، اضافہ مشتاق کا نام بعض نے محمد علی خاں لکھا ہے لیکن غالباً محمد قلی خاں صحیح ہے ۲۴۳/۱ کلام : کلان ۲۴۴/۲ کفّارہ : نکارن ۲۴۵/۲ ن 'رم' کی جگہ دم۔ دم کرنا بہ ظاہر 'ہانپنے' کے معنی میں استعمال ہوا ہے لیکن غیر مسموع 'لگے' ہونا چاہیے اور یہ نہیں تو 'دے' کے بدلے 'دی'۔ آخری صورت میں 'اس نے' محذوف ہوگا ۲۲ کا : کی ن ۲۳ مثال : مثل ن ۲۵ یہ ہو : نہ ہو ن ۲۹ کیوں نہ پھر : کیوں نہوں ۲۴۶/۱۵ یا ہو :

ہون ۱۸۔ اگیا بیتاں: اکبارتے مال ن ۲۴ ہیں اضافہ ۲۴۷/۱۵ یداللّٰہی کی: یداللہ ہی کے ن ۲۴۹/۲۴ مرتک ن ۲۵۱/۳۰ صحن: نمن ن ۲۵۲/۳۱ بڑا: پڑان۔

جز ۱۷: ۲۵۷/۱ ن میں اس غزل کا صرف یہی شعر چوتھی غزل کے ساتھ ہے اور وہ بھی قلم زد۔ عاشق کوکب جلوۂ معشوق کی طاقت شخف ۲ مہتاب: خورشید × ن ۸ واضافہ ۱۲ امرا: مرے ن ۲۵۸/۸ اک: وہ ش ۲۵ ن میں 'کا' اور 'کو' دونوں ۲۶۰/۱۱ اس غزل کے مقابل غالباً شوق نے حاشیے پر لفظ 'خارج' لکھا ہے ۱۸ غریش ۱ رکی ن ۲۶۱/۴ جستجو اضافہ ۵ ن میں صرف 'بدتر' باقی از ش ۶ جلوہ ش ۲۶۲/۱ بے مایہ پیمانہ ن ۵ تیرے: میرے ن: ۲۹ خط اضافہ ۳۰ نہیں اضافہ ۲۶۳/۱ کس طرح سے اوصاف ہو خلاق جہاں کا خ بے رنگ نشخف: نیرنگ × خ ۵ راہ: کام ف (گام) ۱۱ جسم: رنگ ش ۱۱ شعلہ: لالہ ف ۱۵ بینا ش ۱۹ سمجھ کے: سمجھ دے خ ۲۰ برا: بڑا خ ۲۶۵/۳۲ دل: تب ش

حصہ ۴: اس میں ایسے مصرع بھی ہیں جو بہ ظاہر صحیح ہیں، لیکن بعد کے مصرعوں سے مربوط نہیں: ۲۵/۲۴ ۳۵/۱۱ ۵۷/۵ ۸۸/۲ ۹۹/۱۷ ۱۳۵/۲۵ ۱۴۵/۱۵ معشوق کی سخن نافہمی کا گلہ رقیبوں سے نہیں ہو سکتا ۱۸۰/۱۷ اخم رخی ۲۰۰/۱۵ ۲۳۳/۲۵ ۲۴۰/۱۱ سب پر نثار ۲۴۹/۳۲ بہ ظاہر مفہوم یہ ہے کہ گیاہ خشک سرسبز و شاداب ہو گئی، لیکن الفاظ صحیح نہیں معلوم ہوتے ۲۵۳/۳۴ ۲۵۴/۶۱ میر 'برن' ہو سکتا ہے لیکن غیر مسموع ۲۵۶/۱۳ ۲۵۷/۱۸ ۲۵۸/۱۹ ۲۵۸/۲۶ ۲۵۹/۲۴ ۲۵۹/۲۵ ۲۶۰/۳۱

حصہ ۲۵: ۲/۵ تو: کو ۹/۱۴ ہم: تم۔ لیکن پہلی شکل میں بھی بہ تکلف یہ معنی نکلتے ہیں کہ کتنا ہی ستاؤ، میں اس شکایت کا موقع نہ دوں گا کہ مجھ سے تحمل نہ ہو سکا

۱۰/۱۵ کے ناکہ ؟ ۲۸/۱۷ ایسا نہ : لے شانہ ۳۹/۲۵ نہ : یہ ۳۸/۵ دیکھا : دکھلا ۴۲/۱۵ دکھائی ۴۶/۱ بت خانے
۴۹/۲۷ مہ و منہ ؟ ۴۹/۲۸ بیش حسن : بیش خیز ؟ (خدمت گار) ۵۹/۱۰ ایوانِ ؟ ن میں اس طرح
لکھا ہے کہ یا تو نعمت کو تعجب پڑھیے یا ایوان کی جگہ الوان ۵۹/۲۶ تری : مری ۱۴/۸
(۹۵/۱۴ ۱۳۶/۱۲) ۶۲/۲۷ ستایا۔ اس صورت میں 'تو نے' محذوف : ستانا ۶۶/۲۷ یہ ؛ پر ۹۰/۶ بھرا : بجھا
۹۰/۷ ۹۱/۲۳ اپنے : اس نے ۱۰۲/۱۴ آمادہ : آثار ؟ ۱۰۴/۹ کون میں یعنی ہستی میں ؟ ۱۱۴/۲۱ ن میں
دل کی حرات لیکن حرات خیرات یا جرات سے کوئی مطلب نہیں نکلتا۔ 'خراب' ہو تو یہ مطلب
نکل سکتا ہے کہ جب اپنی بہبود کی امید اٹھا دی تو اہلِ نظر کا محسود ٹھہرا ۱۱۵/۳۱
کہیں : کبھی + ۱۱۹/۲۲ کوئی اک لاگ ہے جس سے لگے ہے ۱۲۰/۷ یہی ہے : بھی یہ ہے ؟ ۱۲۱/۱۹ آتا ؟ ۱۲۲/۲۸
مائل : قاتل ؟ ۱۲۶/۲۴ ماریں گی قیاس : باریں کے دن ڈالیں گی + چمن میں وہ شور
ڈال سکتی ہے منہ تو دیکھو بہار اپنا" سودا ۱۳۰/۴ تیز رو : ن تیز : لیکن تند رو اور تند و تیز
بھی ممکن ہے ۱۳۰/۶ لکھوں : لگوں ۱۳۱/۱۲ بھلا : ابھی ؟ ۱۳۲/۷ اپنے : اتنی ۱۳۴/۱۳ مرے :
مرا ؟ ۱۳۴/۲۶ نہ : یہ ۱۳۹/۱۱ لگالوں : نکالوں ۱۴۰/۳ یہ : ہم ؟ ۱۴۴/۲۹ سوزِ : شورِ ۱۵۵/۵
باتوں سے قیاس : باتوسی ن : تالو سے صحیح ہے ۱۶۹/۸ تاپ : آب ۱۶۲/۴ لکھتے : لگتے
۱۸۰/۲۱ گریں ۱۸۳/۱۵ 'آئی نہیں کہ تم' کرامت یہ ہے کہ زبان پر آنے سے پہلے ہی مدعا
سمجھ لیا جائے ۱۹۵/۳۱ ہو : ہوں ۲۰۲/۲۲ نہیں : یوں ہیں ۲۱۸/۲۸ مرے ۲۲۲/۱۴ جل تو گئے
۲۲۸/۸ ہے زندگی دو روزہ ؟ ۲۲۶/۱۹ سمجھے : مجھ سے ؟ ۲۳۲/۷ نہ : یہ ۲۴۳/۸ یہ معجزہ ہے
زمرد کا نخل لعل دے بار ؟ ۲۴۵/۲۳ نادان : دانا۔ آسمان اہل دانش کا دشمن ہے نہ کہ

نادانوں کا ۲۴۲/۲۸ آئے گی یہ ۲۴۳/۱۵ کہ: کو ۲۵۰/۶ طوطی ہو ۲۵۵/۱۶ دو: تو۔ تاسن راکب لیتا ہے
مرکب کو اس سے تعلق نہیں ۲۵۵/۳۲ کٹھن: کٹّن۔" میں تو کہتا ہوں تجھ سے اے کٹّن"
سودا مثنوی ۲۵۵/۱۱ جلی سی یا جلی ہوئی ۲۶/۱۷ برق: رعد (۲۶/۳۳) یہی وہی؟

حصہ ۶: مقامات ذیل پر خط نقطے ہیں (۱) ان میں الفاظ کسی وجہ سے ضائع ہوگئے ہیں یا بالکل پڑھے نہیں جاتے ۱۳۵/۲۵، ۱۶۶/۱۳، ۱۷۱/۲۹، ۱۷۵/۱۰، ۱۷۵/۲۳، ۱۷۹/۴، ۱۷۹/۵، ۱۷۹/۹، ۱۸۵/۲۴، ۱۸۵/۲۶، ۲۰۸/۸، ۲۲۲/۱۱، ۲۳۷/۲۸، ۲۴۷/۲۳، ۲۴۸/۱۹، ۲۴۸/۲۱، ۲۵۰/۱۶، ۲۵۱/۹، ۲۵۳/۳۲، ۲۵۵/۹، ۲۵۵/۱۰، ۲۵۹/۲۳، ۲۵۹/۲۶ (۲) قیاس ۱۶۵/۱۲ لاکھوں ہی ۲۱۰/۲۲ طلا کی جیسے ہوا کیسر ۲۴۷/۲۴ آگئے ہی نہال ۲۴۹/۱۷ سبز ۲۴۹/۱۹ تابش ۲۵۳/۳۰ تو بہ شکن ۲۵۵/۶ وہ دامن ۲۵۶/۹ ہو (۳) بعد میں پڑھا گیا ۲۰۳/۷ مدد ۲۱۵/۱۳ سہم (۴) ش میں مکمّل ملے ۲۳۳/۳۰ کہا یہ زیر لب اُن نے ۱۲۸/۳۴ اے کاش تیرے ہجر میں یہ آنکھ نہ پھڑکے (۵) ن میں محش الفاظ ہیں: ۲۳۶/۲۲، ۲۳۷/۲۷ سفرے ۲۳۸/۱ جڑھرانی ۲۳۸/۴ (۶) ن میں اس کی جگہ مصرع ۲۶ مکرّر: ۲۶۰/۲۸ (۷) ق ت میں اسی طرح: ۲۶۵/۲۳

تصحیح و اضافہ

ص۸ تذکروں کے سنین تصنیف جو لکھے گئے ہیں وہ زیادہ تر قیاس پر مبنی ہیں۔ دل کے تراجم اکثر مکمّل نقل نہیں ہوئے ثانوی ماخذوں سے جوشش کے تراجم جو نقل ہوئے ہیں، اُن کی بھی یہی کیفیت ہے۔ ص۹/۱۳ ۱۲۹ ۲ یہ شعر ہے: موقوف کرانج ص۲۰/۹۹۲ راجا دیا بہادر دیا رام کا بھی خطاب تھا۔ سیر میں ممکن ہے کہ اسی کی طرف اشارہ ہو ص۲۱/۳

دیوانی خالصہ و تن بہ روایت خافی خاں و غلام حسین؛ صرف دیوانی خالصہ بہ روایت کامور
ص۲۱ و ص۲۲ لیٹر کلکز نے مرتب سر جدو ناتھ سرکار نے بھی اس کتاب کے بعض ابواب لکھے ہیں۔
گردھر دیا بہادر وغیرہ کے متعلق صحیح سنین ان ابواب میں ملیں گے۔ گردھر وغیرہ کے خطوط
کے مطالعہ سے سرکار نے یہ رائے بھی قائم کی ہے کہ یہ لوگ مالوہ میں خود اپنی حکومت کی نبیاد
ڈالنا چاہتے تھے۔ گردھر کے بعد مالوہ کی عنان حکومت اس کے بیٹے اور اس کے بعد
دیا بہادر (پسر چھبیلا بہ قول سرکار) کے ہاتھ میں آئی۔

ص۴۷ اس جس کا املا کلّیاتِ سودا میں اوس ہے نیز: "اس ہے تاج دارِ خاوری کا" سودا
ص۵۱ و ۵۲ عربی، فارسی ہندوستانی: معتقد، نگہداشت ۱۵ صفحہ ۹۲ سطر ۹ کی تصحیح سطور ذیل کی
روشنی میں کی جائے۔ نگہ داشت کا لفظ آئین اکبری میں 'چہرہ' کے ضمن میں آیا ہے۔ نگہ داشت
ملازموں کے فائدے کے لیے ہوتی تھی کہ متصدی انھیں بے سبب تنگ نہ کریں۔ سودا کے
ایک قصیدے میں جو احمد علی خاں، بخشی احدیاں کی مدح میں ہے، اور جس میں فوجی اصطلاحیں بہت
استعمال کی ہیں، یہ لفظ بھی آیا ہے۔ شعر ذیل کے بعد کے شعر کلیات میں دیکھے جائیں:

چہرہ لکھا کے سرخ نگہ داشت اب کرو تعداد پوچھتے ہو تو بے حدّ و بے شمار)

ہم پیالہ، ہم نوالہ، قسم حیا ۱۷، بہ جز اپنے، جبیبی جبیبی، سیاہی (روشنائی)، قصہ پارینہ، ہر کس و ناکس
۳۲، پیر نابالغ، ذی حیات ۹۲، کا سے ۶۸، زر تار، ایک سے ۴۷، سوز گلو، یہ کیا معنی ۱۱۷،
سراپا ۱۱۴، جلوہ فروش، انتظار کش، بھلا بہتر ۱۳۱/۱۲ "اگر جیتے رہے ہم تم سے سمجھیں گے بھلا بہتر" دل)
اک دن نہ اک دن، بہتیرا، لب و لہجہ ۴۲ او ۶۲، پنبۂ مینا، بلشت ۴۶ (بالشت)، سویرے ،

اُگتے ہی جل ۲۷/۲۴ حاشیہ ۶ جگر آب، کباب ہو، پلک جھپک ۲۵۰، دل چھن، دینا جی ۲۴۸،
حلاوت ۱۱۱، جلا، رنگ ۲۳۷، کسی امر کی تکلیف ۱۹۰، کسی کی داد ۱۹۴، رخصت نہ، ترقی ۲۴۴،
چرخ، زبان نکال ۲۴۵، رکھنا صفحہ ۵۸ دل کو تھام تھام ۱۸۱، مڑی ۱۷۶، کرنا کاوش ۱۸۱،
بس، کوتاہی، چورنگ، لطف ۱۵۷، آنکھوں میں گھر ۱۵۸، کہنا صفحہ ۵۹ الاماں ۲۵۱، زیر زنخ
ہاتھ رکھ کر ۲۵۳ لینا قسم ۲۷، امتحان ۲۸، کسی کا نام نہ ۵۴ مارنا کسی کے سر سے ۳۸،
پل مارتے ۸۲، پلک کا ۲۰۴، اچھان ۲۶۱ ہونا صفحہ ۶۰ دو بدو ۲۶، طاقت طاق ۴۳،
رات بھاری ۲۴۴، گھر سے باہر ۹۱، جان کا سودا ۶۹، آسمان پر دماغ، خون خشک ۸۳،
چراغ گل، منہ پر لہو ملے ہوئے داد خواہ ۹۴، زبانی ۱۰۱، کان نہ ۱۱۰، مسیں آغاز، ایک ۱۱۱/۲۴
درہم ۱۳۰، خیمہ ایستادہ، کدھر مزاج ہے ۱۴۲، بار، نظر میں ۱۶۸، اللہ کی قدرت ۱۷۳، کسی
کے سامنے ۱۸۰، اُس کی قدرت کے کارخانے کے کھیل ہیں، کیا بلا ہے ۲۲۱، تن بدن
کی خبر نہ ۲۳۷، سر کا وبال ۲۴۵، بدن خشک ۲۵۳ صفحہ ۶۶ پر ۲۸/۳ و ۶۲/۳ ۶۴/۳ ۱۳۷/۱۱ ۲۱۸/۱
سے ۲۳/۳۱ ۲۸/۲۷ ۴۹/۳۰ ۷۳/۷ ۸۵/۴ ۸۷/۱۳ ۱۱۶/۲۱ ۱۳۷/۲۶ ۱۳۹/۳ ۱۶۶/۶ (۲۱۳/۳۰) ۲۵۴/۲۸ پر سے ۱۶۸/۱۵ کی ۱۸۴/۷
۱۹۴/۱ کے ۴۷/۱۱ ۹۶/۱۸ (۱۸۰/۱۱ بے کسی بغیر) ۲۰۶/۲۸ کے بیچ ۲۶/۱۰ صفحہ ۶۸/۱۶ نے رد دیا ۲۶/۶ اور سمجھا
۱۶۳/۱۲ کے ساتھ۔ اب بغیر نے کے بہتر ہے۔ صفحہ ۶۶/۱۱ سیاہ کے لیے فعل جمع ۲۵۱/۳۴

حواشی (شمار صفحہ و شعر) ۸/۱۷ آیا ن: آتا ط ۱۳۹/۴ 'جانبں' ن، لیکن 'جانے' بہتر ۱۵۶/۱۰ اگر
اور جو کی جگہ گر اور تو بہتر ہے لیکن جناب خیال کی رائے میں ط میں جس طرح ہے وہی قابل ترجیح ہے مطلب
یہ کہ اگر دل چاہے تو دعوائے قتل کرے، اور قاتل کے تیغ و داماں کو گواہ رکھے۔ میرا دعوی کرنا
یا گواہی دینا شان عاشقی کے خلاف ہے ۱۷۲/۴ پہاڑ سے ٹکرا کر آواز بازگشت نکلتی ہے اسی سے
مضمون پیدا کیا ہے ۲۳۴/۱۵ راجا سندر سنگھ (۵۸، ۶۱) بنیاد سنگھ اور فتح سنگھ (۶۲، ۱۷)

زمینداران ٹکاری کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہی، ۳ ص ۲۵۳/۱۵ گو: کون: گر ہونا چاہیے ۱۶۱/۴ ہوگئے

ہم ط: ہم ہوئے تھے سخنِ شعرا۔ شیفتہ؟

اغلاط

کہیں کہیں صرف صحیح الفاظ مندرج ہوئے ہیں۔ ط کا غلط نامہ بھی غلطی سے محفوظ نہ رہ سکا، اس کی تصحیح سب سے مقدم ہی۔ ص = صفحہ، (خارج) = یہ لفظ یا ہندسہ خارج کیا جائے۔

مقدمہ وغیرہ ص ۲/۴ مخمسات ص ۷/۱ وفات سے کچھ پہلے ص ۱۱/۱۴ مرتب ص ۱۲/۶ ۴۲ ۱۱: ۴۳ ص ۱۶/۴ ۲۸۳: ۲۸۵ ص ۱۹/۱۳ ناگر، ہتا ص ۲۰/۱۱ جلے: حصے ۲۱/۹ نظام الملک یا اُن کے کسی عزیز ص ۲۳/۱۴ نِ: نِ ص ۲۶/۱۳ سب: ست ص ۲۷/۱۱ ساتھ: کچھ بعد ص ۲۸/۱۴ قائم ص ۳۱/۱ قبل و بعد: ص ۳۱/۷ محمد باقر حزیں ص ۳۲/۹ ۱۲: ۱۳ ۳۴/۹ شاعروں ص ۳۴/۱ غائب ص ۳۶/۷ تصحیح کے علاوہ ص ۴۰/۱۵ ۱۱/۷ ۱۲ ص ۴۴/۱۲ پس و پیش: لگ بھاگ ص ۴۴/۳ رائے ص ۴۴/۷ اپنے ص ۴۷/۸ کہ: (خارج) ص ۴۷/۲ بارہ ۲۳۳ ص ۴۷/۱۷ توقع ۶۸۱ ص ۴۸/۱۲ ۳۸/۵ ص ۴۸/۱۳ ۲۴۷ ع ۴۹/۴ باندھنا ۲۰۸ ص ۴۹/۱۴ ۲۶۱: ۶۱ ص ۵۰/۱۴ ۲۲۴: ۲۳۴ زرق اور برقِ چراغ ص ۵۲/۱۱ ارّہ ص ۵۳/۳ (سیّارہ ہونا چاہیے): (خارج ص ۵۵/۹ ۱۳۸/۹: ۱۱۰/۹ ص ۵۶/۱۵ دھن، بند ۲۶۱ ص ۵۶/۳ پھپھولے ص ۵۷/۶ ۸۸: ۸۶ ص ۵۷/۸ گزر ۱۵/۸، ص ۵۷/۱۰ گُل ۱۴۵ ص ۵۷/۱۲ ۵/۵: ص ۵۷/۱۴ ۹۳: ۹۹ ص ۵۷/۱۲ ۱۴۴/۳۲ ص ۵۸/۱ چھوڑ ۲۴۶ ص ۵۸/۷ ناک، چشم ص ۵۸/۷ عکس ۲۴۴ ص ۵۸/۱۰ دبک ۲۴۹ ص ۵۸/۱۱ ۱۱/۱۵ ص ۵۸/۱۵ کے)، ۲۴۱ ص ۵۸/۱۲ ربط ۳، ص ۵۹/۱۴ آنکھ ۱۶۹ ص ۵۹/۱۶ ہول: مول ص ۶۱/۵ ۲۴۹، سواد ص ۶۱/۹ ۱۸/۴ ص ۶۱/۱۷ قوت ۸۴ ص ۱۲/۱ آذوقہ: آزقہ ص ۶۲/۱۰ کُشت: کشت ص ۶۳/۱ ۵۷: ۵۷، چنگ ص ۶۳/۵ چین ص ۶۳/۱۱ نوا ۲۰ ص ۶۴/۳ ش ۲۲۵ ص ۶۴/۷ ملائکاں ۲۴۲ ص ۶۴/۱۱ کارانِ فلک ۲۴۴/۲۰ ص ۶۵/۱۵ ۹۰/۳۱ ص ۶۶/۱۷ ۱۵/۶ و ۸ :(خارج) ص ۶۷/۵ ۵۲/۵: ۵۲/۱۵ ص ۶۷/۵ ۵/۲۱ ص ۶۷/۵ ۴۲/۲۳ ص ۶۷/۶ ۷۷/۲۲ و ۲۱ ص ۶۷/۹ ۲۱۶/۷ ص ۶۷/۱۰ ۱۸/۲ ص ۶۷/۱۰ ۱۸۱/۳۲ ص ۶۷/۱۱ (۲۳۴/۳۰): (خارج ص ۶۸/۲ (۱۸۵/۲۸) ص ۶۸/۴ [illegible]

۱۲۱/۱۹ : ۱۲۱/۱۷ ص ۶۸/۸ ۱۴ : ۴ ص ۶۸/۱۵ ۱۳۲/۳۱ ، کیجیے ص ۶۹/۵ سند تے ص ۶۹/۱۵ ۱۸۶/۳۴ : ۱۸۵/۳۴ و ۲۳۴/۳۰
ص ۷۵/۱۷ ساعد و دست ص ۴۷/۱۳ (خارج) : ۱۲۷/۹ ص ۷۳/۱۳ ، ۱۸۶ جانی ص ۱/۱۹ خورشیدرو ص ۸۷/۹
۱۹۶/۱۴ ص ۷۷/۱۱ ۵۴/۱ ۱۴۰/۱۲ ۶۰/۱۶و۱۲ ص ۷۷/۱۶ ۱۴/۲ ص ۸۰/۱۶ ۱۱/۸ : ۱۱/۹ ص ۸۳/۱۳ ۱۰۱/۱ : ۱۰۱/۱۷ ص ۸۷/۱۴ پیالہ ۱۴۹/۹
آپ ہی ۹/۲۸ ص ۸۸/۱۵ بھی : (خارج) ص ۸۹/۱ ۶۵/۱۰ ص ۸۹/۱۰ ماخوذ ص ۹۰/۸ قائم ص ۹۳/۱ ۲۴/۱۵ ص ۹۴/۴
۴۶/۹ ص ۹۵/۱۷ ۹۴/۴ ص ۹۶/۲ (۱۵۷/۱) : (۱۳۲/۸) ص ۹۶/۵ ۱۰۹/۸ ص ۹۶/۱۰ جسم،

ط (شمار صفحہ و مصرع) ۶/۳۴ اس ۲۳/۲۱ خرسند ۲۴/۳۴ میں ۔ ٹپکتا ۲۸/۱۶ سیرو ۴۷/۲۰ دلیس ۴۸/۳۲
وہ آزقہ ہی ۱۲/۲۸ خرم ۹۵/۳۱ اسے ۹۵/۳۳ سے ۹۸/۳۳ سے ۱۰۱/۲۱ اس ۱۰۹/۲۶ ترا ۱۲۰/۲۳ اس رخ ۱۲۰/۱۵
کاوش ۱۲۶/۱۸ دیکھی ۱۳۴/۲۱ بڑی ۱۳۵/۱۸ خوں ۱۳۵/۲۹ جیسے ۱۳۹/۲۷ مرے ۱۴۳/۲۷ صفیر ۱۴۹/۲۶ اس کے
خاکسار ۱۵۱/۱ دیکھے ۱۷۹/۱۵ چاہے ۱۸۳/۱۹ ہوں ۱۹۲/۱۳ ہ ۱۹۲/۲۱ ہو ۲۱۴/۲۶ پر ۲۴۷/۲ جنگل ۲۴۷/۶ ہوئی
۲۵۳/۲۷ ہی ۲۶۲/۱۵و۱۶ : (یہ شعر رخ میں ہی)

غلط نامہ : (شمار صفحہ و سطر) ص ۲۶۷/۳ کیا گیا ہی ص ۲۶۷/۲ ۳۴/۳۱ کے ص ۲۶۷/۹ ۱۲ : ۳۵/۱۶ ص ۲۶۸/۹
۲۳ ۹۵/۲۳ ص ۲۶۸/۱۱ ۹۹/۳۱ ص ۲۶۸/۱۵ ۱۱۷/۱۷ یہ ص ۲۶۸/۱۷ ۱۲۴/۲۳ ص ۲۶۸/۱۷ ۲۸ : ۱۲۷/۲۸ ص ۲۶۹/۱۰ ۱۶۸/۳۲
۲۶۹/۱۳ ہوئے ہیں ص ۲۷۰/۲ آئی ہی تو ص ۲۷۰/۱۲ ۳۵/۳ ص ۲۷۰/۱۴ ۱۲۴/۲ ص ۲۷۰/۱۶ ۲۵۶/۱۷ ص ۲۷۱/۴ ۱۴۸/۳۵ :
۲۴۸/۳۵ ص ۲۷۱/۱۱ ڈر سے ص ۲۷۱/۱۲ ۱۲۸/۲۳

غزلیات

۱

جو دل کہ جلوہ گاہ ہوا اُس کے نور کا — مشتاق وہ نہیں ہے تجلّی طور کا

آئینۂ خیال میں ہے یار جلوہ گر — طالب پری کا ہوں نہ طلب گار حور کا

زنہار عکسِ غیر نہ ہو اس میں جلوہ گر — یہ دل تو آئینہ ہے کسی کے حضور کا

اہلِ شعور اُس کو سمجھتے ہیں بے شعور — جس کے تئیں گھمنڈ ہو اپنے شعور کا

آ بھی کہیں شتاب تغافل کہاں تلک — احوال ہے بتنگ دلِ ناصبور کا

نے موسم خزاں ہے نہ گلشن میں باغباں — اے عندلیب کیا ہے سبب تیرے شور کا

تو ڈھونڈتا ہے جس کو وہ شہ رگ سے ہے قریب — جوشش خیال دل میں نہ رکھ دور دور کا

۲

میں منتظرِ دید ترے در سے نہ سرکا — ہے چشم کا حلقہ مری حلقہ ترے در کا

تو لے تو چلا نامہ مرے سوزِ جگر سے — اللہ نگہباں ہے کبوتر ترے پر کا

آویزۂ لعل اور بنا گوش کو دیکھو — ہے مہر کے پنجے میں گریبان سحر کا

غربت میں ہوئے جائے گہر افسرِ شاہاں — آرام وطن سے نہیں کم رنج سفر کا

عالم کا ہوا راہ نما شیخ ولیکن — جوں سنگ نشاں ہے نہ اِدھر کا نہ اُدھر کا

یہ دونوں ہی ہو لیں گے ہدف ناوکِ غمزہ — جو دل کا ارادہ ہے وہی عزم جگر کا

۲

دے تاب تری زلف مری رشتۂ جاں کو — بے تاب کرے دل کو مرے تاب کمر کا
حسرت ہیں قدم بوس کی چشمِ نگراں ہے — ہر نقشِ قدم یار ترے راہ گزر کا
ہستی کی بنا ہی تو بہا دیجیے جوشش — اب کے یہ ارادہ ہے مرے دیدۂ تر کا

دیکھے تیشہ جو کبھی تیری جفاکاری کا ۳/۶ کوہ کن ہو تو نہ دم مارے وفاداری کا
چشمِ پُر آب ہے لب خشک دماغ آشفتہ — اور عالم ہے غرض دل کی گرفتاری کا
جاں فدا کر کے بھی شرمندہ ہوں لطف سے تیری — حق ادا ہو نہ سکا مجھ سے نمک خواری کا
دل سلامت رہے اور درد و غمِ عشق بتاں — کون مشتاق ہے ناصح تری غم خواری کا
مسکراتا ہے مجھے دیکھ کے غیروں کے حضور — یاد ہے اُس کو عجب طور دل آزاری کا
اُس نے جب مول لیا دل کو مرے اے جوشش — شور عالم میں پڑا اُس کی خریداری کا

کچھ اور ہی عالم ہے ترے تفتہ جگر کا ۳/۵ کوئی سامنے آسکتی ہے منہ دیکھو سقر کا
جی سیر ہیں گلزار کی تن کنجِ قفس میں — یہ صید گرفتار اِدھر کا نہ اُدھر کا
کافی ہے یہ رونا ہی مرا ہجر میں اُس کے — اے آہ میں محتاج نہیں تیرے اثر کا
ہیں دیر و حرم میں تو بھرے شیخ و برہمن — جز خانۂ دل کیجیے پھر قصد کدھر کا
سرگشتہ جو پھرتا ہی پڑا دشت میں جوشش — سا گرد بگولا ہے کسی خاک بسر کا

گر کوئی کاٹ لے سر بھی ترے دیوانے کا ۵/ح پر یہ سودائے محبت ہے نہیں جانے کا
مست رکھ یاد میں اُس چشم کی تا روزِ جزا — منہ نہ دکھلا مجھے یا رب کسی مے خانے کا
میرے دل کو بھی نہ ہوئے ہوسِ بوسہ اگر — آشنا لب سے ترے لب نہ ہو پیمانے کا

حسن اور عشق کا مذکور نہ ہوئے جب تک — مجھ کو بھاتا نہیں سننا کسی افسانے کا
کیوں نہ مضطر ہوں اسے دیکھ کے دیکھو تو سہی — شمع کے سامنے کیا حال ہی پروانے کا
ہاتھ اٹھاتا نہیں اے یار جو سلجھانے سے — دل تری زلف سے الجھا ہی مگر شانے کا
گو کہ مرجائے ترے عشق میں جوشش لیکن — شکوۂ جور و جفا منہ پہ نہیں لانے کا

نہیں معتقد جو ترے دید کا ہے — میں دیوانہ ہوں اس کی فہمید کا
تعلق کسی سے نہیں غیر حق — یہ عالم ہوا اپنی تجرید کا
خیالِ دو عالم ہوا دل سے دور — یہاں ذکر کیا جام جمشید کا
ہم آغوش وہ مجھ سے ہو یا نہ ہو — دوانا ہوں میں دید وادید کا
یہاں نامرادی ہے عینِ مراد — نہ ہو بارور نخل امید کا
یہ کوچے میں لیلیٰ کے مجنوں نہ ہو — ارم میں ہے گویا شجر بید کا
ترا شعر جوشش تجھے ہے پسند — تو محتاج ہے کس کی تائید کا

دیکھ کر حسن گل عذاروں کا — ہے خانہ ویراں ہوا ہزاروں کا
آب خجلت سے ہو گیا سیماب — دیکھ منہ تیرے بے قراروں کا
شعلۂ طور ایک شعلہ تھا — اس محبت ہی کے شراروں کا
تیغ ابرو سے کر اشارۂ قتل — ہوں میں کشتہ ترے اشاروں کا
دیکھیں گر اس کی چشم پرفن کو — ہوش اڑ جائے ہوشیاروں کا
اس کی آنکھوں کو دیکھیے جوشش — منہ تو دیکھو شراب خواروں کا

اُس کو فرزانہ کہیں جو ہو دِوانا عشق کا ۲/۷ ہے خدائی سے نرالا کارخانہ عشق کا
جی رہے یا جائے اے ناصح جو ہونا ہو سو ہو — یہ سرِ شوریدہ ہے اور آستانہ عشق کا
پہلے دعویٰ عشق کا تھا پیش کش پھر سر دیا — کوہکن نے آخر آخر لوہا مانا عشق کا
کس طرح جلتا بھلا خار و خسِ حرص و ہوا — گر ہمارا دل نہ ہوتا آشیانہ عشق کا
میرے دل کو اور جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا — مجھ ہی پر موقوف تھا تیغ آزمانا عشق کا
دیکھیے راہِ طلب میں اس کی تب خوش فعلیاں — کھائے جب شبدیزِ ہمّت تازیانہ عشق کا
دیکھ لے اپنے گریباں میں بھی ٹک سر ڈال کر — مجھ سے کیا پوچھے ہے اے جوشش ٹھکانا عشق کا

پہلو میں مرے دل ہے طلبگار کسی کا ۹/۴ وارستہ ہے عالم سے گرفتار کسی کا
ہر چند بھٹکتے رہو سر دیر و حرم میں — اے شیخ و برہمن نہ ہو وہ یار کسی کا
جز درد و غم اس دہر میں حاصل نہیں ہیں — مطلوب کسی کو نہ طلبگار کسی کا
ہرگز نہ ہوا عشق کے بازار میں جوشش — غیر از غم و اندوہ خریدار کسی کا

دل پھرا ہم سے یارِ جانی کا ۱۰/۴ کیا رہا لطف زندگانی کا
جس جگہ بیٹھے اُٹھ نہیں سکتے — زورِ عالم ہے ناتوانی کا
آپ ہوتے ہیں کیوں خفا ہم پر — کون خواہاں ہے مہربانی کا
دیکھتا ہی نہیں کسی کی طرف — کیا غرور اُس کو ہے جوانی کا
آہ مت پوچھو سرگزشت مری — سننا مشکل ہے اس کہانی کا
مور کے گھر تلک تو اے جوشش — شور ہے اپنی ناتوانی کا

حال اب تنگ ہے زمانے کا ۱۱ رنگ بے رنگ ہے زمانے کا
نہیں کوتاہ اُس کا دستِ طلب   یہ گدا تنگ ہے زمانے کا
ایک دم چین سے نہ کوئی رہے   یہی آہنگ ہے زمانے کا
سرکشوں کا رہا نہ نام و نشاں   زورِ سرچنگ ہے زمانے کا
اے جفاکار دہر میں تجھ بن   کون ہم سنگ ہے زمانے کا
جھوٹ میں نے کہا تری ہاتھوں   قافیہ تنگ ہے زمانے کا
چل نکل جلد یاں سے اے جوشش ـــ ڈھنگ بے ڈھنگ ہے زمانے کا

اے بلبل لطف دیکھ اُس سادہ رو کا ۱۲/۵ نہ کر منہ کو رگل کی رنگ و بو کا
نہ الفت نے مروت جی کے خواہاں   بتوں سے کچھ نہیں چلتا کسو کا
غلط کہتا نہیں میں تجھ سے جوشش ق یہ ہے منہ کو میرے رد ترکا
برہمن نے گلے سے تو رڑا زنار   مصلّے آگ میں زاہد نے پھونکا
زمیں پر شیخ نے دے ماری دستار ـــ ذرا دیکھا جو منہ اُس خوب رو کا

مزہ دکھاؤں تجھے تیری بے وفائی کا ۱۳ اگر نہ ہوئے مجھے پاس آشنائی کا
وفورِ اشک نے افسوس آستاں سے ترے   مٹا دیا ہے نشاں میری جبہہ سائی کا
اسیرِ زلف رہا جب تلک یہ طائرِ دل   خیال جی میں نہ گزرا کبھی رہائی کا
وہی یہ دل نہیں سنتا کسی کی آہ و فغاں   گلہ نہ کیجیو نالے کی نارسائی کا
کر آشنائی تو اپنے ہی دل سے دیوانے   جو تیرے جی میں ارادہ ہو آشنائی کا

ہر ایک خار بیاباں رکھے ہے نوک زباں | یہ ماجرا ہے ہماری برہنہ پائی کا
خیال یار میں رہتا ہوں محو اے جوشش — نہ فکر وصل ہے مجھ کو نہ غم جدائی کا

١٤

گلہ کرے جو کوئی اُس کی بے وفائی کا | یہ چاہیے کہ نہ لے نام آشنائی کا
نہیں سپہر کے آئینے میں یہ جلوۂ مہر | پڑا ہے عکس ترے پنجۂ حنائی کا
عجب نہیں کہ مزار اُس کا سنبلستاں ہو | جو کوئی مارا ہو زلفوں کی کج ادائی کا
رہی نہ تجھ میں ذری چرب و نرمیِ گفتار | یہ طور کس نے سکھایا تجھے رکھائی کا
اسی کا آئینہ سجدہ ہزار عالم ہے | غرض وہی ہے سزاوار خود نمائی کا
تری کشش نے لیا کھینچ دل کو بے کوشش | وگرنہ مجھ کو بھروسا نہ تھا رسائی کا
یہ سمجھے دیکھ کے ہم سوز شمع ویرانہ | شب وصال سے بہتر ہے دن جدائی کا
ہوا ہے کاکل مشکیں پہ جب سے اُس کا گزر | نسیم باغ کا شیوہ ہے مشک سائی کا
اسیر دام خط و زلف ہو گیا ہے دل | بغیر جان دیے ذکر کیا رہائی کا
رکھے ہے افسر شاہی پہ فخر اے جوشش — ہمارے سر پہ یہ کاسہ جو ہے گدائی کا

١٥

جیسا کہ دل پہ زخم ہے اُس کے خدنگ کا | گلشن میں ایک گل نہیں اس آب و رنگ کا
ہنس ہنس کے تند خو مجھے دیوے ہے گالیاں | کس نے سکھا دیا اسے یہ طور جنگ کا
چھنٹا کا بھی نمک نہ دل داغ دار پر | حد سے نمک ہے حسن بتان فرنگ کا
دیوانوں کے بدن پہ عجب کچھ بہار ہے | خنداں بہ رنگ گل ہے ہر اک زخم سنگ کا
اے شیخ پی تو دیکھ تنک تو شراب عشق | عالم جدا ہے اُس کے نشے کی ترنگ کا

اُس شعلہ رو کے وصل کی شب یاد آ گئی — دیکھ اضطراب شمع پہ جوشش پتنگ کا

دل میں ہر چند ہے خیال اُس کا ۱۶/۵ نظر آتا نہیں جمال اُس کا
وہ جو تھی بے خودی سو ہے موجود — ہجر سے کم نہیں وصال اُس کا
ہو چکا ہے جگر پسند مژہ — دل کو مانگے ہے خط و خال اُس کا
شیخ اگر سامنے ہو مستوں کے — نظر آ جائے سب کمال اُس کا
ہم پڑے اک زوال میں جوشش — دیکھ کر حسن بے زوال اُس کا

اُٹھ اے طبیب جا مجھے آرام ہو چکا ۱۴/۶ مرتا ہوں کوئی دم کو مرا کام ہو چکا
اب بھی کہیں اٹھائے گا چہرے سے دام کو — معمور تو شکار سے یہ دام ہو چکا
دینا تھا اُس کو دل سو لیا اُس نے نامہ بر — اب میرے اُس کے نامہ و پیغام ہو چکا
اب مجھ سے ہو سکے ہے کوئی ترک عاشقی — رسوا ہوا جہان میں بدنام ہو چکا
آغاز ہی میں اِس کے مرا جی نکل گیا — معلوم کارِ عشق کا انجام ہو چکا
جوشش عبث ہے منتِ ساقی رندگا — معمور زندگی کا مری جام ہو چکا

ظالم نہیں علاج کہیں اس گزند کا ۱/۹ دل پر لگا ہے نوش ترے نوش خند کا
گو ہوئے اس سے کنگرۂ عرش تک گزر — بہتر ہے کاشنا ہی ہوس کی کمند کا
مانند شمع سوز محبت کے ہاتھ سے — جلنا ہی ہے شعار مرے بند بند کا
تجھ سا ہی جو طبیب کہ ہو درد آشنا — وہ ہی کرے علاج دل دردمند کا
دل آتشِ فراق سے بھاگے نہ کس طرح — ٹھہرے ہے آگ میں کوئی دانہ سپند کا

کوئی کسی کے شعر کو سنتا نہیں یہاں — جوشش یہ شور ہے تری فکر بلند کا

ہماری آہ کے صدمے نہیں اٹھانے کا ۱۹/۶ یہ چرخ بام کہن ہے کسی زمانے کا

یہاں تو خواب ہوئی سیر باغ برسوں سے — کسے خیال ہے تیری گلی سے جانے کا

نہ پھوٹتے ہیں شگوفے نہ غنچے کھلتے ہیں — چمن میں شور پڑا اس کے مسکرانے کا

نہ چھیڑ سونے دے قاتل کو میرے نالے — حصول کچھ نہیں اس فتنے کے جگانے کا

یہ راستے ہیں نہ چھوڑے گا کج روی اپنی — کمیت چرخ ہے مشتاق تازیانے کا

یہ طفل اشک نہ چھوڑیں گے دامن اے جوشش — خیال بھی ہرگز نہ دل لگانے کا

سر اس کی تیغ سے جب تک جدا نہ ہوئے گا ۲۰/۷ کسی طرح سے حق اس کا ادا نہ ہوئے گا

تمھاری زلف جو آشفتگی پہ نازاں ہے — صبا سے حال ہمارا نسا نہ ہوئے گا

بغیر ناخن شمشیر یار عقدۂ دل — ہزار کیجیے تدبیر وا نہ ہوئے گا

کبھی کسی سے ہوا ہو تو ہم سخن ہنس کر — یہ اتفاق تو پیارے ہوا نہ ہوئے گا

کل اس نے تیغ کے تیوروں میں کی نگہ مجھ پر — یہ تیر کس کے جگر میں لگا نہ ہوئے گا

اگر یہی ہیں جفا کاریاں تری ظالم — کوئی کسی سے کبھی آشنا نہ ہوئے گا

دل دگر ہی یہ آفت نہیں فقط جوشش — جو ہے ترا یہی رونا تو کیا نہ ہوئے گا

جیتے ہی جو فنا کی تدبیر کر سکے گا ۲۱/۵ وہ ہی حریم دل کی تعمیر کر سکے گا

غافل ہے زلف تیری کیوں ہم سے کوئی اتنی — سودائیوں کو تیرے زنجیر کر سکے گا

اے جنگ جو کسے ہم منصف بدیں جہاں میں — ثابت کوئی بھی میری تقصیر کر سکے گا

زور آوریِ طالع گو ہو پر اُس کے دل میں — کب نالۂ ضعیفاں تاثیر کر سکے گا
نامہ جو تو لکھے ہے اُس بے وفا کو جوشش — احوال سوزِ دل کا تحریر کر سکے گا

غیروں ہی پہ تو ستم کرے گا ۲۲/۴ ہم پر نہ کبھو کرم کرے گا
ہم سا ہی وہ ہوگا سادگی میں — باور جو تری قسم کرے گا
گزرے گا وہی تری گلی سے — سر کو جو کوئی قدم کرے گا
اس تیغِ دو دم کا تیری زخمی — آرام نہ ایک دم کرے گا

ہم پہ سو ظلم و ستم جور و جفا کیجیے گا ۲۳/۴ یہ نہ ہوگا کہ کبھی ہم سے گلہ کیجیے گا
عشق میں اپنی مجھے موت نظر آتی ہے — یہ وہ آزار نہیں جس کی دوا کیجیے گا
وا ہوئے غنچہ و گل صبح نمودار ہوئی — چشمِ مخمور کو ٹک اب بھی تو وا کیجیے گا
بندے کہلاتے ہیں راضی بہ رضا ہیں جوشش — ہوگی جو اُس کی رضا وہ ہی کیا کیجیے گا

مدعی کی ہے جو کچھ چال سو کیا چھوڑے گا ۲۴/۴ کچھ نہ کچھ پھر بھی تجھے یار سکھا چھوڑے گا
جی رہے یا نہ رہے یار پہ یہ دیوانہ — اپنی چھاتی سے تجھے آج لگا چھوڑے گا
شیخ مت جائیو اُس رندِ قدح خوار کے پاس — ورنہ تجھ کو بھی کوئی گھونٹ پلا چھوڑے گا
مت کرو منع نہ مانے گا طبیبِ ناداں — آپ ہی گھبرا کے ہماری وہ دوا چھوڑے گا
جب تلک جی نہ نکل جائے مرا گھبرا کر — دام سے مجھ کو نہ صیاد مرا چھوڑے گا
باز آتا جو نہیں کوچے سے اُس کے یہ دل — گالیاں ہی مجھے اک روز کھلا چھوڑے گا
گر یہی غم ہے یہی درد و الم ہے جوشش — شعلۂ آہ مرے دل کو جلا چھوڑے گا

مہربانی سے مرے پاس اگر آئے گا ۲۵/۴ قتل کرنے ہی کا سامان وہ کر آئے گا
لے لیا دل کو مرے ایک نگہ میں جس نے — یا الٰہی کہیں وہ پھر بھی نظر آئے گا
اس نے تو باج لیا فتنۂ دوراں تجھ سے — اور کون ایسا ہے جو اس سے بسر آئے گا
اس کے کہنے پہ نہ جا غصّے میں ہے اے جوشش — گو کہ کہتا ہے نہ آؤں گا مگر آئے گا

کیا فکر تو کرتا ہے اس فکر سے کیا ہوگا ۲۶/۹ ہووے گا وہی جو کچھ قسمت میں لکھا ہوگا
شمشیر تری یکتا ہے عقدہ کشائی میں — یہ عقدۂ دل دیکھیں کس طرح سے وا ہوگا
ہم جلتوں کی باتیں بھی کچھ جلتی ہی جلتی ہیں — کیا خاک وہ سمجھے گا دل جس کا بجھا ہوگا
جس طرح کے ہم رسوا ہیں عشق کے وادی میں — اس طرح تو مجنوں بھی رسوا نہ ہوا ہوگا
آغاز تو ہے یہ کچھ جو خلق میں رسوا ہوں — انجام محبت کا کیا جانیے کیا ہوگا
یاد آیا ہے اک مطلع پڑھتا ہوں سن اے جوشش — ان قافیوں میں ایسا مطلع نہ سنا ہوگا

جس نے تری آنکھوں کو ٹک دیکھ لیا ہوگا ۲۷/۹ وہ مر ہی گیا ہوگا ہرگز نہ جیا ہوگا
گردوں تری بخشش کی کیا بات ہے پر ہم کو — جب تو نے دیا ہوگا آزار دیا ہوگا
مت منع کرو اس کو گر قتل وہ کرتا ہے — ایسا ہی گنہ اس کا کچھ ہم نے کیا ہوگا
پرزہ ہی نظر آیا ہوگا مرے ہاتھوں سے — اس جیب کو اے ناصح جب تو نے سیا ہوگا
کیا شیخ و برہمن نے کیا گبر و مسلماں نے — تیرے خم ابرو کو سجدہ ہی کیا ہوگا
کیا خاک وہ سمجھے گا اس عشق کی مستی کو — خونناب جگر جوشش جس نے نہ پیا ہوگا

مرے جب تک کہ دم میں دم رہے گا ۲۸/۹ یہی رونا یہی ماتم رہے گا

کہاں تک یہ غرورِ حسن ظالم   ہمیشہ کیا یہی عالم رہے گا
یہی سوزش ہے داغوں کی تو کیوں کر   سلامت سینۂ مرہم رہے گا
جدا جب تک ہوں اے بے درد تجھ سے   یہی درد اور دل باہم رہے گا
اگر یوں ہیں رہے گی حیرتِ عشق   ق   اگر یہ دیدۂ نم نم رہے گا
بہ رنگِ شبنم آ کر قطرۂ عشق — ہماری ہر مژہ پر جم رہے گا

۲۹
اس طرف تو نہ تجھے زور نہ زر کھینچے گا   جذبۂ عشق ہی کھینچے گا اگر کھینچے گا
وہ طلب گار ہے دل کا مجھے بوسے کی طلب   حسن اور عشق کا جھگڑا ہے یہ شر کھینچے گا
خسروِ حسن نے گو کی ہے نگہ داشت دلے   پاک قلم چہرے پہ عاشق کی نظر کھینچے گا
ہم سے قلاشوں سے ملنے سے تجھے کیا حاصل   تو ملے گا انھیں سے جن سے کہ زر کھینچے گا
یار ملنا جو ہو منظور تو مل لے ورنہ   آب و دانہ فرا کیا جانے کدھر کھینچے گا
قدر آرام وطن ہوگی اسی کو معلوم   جو کوئی میری طرح رنج سفر کھینچے گا
حسرتِ وصل میں مر جائے گا لیکن جوشش — منتِ غیر نہ یہ خاک بسر کھینچے گا

۳۰
تیرے دیدار سے محروم اگر جاؤں گا   یاں تلک روؤں گا اے یار کہ مر جاؤں گا
کوچۂ یار سے رونا بس اگر جاؤں گا   ایک عالم کو رلاؤں گا جدھر جاؤں گا
ناصحو عشق سے کیوں اتنا ڈراتے ہو مجھے   میں ڈرانے سے تمھارے کوئی ڈر جاؤں گا
اس قدر تاب نہ کر اے دل ناداں محبت — اس جفا جو کے ابھی جی سے اتر جاؤں گا

۳۱
پنہاں تھا حسنِ یار نمودار ہو گیا   آتے ہی خط کے سبزہ یہ گلزار ہو گیا

اپنا تو کچھ گناہ نہ آیا ظہور میں — کیا بات ہو گئی کہ وہ بیزار ہو گیا
ہوتی نہیں کسی کی دعا مجھ کو سودمند — یارب مجھے یہ کون سا آزار ہو گیا
اس وقت دیکھتا ہوں نپٹ پیچ و تاب میں — زلفوں میں تیری کون گرفتار ہو گیا
عاشق ہوں مجھ کو مارے کوئی یا برا کہے — سب کچھ مرے مزاج پہ ہموار ہو گیا
آیا جو یاد حلقۂ زلفِ بتاں مجھے — ہر داغ دل کا نافۂ تاتار ہو گیا
سرگرمِ ظلم دیکھ کر اس خود پسند کو — جوشش یہ دل بھی درپے آزار ہو گیا

۳۲/۵

عکسِ روسے اس کے گھر آئینہ خانہ ہو گیا — ہر طرف دیکھا اپنی صورت کو دوانا ہو گیا
یاں تلک سجدے کیے ہم نے تری در پر کہ دوست — دشمن اپنے سر کا تیرا آستانہ ہو گیا
زلف کا اس کی تصور رہ گزارِ عشق میں — توسن ہمت کا اپنے تازیانہ ہو گیا
ہم نوالہ ہم پیالہ ہم سخن ہم بزم تھے — اس کا کیا افسوس اک وہ بھی زمانہ ہو گیا
مرنے والا ہی تھا یہ بیمار اس کی چشم کا — اک مرض یہ بھی موت کا جوشش بہانہ ہو گیا

۳۳/۶

ہاتھ قاتل کا مرے خوں سے نگارین ہو گیا — ایک تو رنگین تھا ہی اور رنگیں ہو گیا
خوبیِ قسمت کہ صبحِ وصل جب پہنچی قریب — مانعِ دیدارِ جاناں خوابِ سنگیں ہو گیا
غیر مینا ہی نہیں اس کو کسی سے دوستی — کارگر جس دل میں تیرا خنجرِ کیں ہو گیا
بھول ہی جائے گا یہ روزہ نماز اے شیخ جی — جب تمہارے سامنے وہ آفتِ دیں ہو گیا
شعر جو پڑھتا نہیں تو ہر کسی کے روبرو — ان دنوں جوشش مگر مشتاقِ تحسیں ہو گیا

۳۴/۴

جب عشق میرا شہرۂ آفاق ہو گیا — اک عالم اس کے حسن کا مشتاق ہو گیا

کس سے ہوئی ہے دوستی ایسی کہ اِن دنوں — آنا ہمارا دل پہ ترے شاق ہو گیا

یاں تک رہے جدا کہ ہمارے مذاق میں — آخر کو زہرِ ہجر بھی تریاق ہو گیا

کیا ہو گیا کہ آتے ہی خط کے دوزن چہرہ — کچھ اپنے آپ صاحبِ اخلاق ہو گیا

مرنے سے کام کیا ہے جہاں آئی بےخودی — عاشق پر اُس کے مرگ کا اطلاق ہو گیا

جوشش انھیں کو بس نظر آیا جمالِ حق — دل کا جنھوں کے آئنہ براق ہو گیا

وہ کماں ابرو مرا جب چیں بر ابرو ہو گیا ۳۵/۵ چھوٹتے ہی تیرِ نگہ دل میں ترازو ہو گیا

پاس میرے آ کے جب بیٹھا رقیب اُس کے حضور — دردِ دل تو تھا ہی اُس پر درد دہلہ ہو گیا

دیکھتا ہوں آج ہے ہر موج کا دل بیقرار — سروِ رعنا کون سا آ کر لبِ جو ہو گیا

جی اگر چاہے تو مل مجھ سے نہیں مختار ہے — کیا بُرا ایسا کہا تھا جو خفا تو ہو گیا

رفتہ رفتہ بندگی میں زلف کافرکیش کی — تھا تو یہ جوشش مسلماں لیک ہندو ہو گیا

آیا ترا خیال خور و خواب لے گیا ۳۶/۶ دل سے ہمارے عشق کا اسباب لے گیا

وہ ماہ بھر کے جامِ مےِ ناب لے گیا — اک دم میں آفتاب کو مہتاب لے گیا

ہم رونے لگ گئے خمِ ابرو کو یاد کر — سجدے کا شوق جب سوئے محراب لے گیا

شوقِ نظارہ میں سرِ دیوارِ یار تک — آنکھوں کو میری اشک کا سیلاب لے گیا

اک بار دیکھنے نہ دیا اُس کو بھر نظر — سو بار اُس تلک دلِ بیتاب لے گیا

جب رو دئے معذرت میں تو سیلاب اشک کا — جوشش غبارِ خاطرِ احباب لے گیا

کس وقت خشک دیدۂ نمناک ہو گیا ۳۷/۵ کب گردِ غم سے دامنِ دل پاک ہو گیا

جوں شانہ دست رس نہ ہوئی زلف یار تک — ہر چند سو جگہ سے یہ دل چاک ہو گیا

صید افگنی تو ٹھہرے اُس شہ سوار کی — جو آگیا سو بستۂ فتراک ہو گیا

اے شیخ ہم نہ کہتے تھے تجھ سے شراب پی — آخر تو سوکھ سوکھ کے مسواک ہو گیا

جوشش نہ پوچھ مجھ سے کچھ اس خاکداں کی بات — آیا جو کوئی یاں سو تہِ خاک ہو گیا

۳۸

میں ہی نہ کچھ دیکھ اُدھر رہ گیا — جس کی پڑی اُس پہ نظر رہ گیا

تیغ نگہ نے نہ کیا کچھ قصور — داغ کی دل ردک سپر رہ گیا

دیدۂ و دل لے گئی سیل سرشک — حیف کہ سینے میں جگر رہ گیا

قتل کو آیا پہ مری بے کسی — دیکھ کے وہ ترک پسر رہ گیا

اُٹھ گئے جوشش سبھی اس بزم سے — تو ہی نرا خاک بسر رہ گیا

۳۹

بھول پڑا ایسا جو ادھر آگیا — آج تو مدت پہ نظر آگیا

بھول گیا اپنے تئیں عشق میں — خوب ہی آیا میں جدھر آگیا

یار نے منہ پھیر لیا جس گھڑی — سامنے یہ خاک بسر آگیا

روز ہی ملتا ہے ستم گار سے — دل کو مرے زور ہنر آگیا

دیکھنے پائے نہ اسے بھر نظر — ہو چکی شب وقت سحر آگیا

اشک کے ہمراہ دل تک بہ گیا — ایک یہ داغ جدائی رہ گیا

وہ جو آزردہ ہے مجھ سے اس قدر — کوئی بدگو کچھ تو اُس سے کہہ گیا

یار تیرے ظلم میں وہ لطف ہے — جو نہ تھا سہنے کے قابل سہ گیا

جوں کتاں لاکھوں کے گو دل چاک چاک — جس طرف جوشش وہ رشکِ مہ گیا

۴۱

اُس کا خدنگ دل سے جگر سے گزر گیا — اک تیر تھا کہ صاف جگر سے گزر گیا
نالہ ہمارے دل کا صدائے جرس کی طرح — مشہور تو ہوا پہ اثر سے گزر گیا
دامان و آستیں سے میں روکوں کہاں تلک — اب ضبطِ اشک دیدۂ تر سے گزر گیا
جوشش رہِ طلب میں دلِ گرم رو مرا — ایسا گیا کہ اپنی نظر سے گزر گیا

۴۲

رخسار پر ترے خطِ شب رنگ آ گیا — آئینے میں صفا نہ رہی زنگ آ گیا
چلتی جو دیکھی تیغ نگہ اُس کی ہر طرف — بے اختیار مرنے کا آہنگ آ گیا
یا رب وصالِ یار ہو اب یا وصال ہو — دستِ غمِ فراق سے میں تنگ آ گیا

۴۳

تجھ سے ظالم کو اپنا یار کیا — ہم نے کیا جبر اختیار کیا
مثلِ سیماب بے قرار رہے — ایک جا ہم نے کب قرار کیا
آنکھیں پتھرا گئیں اے سنگیں دل — یاں تلک تیرا انتظار کیا
تو جو کہتا ہے جلد آؤں گا — میں نے کیا تیرا اعتبار کیا
جیب تو کیا ہے ناصحو ہم نے — چاک سینے کو غنچہ وار کیا
نظر آئے قیاس سے باہر — دل کے زخموں کو جب شمار کیا
آتشِ عشق نے بہ رنگِ سپند — دانۂ دل کو بے قرار کیا
تو وفا سے نہ در گزر جوشش — اس نے گو جور اختیار کیا

۴۴

صبح کی طرح جو گل چاک گریبان کیا — داغ نے مہرِ درخشاں کو پشیمان کیا

سوختہ جانوں پہ کیا عشق نے احسان کیا
شمع کی طرح جلا بے سروسامان کیا

جلوہ عالم میں جب اے مہرِ درخشان کیا
تو نے ہر ذرّے کو جوں لعل بدخشان کیا

فوجِ غمزہ نے کمر باندھی ہی کس پر سچ کہہ
گھر تو ہر گبر و مسلمان کا ویران کیا

کوہ و صحرا و بیابان کو ڈبویا یک لخت
چشمِ تر تو نے تو اس مرتبہ طوفان کیا

اور کیا پاس مرے ہے جو کروں تجھ پہ نثار
دین و ایمان و دل و جاں کو تو قربان کیا

کاوشِ ناخنِ غم سے گل و بلبل ہیں خفا
اس نے سینے کو مرے رشکِ گلستان کیا

بس ہوا محوِ تماشائے جمالِ رخِ دوست
مثلِ آئینہ مجھے عشق نے حیران کیا

جلوہ گر دل میں ہوا جب مرے وہ رشکِ چمن
میں نے گھر بیٹھے ہوئے سیرِ گلستان کیا

سر اٹھا سکتے نہیں بارِ خجالت سے ہم
اپنے فعلوں نے ہمیں سخت پشیمان کیا

زمزمہ سازیِ اغیار سے محظوظ رہا — طرف جوشش کے نہ اس گل نے کبھی کان کیا

٤٥
کیا آئی تیرے جی میں ستمگر یہ کیا کیا
تو نے جو ترکِ شیوۂ جور و جفا کیا

کس نے کہا ہے تم سے جو بدظن ہوئے ہو تم
کس کے حضور ہم نے تمہارا گلہ کیا

غیروں سے تجھ کو رات رہیں گرم جوشیاں
میں شمع وار سامنے تیرے جلا کیا

دیکھا نہ تجھ کو اک نظر اے رشکِ ماہتاب
کوچے میں تیرے صبح تلک میں پھرا کیا

کل پھول بیٹھے تھے گل سارے باغ میں
مرجھا گئے جو بندِ قبا تو نے وا کیا

قابل اسی کے تھا کہ ہو سو ٹکڑے سنگِ دل
توڑا جو تو نے شیشۂ دل کو بھلا کیا

جوشش غزل سرائی سے تھا ذوق جن دنوں — طوطی کا ہونٹ نطق ہمارا ملا کیا

دے کے دل پچھتانے سے ہوتا ہے کیا ۴۶/۵ ہونی تھی سو ہو چکی روتا ہے کیا
گلشن دنیا ہے مزرع یاس کا دانۂ امید یاں بوتا ہے کیا
چبھتی ہو گی پنکھڑی اے نازنیں سیج پر پھولوں کی تو سوتا ہے کیا
شیخ جانے کی نہیں بوئے ریا خرقۂ سالوس کو دھوتا ہے کیا
اس قدر راتوں کو اے جوشش نہ رو نیند لوگوں کی عبث کھوتا ہے کیا

شہرت نہ تھی جب تیری کوئی اور کدھر تھا ۴۷/۵ میرا سر سودا زدہ تھا اور ترا در تھا
سرگشتہ ترے واسطے یہ خاک بسر تھا سچ کہہ دل گم گشتہ کہاں تھا تو کدھر تھا
کس لطف و کرم سے متوجہ وہ ادھر تھا جب آہ میں تاثیر تھی نالے میں اثر تھا
پڑتے ہی نظر یار ترے تیر مژہ پر سینے میں جو دیکھا تو نہ دل تھا نہ جگر تھا
روتے تھے جو کل یاد کر اس کے لب خنداں جوشش مرے داماں میں بھرا لعل و گہر تھا

وہ زمانہ کیا ہوا جو مرے گریے میں اثر تھا ۴۸/۵ یہی چشم خوں فشاں تھی یہی دل یہی جگر تھا
نہ ملوں کبھی میں اس سے نہ دکھاؤں اپنی صورت مجھے آشنا نہ کرنا یہی مدعا اگر تھا
قسم خدا ہے تجھ کو ہمیں جن دنوں تھی الفت بجز اپنے اس گلی میں کسی اور کا گزر تھا
نہ گرے تھے پارۂ دل نہ بہا تھا اشک خونیں نہ یہ لعل بے بہا تھا نہ یہ دانۂ گہر تھا
رہ عشق میں تو جوشش قدم طلب کے رکھتے یہی آہ راہبر تھی یہی اشک ہم سفر تھا

جب دلبر و دلدار تھا خوش چشم بیمار تھا ۴۹/۶ یاروں ہی کا وہ یار تھا اغیار سے بیزار تھا
جس روز تیری یاد تھی بے تابی و فریاد تھی یہ بے نصیبی شاد تھی میں زیست سے بیزار تھا

وے دن بھی گیا لے جان تھے تم پر بسر احسان تھے　　ہم بزم ہم ہر آن تھے دشمن ذلیل و خوار تھا

جب تک کھڑے لے یار تھے ہم طالبِ دیدار تھے　　با چشمِ تر خوں بار تھے کوچہ ترا گلزار تھا

آپس میں کل یہ گل رخاں مل کر کے بیٹھے تھے جہاں　　یہ عاشقِ بے دل وہاں آنکھوں میں سب کی خار تھا

یادِ بناگوشِ صنم جب تھی ہمیں روتے تھے ہم ——— دامن میں اپنے تا قلم چشمش دُرِ شہوار تھا

مارنا تلوار سے خوں خوار کیا درکار تھا　　جو ترا تیرِ نگہ تھا دل سے میرے پار تھا

لغزشِ پا نعش برداروں کی میرے دیکھ خلق　　پوچھے ہے یہ کس کی چشمِ مست کا بیمار تھا

بوالہوس تو ٹل گیا تیور ہی بدلے دیکھ کر　　یار کی تیغِ نگہ کا تو یہ پہلا وار تھا

سبزۂ خط کو ہنڈایا تو نے کیوں اے بے وفا　　زخمِ دل پر تو بجائے مرہمِ زنگار تھا

تھا پرستاروں میں زلف و خط کے جب تک دل مرا　　در پئے تسبیح کب تھا طالبِ زنار تھا

ہجر کی راتوں کا جوشش حال مجھ سے کچھ نہ پوچھ —　　خواب میں تھے میرے طالع اور میں بیدار تھا

قیس پھرتا جو رہا دشت میں دیوانہ تھا　　اُس کو لیلیٰ ہی کے دروازہ پہ مرجانا تھا

اتنا اظہارِ ستم آج عبث کرتے ہو　　روزِ اوّل ہی تمہیں ہم نے تو پہچانا تھا

آہ اس سنگِ حوادث سے مرے پہلو میں　　چور وہ شیشۂ دل ہے جو پری خانہ تھا

ناحق ایسا نہ ہوا خون دلوں کا پامال　　اُس کی زلفوں کو یہ آہستگی سلجھانا تھا

مدعی سمجھوں ہوں جن جن کو میں اب تیرے لیے　　دوست اپنے ہی تھے سب کیا کوئی بیگانہ تھا

ان دنوں عشق سے دل ٹوٹ گیا ہے ورنہ　　مے الفت ہی سے لبریز یہ پیمانہ تھا

کیا ہوئے آہ وہ ایام کہ ہم اے ساقی　　مست دے خوار تھے آباد یہ مے خانہ تھا

مرتے ہی مرتے بچا ہے وہ تری دوری سے — یار جوشش کی عیادت کو تجھے آنا تھا

۵۲

اگر جنت یہی کچھ ہے تو کوئے یار بہتر تھا — ترے سایے سے طوبیٰ سایۂ دیوار بہتر تھا

اجل ہر وقت اے دست و گریباں مجھ سے رہتی ہے — نہ ہوتا ہی کسی کی چشم کا بیمار بہتر تھا

ادا فہماں بتاں کی جنبش ابرو تماشا ہے — اگر چلتی ہی رہتی تجھ پہ یہ تلوار بہتر تھا

ترحم کی نگاہوں نے تو ہم کو ذبح کر ڈالا — ترا چیں بر جبیں رہنا ہی اے خوں خوار بہتر تھا

قریب مرگ پہنچایا ہم آغوشی کی حسرت نے — ہمیں آئینہ ساں وہ دور سے دیدار بہتر تھا

نگہ غمزہ مژہ سب قتل کے حربے تھے ان میں سے — جو ترک چشم کو بھاتا وہی ہتھیار بہتر تھا

لب ہر زخم سے قاتل صدا نکلے ہے یہ ہر دم — کہ تیر ناز کا ہونا ہی دل کے پار بہتر تھا

بہ رنگ شمع جوشش رونق بزم فنا ہوتے — در دل سے جو اٹھتا پردۂ پندار بہتر تھا

۵۳

ثمر سے پاس نخل محبت فرہاد رکھتا تھا — سدا امید آب تیشۂ فرہاد رکھتا تھا

گرایا تو نے آب تیشہ اس کے نخل قامت کو — رگ ہر سنگ میں جاری تیشۂ فرہاد رکھتا تھا

لگا تھا قصر شیریں ہاتھ جب پرویز کے دل میں — کچھ اندیشہ نہ تھا اندیشۂ فرہاد رکھتا تھا

عجب صورت کا تھا کوہ تحمل بے ستوں جوشش — کہ ہر سنگ اس کا پاس تیشۂ فرہاد رکھتا تھا

۵۴

وہ نا آشنا نکلا جو آشنا تھا — اچنبھا ہے یہ کیا ہوا اور کیا تھا

دل گم شدہ کا مجھے کیوں نہ غم ہو — وہ اپنا ہی تو تھا بھلا یا برا تھا

رہوں آہ محروم میں بندگی سے — اسی واسطے مجھ کو پیدا کیا تھا

نہ ملنے لگا انساں سے اے خضر تو نے — یہی سوچ کر آب حیواں پیا تھا

طلسمِ جہاں جائے عبرت ہے جوشش　ق　میسر جنھیں تخت و تاج و لوا تھا
انھوں کا یہ احوال ہے آنکھ مندتے ـــــ جو دیکھا تو اک دم میں سب کچھ ہوا تھا

شب کسے آنا ادھر منظور تھا　۵۵ھ　خانۂ دل جلوہ گاہِ نور تھا
تھی ملاقات اُس کے تیروں کی مدام　ساغرِ دل خوں سے جب معمور تھا
تیری مرضی گر نہ ہوتی بے وفا　روکتا دربان کیا مقدور تھا
مہر کل منہ پہ نہ اُس کے آسکا　حسن پر اپنے بہت مغرور تھا
اتنی دلداری مری تھی کیا ضرور　جان ہی لینا اگر منظور تھا
سامنے ہوتے ہی تیرے سنگدل　شیشۂ دل میرا چکنا چور تھا
اپنے جوشش کی عیادت بھی نہ کی ـــــ یہ مروت سے تمھاری دور تھا

جا کے دیکھا میں ارم میں تو وہ کیا تھا کہ نہ تھا　۵۶ھ　ایک کوچے کا ترے یار مزہ تھا کہ نہ تھا
خونِ عشاق سے آسودہ کیا کیوں تونے　یار ہاتھوں میں ترے رنگ حنا تھا کہ نہ تھا
کل تری بزم میں حاضر تھے سبھی اے ظالم　لیکن ایک یہ ہی گنہ گار ترا تھا کہ نہ تھا
ہو کے جوشش تو گرفتار مزہ کچھ پایا ـــــ ہم نے تجھ سے جو کہا تھا سو بھلا تھا کہ نہ تھا

جن دنوں سینہ ہمارا جلوہ گاہِ نور تھا　۵۷ھ　یہ تجلی خیزِ دل خجلت دہِ صد طور تھا
کیوں نہ شاکی ہو نیازِ عشق نازِ حسن سے　لے کے دل کو پھیر دینا کون سا دستور تھا
تھی میسر چار چشمی جب تلک اُس مے نوش سے　بے خودی کی مے سے میرا جامِ دل معمور تھا
مجھ پہ جو گزرا ترے سننے میں کیا آیا نہیں　شہرۂ آفاق تھا یہ ماجرا مشہور تھا

لگ گئی کس کی نظر یارو صحبت کیا ہوئی — اس سے ہم مسرور رہتے تھے اور ہم سے وہ مسرور تھا

رات اس کی بزم میں داغ جگر پر اے طبیب — شمع کے مانند سوزاں مرہم کافور تھا

غیر کو تلوار کیوں دی تو نے اپنے ہاتھ سے — قتل جوشش کا اگر ظالم تجھے منظور تھا

۵۸/۴

کیا ہوئے وہ دن کہ ملک دل خراب آباد تھا — درد تھا غم تھا الم تھا نالہ و فریاد تھا

قسمتوں سے قصر شیریں ہاتھ خسرو کے لگا — ورنہ کب تجھ سا وہ شیریں کار اے فرہاد تھا

جن دلوں منظور تھا اس بے وفا کو امتحاں — تھی ادھر طرح وفا اور ادھر ستم ایجاد تھا

جوشش خود رفتہ سے احوال شب کچھ نہ پوچھ — اپنے تئیں بھولا تھا وہ لیکن اسے تو یاد تھا

۵۹/۷

یاں ہم نے اپنا کسے اے یار نہ دیکھا — ہے کون جسے تیرا طلب گار نہ دیکھا

سوتوں کو جگایا مرے نالے نے عدم میں — پر طالع خوابیدہ کو بیدار نہ دیکھا

ظالم ترے تیر دل ہی کے پیکاں نظر آئے — چھاتی پہ کبھی مرہم زنگار نہ دیکھا

اک عمر ہوئی بیچتے اس دل کو ولیکن — تجھ سا تو کوئی ہم نے خریدار نہ دیکھا

بلبل کی بھی آنکھوں میں ہوا خار چمن میں — جس گل نے ترا گوشۂ دستار نہ دیکھا

کل بزم میں سب پر نگہ لطف و کرم تھی — اک میری طرف تو نے ستمگار نہ دیکھا

جز چشم بتاں مے کدۂ دہر میں جوشش — ہم نے تو کسی مست کو ہشیار نہ دیکھا

۶۰/۷

ہر چشم حباب دار کو دیکھا — ہستی کو نہ پایدار دیکھا

چوں شیشۂ ساعت آسماں میں — وہ دل کو نہ بے غبار دیکھا

وہ مست غرور تو نہ بولا — سو بار اسے گو پکار دیکھا

مضطر نہیں ہجر میں فقط دل — اس جی کو بھی بے قرار دیکھا
جوں شمع حرم کنشت دل میں — نت جلوۂ روئے یار دیکھا
ہم مر بھی گئے پہ تو نہ آیا — بس ہم نے ترا قرار دیکھا
ہر آن ہے غرق بحر معنے — جوشش کا عجب شعار دیکھا

یار کو قاصد مرے جا کے اگر دیکھنا — میری طرف سے بھی تو ایک نظر دیکھنا
لے کے ترا نقد جاں وہ ہوا مہرباں — زر تو نظر آ گیا زور بھی کر دیکھنا
یار یہ کیا ناز ہے کون سا انداز ہے — جان ہی لے چھوڑنا تک بھی ادھر دیکھنا
چھوٹیں گے جوشش سبھی جیتے نہ دیکھا کوئی — سمجھے گا جس گھڑی یاں سے سفر دیکھنا

تری زلف کا عقدہ جیسے وا ہوا — نئے سر سے اک فتنہ برپا ہوا
لگایا جبھی اس کی زلفوں کو ہاتھ — لگا کہنے کیا تجھ کو سودا ہوا
طلب کرتے بوسہ وہ دل لے گیا — عجب طرح کا یہ تماشا ہوا
نہ تڑپے نہ سسکے نہ دم لے سکے — تری تیغ ابرو کا مارا ہوا
ترے جوہر تیغ کا کیا قصور — نصیبوں میں جو کچھ لکھا تھا ہوا
وہ نامہرباں مہرباں ہو گیا — اچنبھا ہے یہ کیسا تھا اور کیا ہوا
سنان مژہ سے ڈراتا ہی کیا — یہ نیزہ تو ہے دیکھا بھالا ہوا
بس اے تیشہ غم نہ کر کاوشیں — یہ دل کیا ہوا سنگ خارا ہوا
یہ دولت تری عشق جوشش تبھی — نہ تھا جو گوارا گوارا ہوا

غش آگیا دو سانے بیمرے جہاں ہوا ۶۳/۱۰ مجھ کو وصالِ یار میسر کہاں ہوا
بے طاقت اس قدر یہ دلِ ناتواں ہوا حرفِ تواں بھی اس کی زباں پر گراں ہوا
جی تک بھی دے چکا میں اسے پر امتحاں لیکن نہ صاف مجھ سے مرا بدگماں ہوا
سر پر کھڑا ہے کھینچے ہوئے تیغ کہکشاں جلاد میری جان کا یہ آسماں ہوا
لطف و کرم پہ اس کے مجھے کب ہے اعتماد گر مہرباں بھی وہ بتِ نامہرباں ہوا
سن کر خبر ہماری اسیری کی باغ میں سنتے ہیں شاد شاد دل باغباں ہوا
اے چشم دیکھتا ہوں پریشاں ہیں طفلِ اشک تاراج کس کے ہاتھ سے یہ کارواں ہوا
بلبل کے اشکِ سرخ سے گلشن میں باغباں رشکِ بہار خار و خسِ آشیاں ہوا
کیوں کر نہ دل کو کھینچ رکھیں ابرو و مژہ بچتا ہے جو مقابلِ تیر و کماں ہوا
جوشش کہیں خموش بھی ہو بس کہاں تلک — تو تو غزل سرا نہ ہوا قصہ خواں ہوا
حیرتِ دل سے ہیں اس واسطے خورسند ہوا ۶۴/۵ مثلِ آئینہ ترے آگے نظر بند ہوا
ڈھونڈتے ڈھونڈتے مدت پہ جو پایا بھی اسے ہم گلہ کیا کریں گے وہ ہی گلہ مند ہوا
تلخ کام آہ یہ ناکام نہ ہوتا ہرگز تلخ کامی کا سبب لب ترا شکر خند ہوا
تھک گئے ہاتھ دعا مانگتے کب تک یارب آج دروازہ اجابت کا مگر بند ہوا
سن کر اس لب کی حلاوت کا بیاں اے جوشش — مصری پھیکی پڑی شرمندہ بہت قند ہوا

جب سے اس شعلہ رو سے یار ہوا ۶۵/۲ دل مرا صورتِ شرار ہوا
جس گھڑی ہم سے وہ دوچار ہوا دل سے تیرِ نگاہ پار ہوا

کیوں سبک ہوں چشمِ عالم میں — تیری خاطر پہ جب میں بار ہوا
یاد میں آتشیں عذاروں کی — دل مرا رشکِ شعلہ زار ہوا
دی پیے پے گلابی ساقی نے — آج مستوں کا بیڑا پار ہوا
تیرے ہی واسطے اے خانہ خراب — اتنا جوشش ذلیل و خوار ہوا

کب ترے غمزدے دیوانے کا مسکن نہ رہا — ۶۶/۷ — کس گھڑی خانۂ زنجیر میں شیون نہ رہا
ہر سحر بادِ صبا دامنِ گل جھاڑے ہے — ایک دن میں ہاتھ میں اپنے ترا دامن نہ رہا
دلِ افسردہ عبث سینۂ پر داغ میں ہے — دل جو پژمردہ ہوا تو اقسا بِ گلشن نہ رہا
ساری خلقت کو دوانا کیا جھنکے ترے — حرفِ زنجیر ہوا دہر میں آہن نہ رہا
شکر صد شکر کہ اب کاوشِ مژگاں سے تری — چاک اس سینے کا منت کشِ سوزن نہ رہا
دل جلانے کا تماشا ہی دکھایا مجھ کو — حیف صد حیف مرے سینے میں روزن نہ رہا
دل ہی اک دشمنِ جانی تھا ہمارا جوشش — دوستی اس سے ہوئی اب کوئی دشمن نہ رہا

دامان پہ پونچھنے سے پشیمان ہی رہا — ۶۷/۵ — آنکھوں سے میرے اشک کا طغیان ہی رہا
مرنے کو یوں تو مر گئے پر اپنے ہاتھ سے — تو نے کیا نہ قتل یہ ارمان ہی رہا
میں سوزِ دل کے ہاتھ سے بزمِ جہاں میں — مانندِ شمع بے سر و سامان ہی رہا
آیا نہ یار مر گئے ہم انتظار میں — قول و قرار و عدہ و پیمان ہی رہا
اس گلشنِ جہان میں جوشش تمام عمر — مے خوار و مے پرست و غزل خوان ہی رہا

تیرِ مژگاں کا مرے دل میں کھٹکتا ہی رہا — ۶۸/۴ — جب تلک جیتا رہا سینے میں کھٹکتا ہی رہا

جستجو میں تیری کل اے مہروش ماہِ تمام — شام سے تا صبح گلیوں میں بھٹکتا ہی رہا

جب تلک وہ شہسوار اترا نہ جولانگاہ میں — صید دل فتراک میں اس کی لٹکتا ہی رہا

روئے آزادی نہ دیکھا میں نے جوشش تا بہ مرگ — زلفِ محبوباں سے دل میرا اٹکتا ہی رہا

اے جنوں نے گل رہا نے سروِ گلشن میں رہا ۶۹ طوقِ قمری کی طرح سے اپنی گردن میں رہا

مثلِ گل دستِ جنوں کے فیض سے اس باغ میں — جب تلک جیتے رہے ہم جیب دامن میں رہا

میری آہِ گرم کی دہشت سے دونوں گل گئے — نے رہا کچھ سنگ میں باقی نہ آہن میں رہا

تم نے جس فن سے لیا تھا میرے دل کو ای بتا — اب کہاں وہ فن تمہاری چشم پرفن میں رہا

شور تھا صید افگنی کا جس کی تا دشتِ حرم — مرتے مرتے جی مرا اُس صید افگن میں رہا

حلقۂ زلفِ بتاں میں ہو گیا جب سے اسیر — یہ دلِ ماتم زدہ ہر آن شیون میں رہا

دوست کہلا کر کے دشمن جان کا ہو جو کوئی — تو ہی کہہ پھر کیا تفاوت دوست دشمن میں رہا

حشر تک جوشش کسی کے حسنِ عالمگیر سے — سو طرح کا شور دیوانوں کے مدفن میں رہا

سوزِ دروں نے کیا یہ دل و جاں جلا دیا ۷۰ ہر استخواں کو شمع لگن ساں جلا دیا

دل سے جگر سے سینے سے اے شمع تجھ بغیر — شعلے لگے نکلنے کو جب یاں جلا دیا

تو نے کیا سرشک خجل اس کے روبرو — نے آستیں نہ جیب نہ داماں جلا دیا

جب پہنچی کان تک مرے اے نے تری صدا — نالے نے میرے دو ہیں نیستاں جلا دیا

تیرے لبوں کی گرمیِ شہرت نے لعل لب — پھونکا یمن کو اور بدخشاں جلا دیا

اے اشک واہ یہ دلِ وحشی کہاں رہے — تم نے ڈبو یا کوہ بیاباں جلا دیا

جوشش کل اس کی بزم میں قطرے دلِ اشک کے — مجھ کو بہ رنگِ سروِ چراغاں جلا دیا

زلفوں سے لے کے دل بھی اسی چشم کو دیا　　جس نے جگر میں سوزنِ مژگاں چبھو دیا

اک تیری چشمِ تر نہ ہوئی دشمنِ دل　　جس نے ہمارا حال سنا اس نے رو دیا

راضی رہے رضا پہ نہ شاکی ہوئے کبھی　　ہم نے کیا قبول ہمیں اس نے جو دیا

سیلِ سرشکِ چشم نے تیرے خیال میں　　حرفِ دوئی کو دل کے سفینے سے دھو دیا

جنسِ وصالِ یار گئی ہاتھ تب مرے　　جب نقدِ جاں کو راہِ محبت میں کھو دیا

جوشش تمام عالمِ آب آئے ہے نظر — روئے زمیں دیدۂ تر نے ڈبو دیا

دل کی تپش نے ان دنوں سونا بھلا دیا　　ادھر لگی ٹک آنکھ ادھر اس نے جگا دیا

بے یار جامِ مے مرے منہ سے لگا دیا　　ساقی نے زہر ہی کا پیالہ پلا دیا

اے زلفِ یار سچ ہے کہ صحبت کا ہے اثر　　مجھ کو بھی تو نے آپ سا آخر بنا دیا

ظلم و ستم کے نام سے تجھ کو تو ننگ تھا　　یہ ظلم یہ ستم تجھے کس نے سکھا دیا

اے چرخ کچھ قصور تو مجھ سے ہوا نہیں　　کیوں تو نے مجھ کو خاک [illegible] ملا دیا

لے نام بھی کوئی تو نہ یاد آئیں ہم تجھے　　اے یار تو نے اب ہمیں ایسا بھلا دیا

ساقی کسی میں یاں نہ رہی تابِ میکشی　　تیری نگاہِ مست نے ایسا چھکا دیا

جوشش میں کب ہوا کسی بدگو سے دو بدو — جو کچھ کہا کسی نے سنا اور اڑا دیا

گر لب پہ مرے نالۂ جاں کاہ نہ ہوتا　　اس درد سے ہرگز کوئی آگاہ نہ ہوتا

تا حشر نہ خاک کس آرام سے رہتے　　گر یہ دلِ مضطر مرے ہمراہ نہ ہوتا

کرتی نہ کرم مجھ پہ جو کاہیدگیِ عشق ۔ نزدیک مرے کوہ پہ کاہ نہ ہوتا
پہنچا کبھی ہاتھ سے دل ہم بھی نہ دیتے ۔ اے جانِ جہاں تجھ سا جو دل خواہ نہ ہوتا
بوسے کا اگر تجھ سے طلب گار نہ ہوتا ۔ ظالم یہ گنہگار گنہگار نہ ہوتا
ہوتا نہ اگر تشنۂ خونِ دلِ عاشق ۔ وا تیر کا اُس کے لبِ سوفار نہ ہوتا
بچتے نہ کبھی اے غمِ تنہائی فرقت ۔ گر مونس و غمخوار دلِ زار نہ ہوتا
جوشش اُسے اغیار جو غیرت نہ دلاتے ۔ وہ یار مری شکل سے بیزار نہ ہوتا

بام پر پی کے وہ شراب آیا ۔ سوا نیزے پہ آفتاب آیا
لطفِ نرگس ہم میں ہے ورنہ ۔ چشمِ نرگس پہ بے حجاب آیا
پی کے مے بے حجاب کیا ہوگا ۔ سو طرح کا اُسے حجاب آیا
جو ستم بے حساب کرتا تھا ۔ آج وہ بر سرِ حساب آیا
تاب کھایا جہاں کمر نے تری ۔ رشتۂ جاں میں پیچ و تاب آیا
خواب میں جس کے آیا تو اے شوخ ۔ پھر نہ آنکھوں میں اُس کی خواب آیا
ڈر سے ابرِ مژہ کے اے جوشش ۔ معذرت کو نہ پھر سحاب آیا

ایسا دل ہاتھ ترے آئے گا کم لیتا جا ۔ تجھ کو دیتا ہوں میں بے دام و درم لیتا جا
دل و ایمان و دل و جان جو تو مانگے تھا ۔ دیتے جاتے ہیں اب ایک ایک کو ہم لیتا جا
تجھ سوا اور کو دیکھا ہو اگر ایک نظر ۔ جیسی جیسی تجھے بنتی ہو قسم لیتا جا
یہ کہا صانعِ قدرت نے بنا کر مجھ کو ۔ نالہ و آہ و فغاں درد و الم لیتا جا

سالکِ راہِ فنا اتنی شتابی کیا ہے　　کل مقاموں میں ٹھہرتا ہوا دم لیتا جا

سب ہی حاضر ہیں یہی گوئے یہی میداں ہے　　امتحاں عاشقوں کا اپنے صنم لیتا جا

سرکشی چھوڑ دے اس راہ گذر میں جوشش　　خاکِ رہ ہو کے تو ہر اک کے قدم لیتا جا

۴۷

بے تاب نے ترے کیا رہنے کو گھر بنایا　　سر دے دے مارنے کو دیوار و در بنایا

دندان و لب کو تیرے عاشق ہوا بنا کر　　سنگ و صدف میں جس نے لعل و گہر بنایا

ہے خوب و زشت صورت آنکھوں میں ان کی یکساں　　آئینہ ساں جنہوں کو صاحب نظر بنایا

چالاک تھا اسی کو ہم نامہ بر بناتے　　افسوس مرغِ دل کو بے بال و پر بنایا

پابندِ دامِ دنیا یا ہمت ہم تو رکھتے　　وابستگاں کی خاطر سیمرغ بنایا

تابِ کمر کسے ہے بے تاب اس کی جوشش　　اللہ نے اسے کیا نازک کمر بنایا

۴۸

جب سے ہے اس جبیں پہ چیں پیدا　　مہر معدوم اور کہیں پیدا

غیر کا نام نقشِ دل مت کر　　نام کرتا نہیں نگیں پیدا

درد اٹھتا نہیں ہے بے عادت　　یہ ہوا تحفہ ہم نشیں پیدا

جن دنوں اشک بار تھیں آنکھیں　　نہ زماں تھا نہ تھی زمیں پیدا

ہے وہ بے جرم تخرت مجھ سے　　پھر تو کیا کرے گا کیں پیدا

اس کی گفتار سے بنائے شکر　　لبِ شیریں سے انگبیں پیدا

۴۹

کہتا ہے ایک عالم انصاف کر ہمارا　　سنتا نہیں کسی کی بے داد گر ہمارا

اوروں کی عیب جوئی اپنا ہنر نہیں ہے　　اپنی ہی عیب جو ہیں یہ ہے ہنر ہمارا

سرگشتہ اس جہاں میں جوں گرد باد ہیں ہم — تھک کر جہاں کہ رہ گئے ہے وہ ہی گھر ہمارا

جاتی ہے کب قفس میں سر سے ہوائے گلشن — برباد تا نہ ہووے یہ مشت پر ہمارا

یا د نسیم کو بھی آنے نہ دیو بس ہرگز — گر ہو تری گلی میں ظالم گزر ہمارا

ملتا جو ہو تو مل لے جاتے ہیں ہم عدم کو — کاہے کو پھیر ہوگا آنا ادھر ہمارا

نظروں سے اس کو اک دم ہونے نہ دیجیو جدا ہم — مقصد بر ہووے جوشش کچھ بھی اگر ہمارا

۸

ہر چند خوب صورت یاں بت نیا بنایا — لیکن تجھے خدا نے اپنا ہی سا بنایا

دریائے حسن میں تا ہووے ہلاک عالم — ابرو کا پل بھی دیکھو تلوار سا بنایا

جام جہاں نما گر اس کو کہوں بجا ہے — ایسا ہی ہاتھ آیا ہے دل بنا بنایا

ملک بقا کی شاہی قسمت میں ہے انہیں کی — اپنے تئیں جنھوں نے اہل فنا بنایا

نے دیر کے ہوں قابل نے لائق حرم ہوں — افسوس مجھ کو تو نے ایسا خدا بنایا

۹

جہاں میں بادۂ عشرت پیا پیا نہ پیا — سلوک بخت نے ہم سے کیا کیا نہ کیا

نگاہ لطف سے دیکھا یہی غنیمت ہے — سلام اس نے ہمارا لیا لیا نہ لیا

عبث خفا ہے مرا دل ربا عبث ہی ملول — یہ دل بھی چیز ہے کوئی دیا دیا نہ دیا

خدا رکھے مرے تار سرشک کو قائم — کسی نے چاک گریباں سیا سیا نہ سیا

نہ چھوڑ نزع میں جوشش کو جلد ہو کے مرگ — مریض عشق کوئی دم جیا جیا نہ جیا

۱۰

ہوا ریگ رواں کی طرح جس جا گہ گزر اپنا — بجز آوارگی کوئی نہ تھا واں ہم سفر اپنا

لگا دی دل میں آگ اے آہ سوزاں کیا کیا تو نے — جلا دیتا ہے اپنے ہاتھ سے کوئی بھی گھر اپنا

شب فرقت ہی بے تابی دل ہے درد پہلو ہے — نظر آتا نہیں ہم کو بچھونا تا سحر اپنا
نہ ہووے گی خبر جب تک تری تلوار کی ظالم — طبیبوں کی دوا سے جا چکا یہ درد سر اپنا
کہاں ابر و مژہ اب بھی نہ دیگا داد اے جوشش — نشانہ ناوک بیداد کرتا ہوں جگر اپنا

۵۳

اٹکھیلیوں سے چلنے کا تجھ کو مزہ ملا — تیری بلا سے خاک بھی کوئی ملا ملا
اپنی خوشی دل سے ہوئے آپ شادی مرگ — ایسی ہی گرمجوشی سے وہ بر ملا ملا
کس منہ سے آشنائی کا لوں نام دہر میں — جو آشنا ملا سو یہاں بے وفا ملا
وہ بادشاہ حسن ہے اور میں گدائے عشق — ملنے کی کون طرح مگر دے خدا ملا
ظالم کرے ہے کوئی تغافل بھی یہاں تلک — ہم خاک میں بھی مل گئے پر تو نہ آ ملا
بے خود ہو آئینے کی طرح دیکھ روی یار — اے خود نما خودی میں کسی کو خدا ملا
جوشش جلا جلا ہی اُسے کہتے یاں سُنا — جس جس سے روز عید کو یہ دل جلا ملا

۵۴

تعلقات جہاں سے خبر نہیں رکھتا — ہزار شکر کہ میں درد سر نہیں رکھتا
بتوں کے دل میں جگہ کی ہے نالہ نے نے — ہزار حیف یہ نالہ اثر نہیں رکھتا
خفا ہوں جان سے دل کھول کر رو لیجو — تری گلی میں کسی کا میں ڈر نہیں رکھتا
نہ ہے نصیب کہ دل وارے ہم اِس دل کو — ہزار کہتے ہیں رکھنے کو پر نہیں رکھتا
دل و جگر کو تو پوچھے ہے کون اے جوشش — حضور اُس کے میں اپنی خبر نہیں رکھتا

۵۵

گزر ادھر جو کبھی میرے مسیحا کرتا — کشتۂ تیغ تغافل کو بھی احیا کرنا
مجھ کو جس طرح کیا خلق میں رسوا تو نے — سامنے اُس کے کبھی اے اشک نہ رسوا کرنا

دل میں اس عاشقِ غم گیں کے کئی عقدے ہیں — یار تو بندِ قبا اپنے ذرا وا کرنا

مانعِ گریہ ستانا نہ ہو لے زاہد — مجھ کو منظور ہے تر دامنِ تقویٰ کرنا

دھو ڈالے اشک ہو کسی تدبیر کا لکھا — لیکن نہ مٹ سکے جو ہو تقدیر کا لکھا

کاغذ کو بیاک سر کو قلم کے کیا قلم — جب ہم نے وصف کچھ تری شمشیر کا لکھا

زخمِ جگر کے پانی سے تصویر تب کھنچی — جب تو قلم بنا کے پرِ تیر کا لکھا

آنکھوں کی ہے سیاہی مژہ کا قلم بنا — رو رو کے حال اس دلِ دلگیر کا لکھا

کھایا نہ تیرا تیر نہ فتراک سے بندھا — تھا یوں ہی کیا کروں ترے نخچیر کا لکھا

اس کو لکھا نہ جانیو گر کچھ شعور ہے — نسخہ جہاں کہیں کہ ہو اکسیر کا لکھا

شاید پڑھے ہے وہ سبقِ عشق ان دنوں — اب کے جو خط لکھا بڑی توقیر کا لکھا

اس سے کہو صحیفۂ دل ہاتھ میں رکھے — تعویذ ہے یہ صاحبِ تاثیر کا لکھا

یہی کچھ تھا ہمارے صفحۂ تقدیر پر لکھا — کہ نامہ اس نے لکھا بھی تو چوبِ تیر پر لکھا

یہ حلقہ زلف کا اس کے نہیں روئے مخطط پر — کسی نے حاشیہ قرآن کی تفسیر کا لکھا

دوانا آرزوئے آستاں بوسی میں فرط ہے — صبا جا اس کے در کے حلقۂ زنجیر پر لکھ آ

نہنگِ بحرِ خوں خواری و برقِ خرمنِ جاں ہے — بجائے قبضہ ہے اس ترک کی شمشیر پر لکھا

خطِ آزادگی بندے کا تم بندے خدا کے ہو — فرنگی زادے نے لے کر خطِ تقدیر پر لکھا

اب اس مفتی بچے نے آہ فتویٰ قتل کا میرے — خفا ہو کر کے ناحق مجھ سے بے تقصیر پر لکھا

کیا رسوا اسے عشقِ خرد دشمن نے اے جوشش — یہ دیوانہ کوئی تھا قابلِ تشہیر پر لکھا

تنہا نہ عشق میں یہ دلِ ناتواں جلا ۸۸ مانندِ نخلِ شمع ہر اک استخواں جلا
نے دل رہا نہ چشم رہی نے جگر رہا — اے اشک تیرے ہاتھ سے کیا کیا مکاں جلا
بلبل نہ باغباں سے ہو بدظن کہ باغ میں — تیری ہی آہ سے یہ ترا آشیاں جلا
کس طرح سرگزشتِ جدائی بیاں کروں — دی آہِ شعلہ بار نے میری زباں جلا
بیدل سرشک و آہِ شرربار سے مری — جوشش زمین بہ گئی اور آسماں جلا

اس ادا کا ہوں تری دیوانہ ۸۹ دیکھنا مجھ کو اور چھپ جانا
کیوں نہ صد چاک ہوئے دل میرا — ہاتھ ڈالے ہے زلف پر شانہ
شعلہ رو تجھ پہ کیوں نہ ہوں صدقے — شمع پر جل مرے ہے پروانہ
ہوں وہ دیوانہ ناصحا جس کو — ننگ ہے چاک جیب سلوانا
یار غیروں سے اس قدر کا ربط — اور عاشق کو دیکھ شرمانا
آج ہے جاں بہ لب ترا جوشش — جی میں آئے ترے تو آجانا

تیری مژہ کے سامنے کس کو ہے یارا ۹۰ بچتا نہیں اس تیغ سے یہ تاب کا مارا
عالم میں سبھی قصۂ پارینہ کو بھولے — مذکور تمہارا ہی ہے یا ذکر ہمارا
شعلے نے ترے حسن کے یہ آگ لگا دی — اقلیمِ دل آباد تھا سو جل گیا سارا
ہے کام مرا چاشنیِ مرگ سے محظوظ — کافر ہوں جو تجھ بن ہو مجھے زیست گوارا
کیا کام ہے اس تیر و کماں تیغ و سناں کا — کافی ہے مرے قتل کو بس ایک اشارہ
کوسِ لمن الملک سبھی مارتے تھے کل — دیکھ آج نہ جم ہے نہ سکندر ہے نہ دارا

درویش ہوں جوشش کوئی کیا مجھ سے خفا ہو ــــ یاں ہر کس و ناکس کی مساوی ہے مدارا

اس دل صاف سے رہتا ہے عبث یار خفا   ۹۱/۴   آئینے سے کہیں ہوتے ہیں طرحدار خفا
اے طبیبو نہ معالج ہو نہ تدبیر کرو   زندگی سے ہے بہت یہ دل بیمار خفا
آہ دل میں نے دیا اُس کو گنہگار رہا   دیکھ صورت مری ہوتا ہے وہ دلدار خفا
کیوں نہ محفوظ رہے لخت جگر سے مژگاں   گل کی صحبت سے بھی ہوتا ہے کہیں خار خفا
چھوڑوں کس واسطے میں اُس کی گلی کا رہنا   یار تو خوش ہے بلا سے ہوئے اغیار خفا
اُس کی رنجش کا عبث خوف تجھے ہے جوشش ــــ ہو چکا ہے وہ اسی طرح کئی بار خفا

سامنے اُس کے رو نہیں سکتا   ۹۲/۵   چپ رہوں یہ بھی ہو نہیں سکتا
سنگ و آہن گداز ہوتے ہیں   اُس کا دل نرم ہو نہیں سکتا
آگ سے طفل اشک ڈرتا ہے   دل کے داغوں کو دھو نہیں سکتا
جس طرح سو گئے مرے طالع   اُس طرح کوئی سو نہیں سکتا
مثل فرہاد عشق میں جوشش ــــ جان کوئی مفت کھو نہیں سکتا

کوئی اس غم کدے میں اپنی غمخواری نہیں کرتا   ۹۳/۷   دیا ہے ایک کو دل وہ بھی دلداری نہیں کرتا
نشان مرگ ہے موئے سفید اے پیر نابالغ   عبث بیٹھا ہے تو چلنے کی تیاری نہیں کرتا
ہمیں منظور تو ہے سعی راہ عشق میں لیکن   ہمارا اختر طالع مددگاری نہیں کرتا
عبث شکوہ ہے چشم تر سے میری جیب و داماں کو   یہ زخم خوں چکاں کس روز گلکاری نہیں کرتا
.. .. .. جب ان نے کہ بوسہ دیجیے لیکن   ادا ہرگز کوئی حق نمک خواری نہیں کرتا

دل آزار اُس کو کہنا کفر ہے کیشِ محبت میں — وہ دل داری کا مالک ہے دل آزاری نہیں کرتا
طرف پر غیر کی جب اُس نے باندھی ہو کمر جوشش — بلا سے گر کوئی میری طرف داری نہیں کرتا

٩٤/٥

ان دنوں وہ اِدھر نہیں آتا — اپنا جینا نظر نہیں آتا
اُس کی وعدہ خلافیاں دیکھو — آنے کہتا ہے پر نہیں آتا
گھر بہ گھر تو پڑا پھرے ہے تو — آہ کیوں میرے گھر نہیں آتا
قاصد اُس بے وفا سے یوں کہنا — لکھ تو کچھ بھیج گر نہیں آتا
کس لیے جوشش اتنی نالہ کشی — کچھ اثر تو نظر نہیں آتا

٩٥/٥

اگر منظور ہووے عشق دل کو پاک کر دینا — تو اسبابِ تعلق کو جلا کر خاک کر دینا
جنوں فہمیدِ معنی میں تجھے گر دستِ قدرت ہو — گریبانِ تعلق بے تامل چاک کر دینا
تجلی تیری یارب برقِ عقل و ہوش ہے لیکن — مجھے تو روشناسِ شعلۂ ادراک کر دینا
یہ مشتِ استخواں باقی ہے اب اے چشمِ خوں گریہ — اسے بھی بحرِ غم کا تو خس و خاشاک کر دینا
اگر جوشش نہ رونا ہو ترے دردِ محبت سے — الٰہی خشک اُس کا دیدۂ نمناک کر دینا

٩٦/٥

ناصحوں کی بات کا مانے نہ دیوانہ بُرا — پر نصیحت ہر گھڑی کی اور سمجھانا بُرا
بر سرِ جنگ آئے تم اور روٹھ کر ہم سے چلے — اُس طرح آنا بھلا تھا اس طرح جانا بُرا
گلشنِ الفت میں یارب غنچۂ دل کا مرے — سوکھ جانا خوب تھا لیکن یہ کھلانا بُرا
گرد اُس کی رات دن پھرتا ہے کیوں اے محتسب — گر ترے نزدیک ٹھہرا ہے یہ میخانہ بُرا
جوشش اُس بے رحم سے اتنا تو اب پوچھے کوئی — غیر کا شکوہ کیا تھا تو نے کیوں مانا بُرا

دیکھیے روزِ جزا ہوئے ہے کیا حال اپنا ۹۷ زلف آسا ہے سیہ نامۂ اعمال اپنا
نالہ و آہ و فغاں سوزشِ دل داغِ جگر — جی میں ہے سونپ دوں جوشش کو یہ جنجال اپنا

پہلو میں جب سے بیٹھا ہے پیکان دوسرا ۹۸ خوش ہوں کہ گھر میں آیا ہے مہمان دوسرا
ہر طرف پھبکتے ہو جو کافر نگاہ کو | مارو گے آج کوئی مسلمان دوسرا
اک جیب تھا سو دستِ جنوں دھجیاں ہوا | لاؤں کہاں سے اب میں گریبان دوسرا
غربت زدوں کی نالہ رکھتا نہ باغ باں | کر لیں گے دید کوئی گلستان دوسرا
آپس میں ہم دو دل کے نکالیں گے خفگیاں | آئے ہمارے اُس کے نہ درمیان دوسرا
بہنے لگا ہے ان دنوں ناسورِ زخمِ دل | پیدا ہوا ہے دیدۂ گریان دوسرا
سنبل کو رشک زلف کو خوباں کی ہے حسد — جوشش سا کوئی نہ ہوگا پریشان دوسرا

جب سے ہوا ہے مجھ سے وہ گل پیرہن جدا ۹۹ کھٹکے ہے گل نظر میں جدا اور چمن جدا
شیشے سے دل کے سنگِ حوادث گراں بکے | بازارِ عشق کا نظر آیا چلن جدا
کوئی کسی کو پوچھے ہے کب راہِ عشق میں | رہرو جدا خراب ہے اور راہزن جدا
محرابِ ابرو اور یہ زنّارِ زلف دیکھ | سر پیٹتا ہے شیخ جدا برہمن جدا
دریائے حسن دشمنِ دل تھا ہی عشق میں | گاہک ہوا ہے جان کا چاہِ ذقن جدا
رہتا ہے تجھ کو معنی و الفاظ کا تلاش — جوشش ترا تو سب سے ہے طورِ سخن جدا

یہ دل کب سرزنش سے عشق کی اے مہرباں ٹوٹا ۱۰۰ یہاں تک سر کو ٹکرایا کہ سنگِ آستاں ٹوٹا
یہاں تک کھائے ہیں سنگِ حوادث دستِ گردوں سے | لگا دل کانپنے پہلو میں کوئی تارا جہاں ٹوٹا

ہوئی ہے چشم بیمار اُس کی تیر افگن وڑ پہ ہے — جہاں لغزش ہوئی ہاتھوں کو واں تیر کماں ٹوٹا

ہجوم ابر غم میں اُس کے رعد نالہ جب کڑکا — اِدھر پھٹ گئی زمیں صدمے سے اُدھر آسماں ٹوٹا

لگا دے نے تامل منہ سے اب شیشہ کہ مرتے ہیں — نشہ ہی تری مستوں کا اے پیرِ مغاں ٹوٹا

جفاکاری کا اُس کی شور تھا عالم میں اے ظالم — ولیکن دیکھ کر تجھ کو غرورِ آسماں ٹوٹا

کیا تشہیر مجھ کو عشق نے جس وقت اے جوشش — تماشا دیکھنے کو میرے اک عالم یہاں ٹوٹا

۱۰۱

جادو کیا نگہ نے پلکوں نے بان مارا — اُس چشم پرفسوں نے مجھ کو ندان مارا

عارض سے خط نکلتے قسمی ہوا اٹھا ہم سے — قاتل نے سیفِ قرآں رکھ درمیان مارا

اک تو مجھے غمِ دلِ عشقِ بتاں میں تھا ہی — تس پر بکا بکا کر ناصح نے جان مارا

سر پیٹتے ہیں اپنا کیا شیخ کیا برہمن — مطرب پسر نے سب کو لے کے جان مارا

مرنے کا غم نہیں کچھ افسوس ہے تو یہ ہے — تو نے نہ اپنے ہاتھوں اے بدگمان مارا

مقتل میں دیکھ مجھ کو کہتی ہے خلق جوشش — کس ترکِ سنگ دل نے ایسا جوان مارا

۱۰۲/۵

مجھ سا فتادہ ہو جو ہم آغوشِ نقشِ پا — اڑ جائے دیکھتے ہی اُس سے ہوشِ نقشِ پا

رکھتا ہے رہ گزر میں تری یار زیرِ لب — صد حرفِ آرزو لبِ خاموشِ نقشِ پا

افتادگاں جہاں میں سبک دوش ہیں سدا — باور نہیں تو دیکھ لے تو دوشِ نقشِ پا

سنتے نہیں ہیں خاک نشیں حرفِ ہرزہ گرد — پہنچے صدا پائے نہ تا گوشِ نقشِ پا

جوشش ملے وہ خاک نشیں سے جو خاک ہو — دیکھا نہ جز غبار ہم آغوشِ نقشِ پا

۱۰۳/۸

ہے یہی زمزمۂ مرغِ سحر آخرِ شب — آہ مت سوئیو سونا ہے خطر آخرِ شب

زرد چالاک نسیمِ سحری ہے کیوں کر — شمع کے سر پہ رہے طرۂ زر آخرِ شب
زیرِ گلبن نہیں گل برگ پڑے وقتِ سحر — چشمِ بلبل سے گرے لختِ جگر آخرِ شب
تخت پر یوں ہی کا دیکھا کرے مرتے مرتے — ہوئے کوچے میں ترے جیں کا گزر آخرِ شب
رات آدھی ابھی باقی ہے سبھی بول اٹھے — دیکھ بالوں کو ترے تا بہ کمر آخرِ شب
دل کشا باغ ہے اقلیمِ فنا کا رستہ — لطف رکھتا ہے یہاں سیر و سفر آخرِ شب
مہر ہیں مہر نہیں گل میں نہیں بوئے وفا — اوس کیوں آتی ہے با دیدۂ تر آخرِ شب
اُس کے افشاں کا یہ عالم ہے سحر کو منہ پر — جوں ستارے کئی آتے ہیں نظر آخرِ شب

۱۰۵

بے تاب ہی رہتا ہوں تری یاد میں ہر شب — گزرے ہے مری نالہ و فریاد میں ہر شب
جلتے ہیں سدا وصل میں یوں داغ جگر کے — جوں شمع جلے خانۂ آباد میں ہر شب
جانی کبھی بیدار کبھی دو خواب میں آتا — صحبت تھی عجب شیریں و فرہاد میں ہر شب
کوچے میں ترے رو گئے دل کھول کے ظالم — آتا ہے یہی اپنے دلِ ناشاد میں ہر شب
جوشش غزل تازہ کہے کیوں نہ وہ ہر روز — رہتا ہو جو مضمون کے ایجاد میں ہر شب

۱۰۶

نہ کام باغ سے ہے نہ بہار سے مطلب — رکھوں ہوں اپنے دلِ داغدار سے مطلب
دل و جگر نہ مرا ہوئے رزقِ مار و مور — یہی ہے مجھ کو خطِ زلفِ یار سے مطلب
مرا غبار بہا دیوے لوحِ ہستی سے — یہی ہے اس مژۂ اشکبار سے مطلب
حصولِ پند کہ رسوائے عشق کو ناصح — نہ کام ننگ سے کچھ ہے نہ عار سے مطلب
گلی میں اُس کی رہے خاک و خوں ہی میں تا حشر — شہیدِ عشق کو ہے کیا مزار سے مطلب

درختِ خشک ہوں اِس باغِ دہر میں جوشش — غرض نہ برگ سے مجھ کو نہ بار سے مطلب

۱۰۶/۵

پیجیے رندی کا پیشہ شیشہ شیشہ ہے شراب — کیجیے اک گھونٹ شیشہ شیشہ شیشہ ہے شراب
شیشۂ خالی نہ دیکھا ساقیا کچھ غم نہیں — تاک کے ریشہ بہ ریشہ شیشہ شیشہ ہے شراب
جلوۂ مستانہ سے شیریں کے ہر اک سنگ میں — غور سے ٹک دیکھ تیشہ شیشہ شیشہ ہے شراب
اُس شکار افگن کی چشمِ مست سے آئے کشش — ہو گیا مے خانہ بیشہ شیشہ شیشہ ہے شراب
مصرعِ ثروت نے جوشش مست دیوانہ کیا — "دشت دشت بیشہ بیشہ شیشہ شیشہ ہے شراب"

۱۰۷

میں اب مست ہوں کب دیکھتا ہوں سوئے شراب — دماغ کو مرے برہم کرے ہے بوئے شراب
عبث چھپاتے ہو تم مجھ سے صحبتِ شب کو — تمہارے منہ سے تو آتی ہے آج بوئے شراب
دل برشتہ و خونِ جگر سے ہوں محظوظ — نہ ہے کباب کی خواہش نہ آرزوئے شراب
نشہ نہ ہوئے اگر خم کو منہ لگا دیویں — ہمارے آگے تو کیا چیز ہے سبوئے شراب
شکستِ جام و سبو ہو اگر تجھے منظور — تو سنگ سر سے مرے مار یو سبوئے شراب
رکھے ہے عالمِ مستی میں اور کیفیت — ٹک اس کے منہ سے سنیے کوئی گفتگوئے شراب
جو اُس کی چشم کا ہے جرعہ نوش اے جوشش — کرے نہ ساقیٔ دوراں سے آرزوئے شراب

۱۰۸

جو اُس کا جلوہ ہو جوں آفتاب درتہ آب — نہ آئے مردمِ آبی کو خواب درتہ آب
پیے شراب لبِ جو کبھی جو وہ خوش چشم — عجب نہیں کہ ہو ماہی کباب درتہ آب
سبک رواں کو نہیں چین بحرِ دنیا میں — ہمیشہ ریگ کو ہے اضطراب درتہ آب
وفورِ اشک نے میرے ڈبویا آنکھوں کو — نہ دیکھا ہوئے تو دیکھو حباب درتہ آب

وطن میں آبرو پیدا کرے ہے اہلِ صفا — تلے ہے موتی کے دانے کو آب درتہ آب

سرشکِ چشم سے ڈر ہے کہ یہ صحیفۂ دل — خراب ہوئے نہ مثلِ کتاب درتہ آب

غریقِ بحرِ ہوس کب نکل سکے جوشش — نہ اچھلے بیٹھے جو مستِ شراب درتہ آب

۱۰۹

خفا ہوا اُس نے لکھا مجھ کو پھر جواب شتاب — کہ خط لکھا نہ کرے بے ادب شتاب شتاب

ترے سخن کو سن اے شیخ کیوں نہ غافل ہوں — ہوا سے سرد سے آتا ہے سب کو خواب شتاب

غمِ زمانہ سے آیا ہوں تنگ اے ساقی — لگا دے منہ سے مرے شیشۂ شراب شتاب

دعا نہ مانگوں کبھی میں جنابِ اقدس سے — الٰہی ہو یہ دعا میری مستجاب شتاب

ترقی چاہ ہو مت اشکِ چشم میں رہ کر — کہ جوشِ سیل سے ہوئے ہے گھر خراب شتاب

یہ سر نیاز ہے اے تیغِ یار دریغ نہ کر — میں چاہتا ہوں کہ ہو جائے کامیاب شتاب

صلہ ہی دیوے گی جوشش وہ ہمتِ بسمل — کہ لایا ہے یہ غزل کہہ کے در جواب شتاب

۱۱۰

ٹھم جائے دیکھ کر تجھے جو ہے چمن میں آب — حسرت سے سرو و گل کے بھر آئی دہن میں آب

اُس لعلِ لب کے منہ پہ جو آ جائے تک کہیں — نے رنگ ہی رہے نہ عقیقِ یمن میں آب

حاصل ہوئی نہ عشق میں اُس کے گدازگی — آئی ہے دل کی آگ ہی ہو کر بدن میں آب

مارا نگاہِ گرم کا تیرے سے جو دفن ہو — زیرِ زمیں کا جذب ہوا اُس کے کفن میں آب

یہ تن کے سارے اعضا میں ڈالے ہیں آبلے — یہ آگ ہے بھری نہیں داغِ کہن میں آب

جو کچھ کہ تیرے دانتوں میں ہے لعلِ لب مرے — کاہے کو اس طرح کی ہے دُرِّ عدن میں آب

یہ زلف و خال ہے رسن و دلو باغِ حسن — گل رو ہے جب تلک تری چاہِ ذقن میں آب

جوشش تو کیا ہے یاں صدف دل میں خلق کے —— دیوے ہے آگ جس کے ہو در سخن میں آب

عیش سے بے بہرہ ہیں اور درد و غم سے بے نصیب ۱۱۱/۳ خلق ہوتے ہیں جہاں میں کوئی ہم سے بے نصیب

آپ چل سکتے نہیں اور غیر کے ہیں رہنما   ہم نے تو دیکھے نہیں نقش قدم سے بے نصیب

شیخ جو تیری طرح ہے اپنے دل سے بے خبر —— گو حرم میں ہو پہ ہے طوف حرم سے بے نصیب

کہتے کہتے مفت تھکتی ہے زبان عندلیب ۱۱۲/۵ کان دھر سنتا نہیں گل داستان عندلیب

باغباں یہ مژدہ تو ہے مبارک ہو تجھے   آتش گل نے جلایا آشیان عندلیب

دردناک آواز اس کی کیوں نہ ہو مانند نے   سوز سے معمور ہے ہر استخوان عندلیب

جور گل تو اک طرف اے باغباں اس فصل میں   لے چکا سو بار تو بھی امتحان عندلیب

ہر گھڑی رہتے ہیں اس کے دیدۂ تر خوں فشاں —— کیوں نہ ہو گلزار اے جوشش مکان عندلیب

اپنی بصارت کہاں اور کہاں روئے دوست ۱۱۲/۵ ہو نہ اگر توتیا خاک رہ کوئے دوست

شیخ مجھے کام کیا مسجد و محراب سے   سجدہ گہ عاشقاں ہے خم ابروئے دوست

ناصح ناداں نہ پوچھ مجھ سے مرا ماجرا   چشم ہے تیری طرف دل ہے مرا سوئے دوست

اس کے اسیروں کا ہو کیوں نہ معطر دماغ   نافۂ تاتار ہے حلقۂ گیسوئے دوست

شیشۂ دل سے مرے کیوں ہے اسے احتراز —— تند ہے مثل شراب جوشش اگر خوئے دوست

ملنے کو تو ملیں گے تجھے یوں ہزار دوست ۱۱۴ لیکن نہ ہاتھ آئے گا کوئی مجھ سا یار دوست

صید حرم کو شوق ہے اس کے خدنگ کا   جب سے وہ شہ سوار ہوا ہے شکار دوست

نفرت کریں گے تجھ سے ترے دوست دار بھی   بے طرح دیکھتا ہوں میں تیرے شعار دوست

رکھتا ہے تیرے چہرۂ گل رنگ پر نظر — مانند مے کشاں نہیں جوشش بہار دوست
شراب شوق سے سرسبز نورۂ تاک کی صورت ۵۱۵/۵ نہ ہوزا مد تو زمد خشک سے مسواک کی صورت
اگر رکھتی نہ رتبہ خاکساری سب کی آنکھوں میں تو سرمہ سنگ ہی رہتا نہ ہوتا خاک کی صورت
قلم رونے لگے کاغذ گریباں چاک کر ڈالے اگر کھینچے مصوّر اس دلِ غمناک کی صورت
خفا ہو بچہ خورشید سے صبح قیامت بھی اگر دیکھے کبھی مجھ سے گریباں چاک کی صورت
بس اب موقوف کر رونا کہ سیلِ اشک میں جوشش — لگے خارِ مژہ بہنے خس و خاشاک کی صورت
کن نے دیکھی نہ تمہارے کفِ پا کی صورت ۱۱۶/۸ کس کا دل خوش نہ ہوا برگِ حنا کی صورت
زندگانی پہ تجھے فتح مبارک اے مرگ اب بُری لگنے لگی مجھکو دوا کی صورت
کامیاب اُس لبِ جاں بخش سے ہوں میں اے خضر کب خوش آتی ہے مجھے آبِ بقا کی صورت
کیوں نہ دربان ترے شور کریں دیکھ مجھے سگ کو فریاد میں لاتی ہے گدا کی صورت
جس کے سینے پہ لگا اُن نے نہ مانگا پانی ہے ترا تیر نگہ تیرِ قضا کی صورت
عشق میں سیم تنوں کے نہ رہی زر کی ہوس کی ہے پیدا مرے چہرے نے طلا کی صورت
اُس کے چہرے پہ ہوا سبزۂ خط جب پیدا ہو گئی اور ہی کچھ ناز و ادا کی صورت
راہ پائے نہ اگر دل میں خودی ای جوشش — نظر آجائے ابھی تجھ کو خدا کی صورت
نہ شکل شیشہ آتی ہی نظر نے جام کی صورت ۱۱۶/۴ رہی زیر فلک پھر کون سی آرام کی صورت
چھپاتے ہیں سبھی صیاد اور یہ مرا نو خط دلوں کو صید کرتا ہی دکھا کر دام کی صورت
مژہ نے تیری ایسی یار اس کے ساتھ کاوش کی مشبک ہو گیا دل پر وہ بادام کی صورت

اُسے نامہ لکھا ہم نے تو مرغ عدرح کو سونپا — کہ تا دیکھے کبوتر بھی نہ اُسکے بام کی صورت

اے جان ملک اپنی پرستار محبت ۱۱۷/۱۵ لائے نہ زباں پر کبھی اسرار محبت
کیا خاک کوئی ہووے خریدار محبت دیوے ہے جلا گرمی بازار محبت
مانگے ہے دعا رنت یہی بیمار محبت آزار خدا دیوے تو آزار محبت
کیوں کر نہ کنارہ کروں میں آہ و فغاں سے منظور نہیں ہے مجھے اظہار محبت
منکر جو یہ جد ہی مجھے دیکھا تو یہ بولا انکار سے پایا گیا اقرار محبت
کب اس کو کوئی گلشن و گلزار لگے ہے یہ سینہ پہ داغ ہے گلزار محبت
کیا سلطنت دین ہوئی کیا شاہی دنیا طالب نہیں دونوں کا طلبگار محبت
ندرات کی تو آنکھوں میں ہو جیسے نظر دیکھی ہیں اشک کے قطرے در شہوار محبت
منہ زرد ہے لب خشک ہیں اور آنکھوں میں آنسو ظاہر ہے مرے چہرے سے آثار محبت
جو قیدی ہو وہ چھوٹے گا اک دن پہ رہ گا تا حشر گرفتار گرفتار محبت
اک گل نہ چنے گا وہ کبھی باغ وفا سے پہلو میں چبھا جس کے نہ ہو خار محبت
جو کہیے سزا اُس کی سزاوار نہ سے کے ہے تو یہ گنہ گار گنہ گار محبت
جو آنکھوں میں پھرتا ہے پھری آنکھوں کے آگے آساں خدا کر دے یہ دشوار محبت
رکھتے ہیں دہانوں پہ سدا مہر خموشی دے لوگ جنھیں آتی ہے گفتار محبت
دل درد و غم عشق سے جو شستہ ہو صفا — صیقل گر آئینہ ہے زنگار محبت
نہ ہوتے ہم خریدار محبت ۱۱۵ نہ ہوتا گرم بازار محبت

نہ ہو دشمن کو بھی اے دوست دارو — بُرا ہوتا ہے آزارِ محبت
دلِ دیوانہ دستِ انداز مت ہو — بہت دشوار ہے کارِ محبت
عبث تدبیر کرتے ہو طبیبو — نہیں جینے کا بیمارِ محبت
ترشح سے ترے اے ابرِ مژگاں — ہوا سرسبز گلزارِ محبت
ہوا یکساں کام اب دیر و حرم سے — ہوا جوشش پرستارِ محبت

۱۱۹/۵
کہتے ہیں دل کو اہلِ دلاں جامِ معرفت — کیوں کر کہا ہے کوزے میں دریائے معرفت
قسمت میں عقل ہووے تو ہوئے عقلِ کاملہ — سودا خدا جو دیوے تو سودائے معرفت
اے شیخ آئے دامِ شریعت میں کس طرح — جو کوئی ہووے آہوئے صحرائے معرفت
مجھ کو نہیں مجاز و حقیقت کا امتیاز — رکھتا ہوں میں تو نشۂ صہبائے معرفت
دیکھوں کبھی نہ روئے دوئی احولوں کی طرح — دیوے خدا جو دیدۂ بینائے معرفت

۱۲۰/۵
مجھے دل ہی کے استانے کی دولت — لگی ہاتھ سارے زمانے کی دولت
گرہ باندھی غنچوں نے طرزِ تبسم — چمن میں ترے مسکرانے کی دولت
ہوئے ہم بھی مشہور دیوانہ پن میں — ترے ہاتھ کے سنگ کھانے کی دولت
نہ تھا دامِ ہستی سے کچھ کام ہم کو — پھنسے آکر اس آب و دانے کی دولت

۱۲۱/۸
مطلق نہیں احوال کے اظہار کی طاقت — کیا طاق ہوئی اس دلِ بیمار کی طاقت
دوں پردری چرخ سمجھ اس کو دگرنہ — ہم پہلوئے گل ہو یہ نہ تھی خار کی طاقت
غیرت نہیں آتی کہ تمہارے سامنے ظالم — بخشیں ترے عاشق سے یہ اغیار کی طاقت

کیا تاب جو کوئی دیکھے ترا روے درخشاں | ہاں کس کو ہے خورشید کے دیدار کی طاقت
کرتا ہے کوئی بھی اُٹھنے آزاد قفس سے | صیاد نہ ہووے جسے رفتار کی طاقت
بھر آنکھ تری چشم سیہ مست کو دیکھے | ہم نے تو نہ دیکھی کسی مے خوار کی طاقت
کیا بخشیے کیا کیجیے تکرار کسی سے | نہ بخشش کی قدرت ہے نہ تکرار کی طاقت
جوشش نہ کہے کون کہے حال ہمارا ـــــ کس کو ہے ترے سامنے گفتار کی طاقت

۱۲۲/۸

رکھ ناز سے نہ آنکھ پہ اے حور پشت دست | خار مژہ سے ہووے گی رنجور پشت دست
ٹک مار دیکھ گل پہ اے مغرور پشت دست | ہوتی ہے سوجہ گرے ابھی چور پشت دست
رنگ حنا کف کا دکھاتا نہ وہ کبھی | لیکن تری صفا سے ہے مجبور پشت دست
سر پشت پا پہ رکھنے تو دیتا نہ زری مجھے | گر مارنا ہی تھا تجھے منظور پشت دست
پونچھے ہے اشک گرم کو تیری فراق میں | ہے آبلوں سے خوشۂ انگور پشت دست
غیروں کے آگے پھر سماجت تری ہے | رکھتا ہوں روے دست پہ مجبور پشت دست
اس ناز اس ادا میں تو سودا ہے جان کا | نے مار پشت پا نہ ہلا یوں زور پشت دست
کس طرح جاؤں باغ میں جوشش کہ ہر کلی ـــــ دکھلا کے کہتی ہے مجھے رہ دور پشت دست

۱۲۳/۵

اشک گرم آنکھوں سے تا صبح رہی جاری رات | آہ انگاروں پہ لوٹا کیے ہم ساری رات
زخمی تیغ تغافل کا خدا حافظ ہے | ہاتھ ملتے ہیں سبھی آج کہ ہے بھاری رات
دل بیمار کا میرے ہوا احوال تباہ | یاد آئی جو تری چشم کی بیماری رات
ایک دم بھی مرے پہلو سے نہ سرکے ظالم | خوب کی درد و الم نے مری غم خواری رات

بھولے سے ایک نظر اُس کو کہیں دیکھا تھا — نقدِ جاں اُن نے لیا مجھ سے گنہ گاریٔ رات

تم تو رہتے ہو مرے درپئے آزار عبث ۱۲۴ — دم بہ دم باندھے پھرا کرتے ہو تلوار عبث

اے مسیحائے زماں کب تو کرم کرتا ہے — تجھ سے رکھتا ہے توقع دلِ بیمار عبث

بت نے سجدے کیے اس ترک کو بت خانے میں — برہمن تیری گلے میں ہے یہ زنار عبث

سیلِ خوں اس کو بھرنے کوئی دے ہے جرّاح — زخم پر دل کے نہ رکھ مرہمِ زنگار عبث

یار کافی ہے مجھے اک نگہِ تیز تری — کھینچتا ہے تو مرے قتل کو تلوار عبث

پردۂ چشم سے اے اشک نکل کر باہر — راز دل کو مرے کرتا ہے تو اظہار عبث

کل ہی کی بات ہے جوشش نے پیالا چھوڑا ہے — آج مے پینے سے پھر کرتے ہو انکار عبث

غیروں کو دیکھ دیکھ تری انجمن کے بیچ ۱۲۵ — جلتا ہوں مثلِ شمع سدا پیرہن کے بیچ

مطلق نہیں رہی گل و بلبل میں دوستی — جب سے وہ گل عذار گیا ہے چمن کے بیچ

اُس زلفِ پر شکن کو نہ اے شانہ جھاڑیو — اُلجھے ہوئے ہیں سیکڑوں دل ہر شکن کے بیچ

آزادگی نصیب نہ اُس کو ہوئی کبھی — جو کوئی پھنس گیا تری چاہِ ذقن کے بیچ

موقوف دیکھنے ہی پہ ہے کیا بیاں کروں — ناصح جو کچھ بہار ہے دیوانہ پن کے بیچ

جس طرح شمع جلتی ہے فانوس میں مدام — جلتا رہے گا یہ دلِ سوزاں کفن کے بیچ

جب دیکھتے ہیں خنجرِ خوں خوار کی طرف — خوں مارتا ہے جوش ہمارے بدن کے بیچ

جوشش ترا کلام بھی کیا دردناک ہے — لگتی ہے چوٹ دل کو تری ہر سخن کے بیچ

جو نہ گزرا نہ ہوا نوح کے طوفان کے بیچ ۱۲۶ — دیکھ تو آج مرے اشک کے طغیان کے بیچ

نے دو کعبے میں ہے اے شیخ نہ بت خانے میں — ہم نے دیکھا ہے جسے حضرتِ انسان کے بیچ
شورِ بلبل ہے گلستان میں اور خندۂ گل — کیا مزہ صبح کو ہے چاکِ گریبان کے بیچ
لوہو جاری ہے سدا آبلۂ پا سے مری — رشکِ گل کیوں نہ ہو ہر خارِ بیابان کے بیچ
خواب میں بھی نہیں جمعیتِ خاطر اس کو — جو گرفتار ہے اُس زلفِ پریشان کے بیچ
آہ اس اشک کے سیلاب میں بہتے بہتے — آ لگے خارِ مژہ ساحلِ داماں کے بیچ
مصرعِ ابروے خوباں کے مقابل جوشش — ایک مصرع بھی نہ دیکھا تری دیوان کے بیچ

۱۲۷/۹

اُس کے بحرِ حُسن میں ابرو ہی جوں شمشیرِ موج — طرۂ طرار ہی مخجلت دہِ زنجیرِ موج
رہ روانِ عشق کی مانع نہیں حرص و ہوا — کب خس و خاشاک ہو سکتا ہے دامن گیرِ موج
اہلِ صورت سے نہ ہوئے صاحبِ معنی کا کام — تشنہ کو سیراب کر سکتی نہیں تصویرِ موج
بے قراری کی ہی کیفیت یہاں آرام نہیں — ساتھ ساحل کے یہی ہے ہر گھڑی تقریرِ موج
موج زن ہو گر لبِ دریا مرا سیلابِ اشک — ہوئے ہر چشمِ تماشائی میں کم توقیرِ موج
بحرِ بے پایاں سے تابی میں کرتی ہی شنا — کیوں نہ ہو لغزش رہی پائے خامۂ تحریرِ موج
ہم کنارِ آرام سے ہوتے نہ دیکھا ایک دم — ٹک بتا تو اے نسیم ایسی ہے کیا تقصیرِ موج
مضطرب کیوں کر نہ ہر دم بحرِ ہستی میں رہے — جب ہوا کے ہاتھ سے پانی پہ ہو تعمیرِ موج
سیرِ دریا سے کھلی جوشش نہ اس دل کی گرہ — ہو گئے فرسودہ ناحق ناخنِ تدبیرِ موج

۱۲۸/۹

اُس زلفِ گرہ گیر کو ٹک دیکھے اگر موج — شرمندہ ہو گرداب اِدھر اور اُدھر موج
اس رنگ کے ڈوری تری آنکھوں میں ہیں جب سے — ساغر بہ بغل ہے مےِ گلرنگ کی ہر موج

دیکھا کسی نے غارتِ گر آرام کو ورنہ ۔ جاتی ہے چلی مضطرب الحال کدھر موج
اے سردِ لب جو یہ قدم بوس کو تیرے ۔ ہوویں نہ حباب آتے ہیں با دیدۂ تر موج
جس دن سے گیا اشک کے ہمراہ دلِ مضطر ۔ دوڑوں ہوں اسی طرف میں دیکھوں ہوں جدھر موج
آئینے میں جو کچھ ہے تری عکس کا جلوہ ۔ پانی میں کہاں مارے ہے یوں عکسِ قمر موج
عمّان نہ ہم چشم ہو آنسو کا ہمارے ۔ ہر موج میں اس بحر کی مارے ہے گہر موج
اس طرح ترے عشق میں ہے یہ دلِ مضطر ۔ جس طرح سے دریا میں ہے بے خوف و خطر موج
جوشش دلِ بے تاب کو اپنے نہ دکھانا ——— اس بحر سے باندھے گی ابھی رختِ سفر موج

۱۲۹/ے

عاشق کی دل پسند ہو کیوں کر قمر کی طرح ۔ رکھتا نہیں چمک وہ مری سیم بر کی طرح
اے رشکِ آفتاب شتاب آ کہ داغِ دل ۔ اب آتشیں طلب ہے چراغِ سحر کی طرح
خورشید جس طرح سے شفق میں نمود ہو ۔ ویسے ہی طور دل میں ہے داغِ جگر کی طرح
مثلِ حریمِ دل ہے نہ کعبہ نہ بت کدہ ۔ ٹک دیکھیے جو غور سے اہلِ نظر کی طرح
باغِ جہاں میں ہوں پہ کسی کام کا نہیں ۔ ہوں قابلِ تبر شجرِ بے ثمر کی طرح
سرگوشیِ بتاں کا نہ دم مار صاف دل ۔ سوراخ ہو جگر میں نہ جب تک گہر کی طرح
ٹکرایا سر کو ہجر میں جوشش یہاں تلک ——— کچھ اور ہو گئی مرے دیوار و در کی طرح

۱۳۰/پ

کچھ کہی جاتی نہیں مژگانِ دل بر کی طرح ۔ ڈوب جاتی ہے رگِ جاں میں وہ نشتر کی طرح
عشق نے مجھ کو جلا کر خاک کر ڈالا تو کیا ۔ داغ دل کے جوں کے توں دہکے ہیں اخگر کی طرح
اس کے وہ مژگانِ برگردیدہ جب یاد آ گئے ۔ پھر گئے میرے گلے پر آہ خنجر کی طرح

اتنے کا ہے یہ ہوئے اِن نوخطوں کے عشق میں　　رگ نمایاں ہیں ہماری تن پہ مسطر کی طرح

خونِ دل یاقوت آسا جب کسی کا قوت ہے　　آب و دانہ کا نہیں محتاج گوہر کی طرح

جب آیا ہے نظر وہ شعلہ رو جوشش مجھے　　آگ میں بستا ہے جی میرا سمندر کی طرح

۱۲۱ ے

نہ ملتجی کبھو ساقی سے ہوں برائے قدح　　بغل میں ہے دل پرخوں مرا بجائے قدح

عزیز کیوں نہ رکھے چشمِ یار دل کو مرے　　مدام ہاتھ میں مستوں ہی کے ہے جائے قدح

مشابہ اس دلِ گردش زدہ کے اے ساقی　　ہوئی ہے کردہ دہر میں بسانِ قدح

رکھے ہے گردنِ چشمِ بتاں سے ربطہ دل　　نہ آشنائے صراحی نہ آشنائے قدح

جو کچھ رکھے ہے تری چشمِ مست کیفیت　　نظر پڑی نہ کسی میں مجھے سوائے قدح

لگا نہ تو لبِ گوں سے ٹک سمجھ کر اسے　　مجھے یہ ڈر ہے کہیں مست ہو نہ جائے قدح

کسی کی مجھ سے یہاں التجا نہ ہو جوشش　　جو التجا بھی کروں میں تو التجائے قدح

۱۲۲ ے

گو دھجیاں کر اپنا گریباں اڑائے صبح　　پر میرے جیب چاک کی خوبی نہ پائے صبح

اس مہروش کا دید میسر انھیں کو ہے　　پیدا ہوئی ہے دل میں جنھوں کے صفائے صبح

رو مٹے رہو گے کب تئیں تم رات کم رہی　　دھڑکے ہے دل ہمارا کہیں ہو نہ جائے صبح

جلتا رہا ہیں شمع صفت بزمِ یار میں　　لے ابتدائے صبح سے تا انتہائے صبح

مانندِ شمع اہلِ دلاں اس جہان میں　　دیتے ہیں اپنی جان تلک رونمائے صبح

خونِ دل اور لختِ جگر ٹھہری ہے غذا　　آذوقہ ہے دو شام کا نہ ناشتائے صبح

خورشید رو کے فیضِ تصور سے عشق میں　　شامِ شبِ فراق ہے آنکھوں میں جائے صبح

شرمندہ مہر و ماہ ہے رخسار یار سے —— کس طرح منفعل نہ ہو جوشش صفائے صبح

کرے ہے جیب کو صبا یہ چشم گریاں سرخ ۱۳۳ شفق سے ہو نہ سکے صبح کا گریباں سرخ

ہمیں تو رونے نے آخر یہ رنگ دکھلایا — سفید ہو گئیں آنکھیں ہوا گریباں سرخ

کدھر گئیں وہ تری خوں فشانیاں اے چشم — نہ آستین ہے رنگیں نہ جیب و داماں سرخ

پہنچتی کب ہے تری انگلیوں کی خوبی کو — ہزار ہوئے ہے اے یار شاخ مرجاں سرخ

غلط ہے یہ ترے مقتول کا ہو چہرہ زرد — علی الدوام ہے رنگ رخ شہیداں سرخ

جگر سے تیر مرے صاف اس قدر نکلے — کہ ایک کا بھی لہو سے ہوا نہ پیکاں سرخ

میں وہ شہید ہوں جوشش کہ میرے قاتل کا —— ہوا نہ خوں سے مرے دست و تیغ و داماں سرخ

ز دشمن پہ لب نہ ہوئے گا کبھو تلخ ۱۳۴ نہیں ہونے کی اُس کی گفتگو تلخ

ہم ایسی دوستی سے باز آئے — نہ ہو ہر بات میں اے تند خو تلخ

محبت کو ہے کم ظرفی سے نقصاں — بگڑ جائے ہے مے گر ہو کدو تلخ

نہایت میں خجل ہوتا ہوں ظالم — نہ بولا کر کسی کے روبرو تلخ

تصدق ہوں میں اُس کی گفتگو کے —— نہ بولا اپنے جوشش سے کبھو تلخ

مہ کو سو چشمۂ خورشید سے دھوئے خورشید ۱۳۵ بیش حسن اُس کا کسی طرح نہ ہووے خورشید

مہر اگر دیکھے تجھے آنکھوں میں اُس کی اے ماہ — سوئیاں خطِ شعاعی سے چبھوئے خورشید

شام دیکھے نہ اگر اُس مہ تاباں کی جھلک — لہو کے آنسوؤں ہر صبح نہ روئے خورشید

دست بردِ فلکی سے جو نہ ہووے غافل — اپنی دستار سرِ شام نہ کھوئے خورشید

کشتی مے کو ہوا لگنے نہ دے ابر مطیر — تیری اس زورق زریں کو ڈبوئے خورشید
دور میں تیرے پھرے کیوں نہ دو بالا بالا — آبرو اپنی ترے سامنے کھوئے خورشید
مطلع دور فلک سے دو نہیں اے جوشش — اُس کے گہوارے میں کس طرح سے سوئے خورشید

۱۳۶
جو میری یہ مژہ اشک بار ہے موجود — تو جس مکان میں چاہوں بہار ہے موجود
کسی کا دل نہیں جوں شمع سوز سے خالی — جگر میں سنگ کے بھی سو شرار ہے موجود
خجل کیا مجھے اس بے کسی نے ساقی سے — گلابی ہاتھ سے رکھتے خمار ہے موجود
فلک نے باغ جہاں میں کسے نہ دی ایذا — بغل میں غنچہ و گل کے بھی خار ہے موجود
تپ فراق کی ایذا تجھے دکھاؤں میں — مری بغل میں دل داغ دار ہے موجود
ہمیں ہی چشم بصیرت نہیں کہ ہم دیکھیں — وگرنہ سب میں وہ پروردگار ہے موجود
کرے ہوا سے زمانہ مخالفت جوشش — اُڑا دے اس کو یہ مشت غبار ہے موجود

۱۳۷
نقد وفا سے تو ہیں اے یار کر خرید — کھلا ہیں تیرے بندوں میں تا ہم بھی زر خرید
جب سے ہوا ہے یار ہمارا وفا طلب — جنس وفا کی ہونے لگی گھر بہ گھر خرید
کیا جانتے ہیں بے نظراں قدر درد دل — اس جنس کو تو کرتے ہیں اہل نظر خرید
آنسو مرے گہر ہیں پر اے آستین یار — تیرے بغیر کون کرے یہ گہر خرید
سودا کروں ہوں یار تری اک نگاہ پر — منظور ہو تجھے مرے دل کی اگر خرید
کیوں کر بکیں نہ دین اور ایمان و جان و دل — کرتا ہے ان ہی چیزوں کو وہ بیشتر خرید
جوشش عبث ہے شکوۂ جور و جفائے یار — تو نے کیا ہے آپ سے یہ درد سر خرید

ہے مرے دل کا داغ سرخ و سفید ۱۳۸ جوں سحر کا چراغ سرخ و سفید
انقلابِ زمانہ گر چاہے نکلے بیضے سے زاغ سرخ و سفید
ہیں یہ لختِ دل اور قطرۂ اشک شش گل ہائے باغ سرخ و سفید
دیکھ کر مجھ کو غصے سے جوں لہر نہ ہواے بد دماغ سرخ و سفید
شیخ جی بزمِ بادہ میں جوشش ـــــ پی کے ہوں گے ایاغ سرخ و سفید

قبا کا اپنی تو کھولے اگر بند ۱۳۹/۱۰ ابھی ہو جاتے ہیں باغوں کے در بند
گئے غنچے جتنے نظارے کو اس کے کیا نظروں ہی میں سب کو نظر بند
گل و لالہ ہوئے پامالِ حیرت چمن میں دیکھ تیرا سرخ سربند
پڑی اس پر زبس گردِ یتیمی ہوا اس واسطے آبِ گہر بند
پرِ پرواز رہتے طائرِ دل نہیں اڑ سکتا مثلِ مرغِ پر بند
لے جو تو کبھی اس کے لبوں سے جدا ہوں گے ترے اے نے شکر بند
گلے ملتے کسی نے گل کو دیکھا نہ ہو گا تجھ سا کوئی نٹ کھٹ نظر بند
رسائی ہو جو دستِ نارسا کو نزاکتِ کمر ہو جوں کمر بند
کشادِ کار اس سے چشم مت رکھ ـــــ جو کوئی باتیں کرے آنکھوں کو کر بند

ہر بے زبان اہلِ زباں سے ہے سربلند ۱۴۰ گر یہ نہیں تو شعلے سے کیوں ہے شمع بلند
جس لطف سے دو زمین پہ پڑتا ہے شام کو ہوتے نہ دیکھا مہر کو وقتِ سحر بلند
وہ جانتا ہے سایۂ بالِ ہما کو پست اے بے شعور ہوتی ہے جس کی نظر بلند

افتادگی کے رتبے سے رکھتے نہیں خبر — یہ پست ہمتاں جو بناتے ہیں گھر بلند
خو گر فتادگی سے ہو مانند نقشِ پا — رکھتا ہے راہِ عشق میں ہمت اگر بلند
جوشش یہاں تو بے ہنری ٹھہری ہے ہنر — کیا خاک ہوئے رتبۂ اہلِ ہنر بلند

۱۴۱/۵
ہم ہی کرتے نہیں زلفوں کو تری یار پسند — شیخ صاحب کو بھی آتا ہے یہ زنار پسند
سبزۂ خط رہے اس چہرۂ گل رنگ سے دور — زخمِ دل کو نہیں یہ مرہمِ زنگار پسند
جاؤں کعبے کو میں کس طرح سے اے واعظِ شہر — آ گیا مجھ کو تو اب خانۂ خمار پسند
گو کہ سو رنگ گلستاں میں دکھلائے بہار — نہ کریں گل کو ترے طالبِ دیدار پسند
جو کوئی درد سے ٹک چاشنی رکھتا ہو گا — اسی کو آئیں گے جوشش مرے اشعار پسند

۱۴۲/۴
یا رب کہیں جلد آئے قاصد — بے تاب ہے دل برائے قاصد
پھرنا نہیں اس گلی سے شاید — کچھ اور ہے مدعائے قاصد
جوشش ہی کی طرح باؤلا ہو — گر سامنے اس کے جائے قاصد

۱۴۳/۷
لکھا خط اسے لے قلم اور کاغذ — جلے عشق سوزاں سے ہم اور کاغذ
نہ رکھ دیدۂ تر پہ مکتوب اس کا — مخالف ہیں آپس میں نم اور کاغذ
خدا سے بھی ڈر لکھ نہ احوالِ دل کا — دو دانے یہ سوزِ رقم اور کاغذ
لکھا صفحۂ دل پہ مکتوب تجھ کو — نہ تھا تیرے لائق صنم اور کاغذ
مرے دل کو اے چشم نامے کا اس کے — خوش آتا ہے حسنِ رقم اور کاغذ
ذرا دیر تیرے جو تھم جائیں آنسو — رہے ہاتھ میں کوئی دم اور کاغذ

جو کچھ مصحف دل میں اپنے ہے جوشش — رکھے ہے یہ خوبی تو کم اور کاغذ

۱۴۴/۵

بے درد طبیب مت دوا کر — ٹک درد سے دل کو آشنا کر

گر عقل ہے کچھ تو مثلِ فرہاد — مت کام بگاڑیو بنا کر

ہے دل میں یہ سوزِ دل سے پوچھو — کیوں خاک کیا مجھے جلا کر

بس کر یہ خیال آفرینی — اُس کے ہی خیال میں رہا کر

جوشش جو لقائے حق ہو درکار — اپنے تئیں پہلے تو فنا کر

۱۴۵/۶

اہل جہاں کے ملنے سے ہم احتراز کر — بیٹھے ہیں گوشہ گیر ہو اس دل سے ساز کر

صورت اسی کی ہے متجلی ہر ایک میں — دیکھے جو کوئی چشم حقیقت کو باز کر

سجدہ جسے کریں ہیں وہ ہر سو ہے جلوہ گر — جیدھر ترا مزاج ہو ادھر نماز کر

گو آسمان پر بھی اُڑا تو تو کیا ہوا — میں کون ہوں کہاں ہوں یہ بھی امتیاز کر

کل ایک پل بھی تو نہ تھما اُس کے روبرو — اے اشک کیا ملا تجھے افشائے راز کر

جوشش ہو جب تلک کہ حقیقت سے تجھ کو راہ — تب تک برائے شغل تو سیرِ مجاز کر

۱۴۶/۹

لائی ہے تجھ تلک اجل اے یار کھینچ کر — تو رک گیا ہے کس لیے تلوار کھینچ کر

ہاتھوں کو میرے خوف نے بے کار کر دیا — کیوں کر بٹھاؤں دامنِ دلدار کھینچ کر

یہ کیا غضب ہے دست بہ قبضہ ہو رہ گئے — جی یوں ہی چاہتا ہے تو اک مار کھینچ کر

کھائے ہے پیچ زناب کمر بت کی طرح — باندھے ہے ٹک کمر جو مرا یار کھینچ کر

جی چاہتا ہے دشت و بیاباں کی سیر کر — وحشت یہاں سے لے ہی چلا کر پار کھینچ کر

بہزاد نام عشق نہ لیوے گا پھر کوئی
تصویر میری بھیج نہ بازار کھینچ کر

رستم کا سو کلیجا نہ لہو ہووے اگر
تو سامنے ہو خنجر خونخوار کھینچ کر

دی عشق نے کشش مرے قد خمیدہ کو
ہووے ہے جوں کمان خم بد آ کھینچ کر

جو کشش عبث ہے عشق میں امید زندگی —
جیتا کوئی بچا ہے یہ آزار کھینچ کر

۱۴۷

اہل ہمت شاد ہوتے ہیں گدا کو دیکھ کر
تو خفا ہوتا ہے کیوں اس بے نوا کو دیکھ کر

خون دل سے پھر یوں نفرت کرے ہے اُس کی چشم
جس طرح بیمار بدخو ہو دوا کو دیکھ کر

وہ کسی کے ساتھ پیتا ہی ہوگا اس گھڑی
اس لیئے روتا ہوں میں ابر ہوا کو دیکھ کر

بے ادائی ہم سے کی جانو ہے مت کر سیج پا
ہو گئے کب کے ادا اُس کی ادا کو دیکھ کر

آب حیواں پر نہ بھولا ہی خضر یہ لب تیرے ہیں —
مر ہی جاوے گا تو اس آب بقا کو دیکھ کر

۱۴۸

منت ناشنید لے آہ سحرگاہی نہ کر
پر جو تجھ سے ہو سکے اس میں تو کوتاہی کر

تو گرفتاری پہ میری کر نظر اے اشک چشم
یک بہ یک اُس کی گلی میں مجھ کو رسواہی کر

منزل دل ہی میں رہ جاوے گی تھک کر ہوس
رہروان عشق کی اے عقل ہمراہی نہ کر

گاہ گاہے مجھ بھی جایا کر کہ ہو راحت نصیب
آتش دل رات دن پہلو میں سلگا ہی کر

ملتجی آ کر فقیروں کے ہوئے ہیں بادشاہ —
فقر سے خوش رہ اے کشش خواہش شاہی کر

۱۴۹

بار بار اُس کی طرف دیکھا نہ کر
ناحق اپنی جان کا سودا نہ کر

تا نہ ہووے تاج سر داغ جنوں
سلطنت کا عشق کی دعویٰ نہ کر

آہ غیر اُس کی بغل میں بیٹھ کر
یوں کہے مجھ کو کہ یاں آیا نہ کر

اپنا دشمن ہوا گر کچھ ہے شعور — غیر سے تو دشمنی پیدا نہ کر

آج ہی تو چل کے اُس کو دیکھ لے — انتظارِ وعدۂ فردا نہ کر

جب تلک جوشش ملے یک مشت جو — آسیائے چرخ کا سودا نہ کر

۱۵۰

آہ و فغاں سے اپنی زباں آشنا نہ کر — عاشق اگر ہے شکوۂ جور و جفا نہ کر

کیوں اس جلے بلے سے کری ہے مخالفت — اے شمع بزم یار میں ہر شب جلا نہ کر

رہنے دے کوئے یار میں تا پائمال ہو — برباد مشت خاک کو میری صبا نہ کر

کیوں اپنے تئیں ذلیل تو کرتا ہے اے طبیب — میں تو مریض عشق ہوں میری دوا نہ کر

اک روز مار ڈالے گا جوشش وہ تند خو — اے بے شعور اس سے بہت لگ چلا نہ کر

۱۵۱

اے چرخ بے کسی پہ ہماری نظر نہ کر — جو کچھ کہ تجھ سے ہو سکے تو در گزر نہ کر

اُس حسن صندلی کی ثنا اور تیرا منہ — دیوانہ کیوں ہوا ہے تو یہ درد سر نہ کر

غیرت یہ مقتضی ہے کہ اے غنچہ باغ میں — مرجھا ہی جا پہ منت باد سحر نہ کر

پہونچا دے اُس گلی میں اگر تجھ سے ہو سکے — اس خاک کو نسیم سحر در بدر نہ کر

جوشش کسی کی کون سنے ہے جہان میں — چلنا ہے چل یہاں سے کسی کو خبر نہ کر

۱۵۲

فصل گل آئی ہے تو بابِ قفس باز نہ کر — لیک صیاد خیالِ پر پرواز نہ کر

کھول کر بندِ قبا غنچہ و گل کو اے گل — عندلیبانِ چمن میں نظر انداز نہ کر

ہیزمِ تر کو کبھی آگ میں جلتے دیکھا — اے دل افسردہ عبث سوز سے تو ساز نہ کر

میں تو ہوں اہل نیاز اور ہی تو مایۂ ناز — کہوں کس طرح کہ ناز اے بتِ طناز نہ کر

پائمالی ہی مری عین سرافرازی ہے — مجھ کو اوروں کی طرح سے تو سرافراز نہ کر
تا دمِ مرگ یہ انجام نہ ہو گا جوشش — قصۂ درد و الم بیہودہ آغاز نہ کر

صد آفریں ہے یارِ تغافل شعار پر ۱۵۳ — بھیجا نہ شمع و گل بھی ہمارے مزار پر
تیرے ہی ڈر سے کچھ نہیں کہتا رقیب کو — ورنہ میں ایک بھاری ہوں پیارے ہزار پر
آتی ہے خوش گر تجھے ظالم صدائے آہ — چھڑکے ہے تو نمک جو دلِ داغ دار پر
پر خوں بہ رنگِ ساغرِ لالہ ہے ان دنوں — داغِ جگر ہمارا ہے کیا ہی بہار پر
کیا ہے عجب جو اس رخِ حیرت فزا کو دیکھ — تھم جائے اشک اس مژۂ اشک بار پر
محفوظ کوئے یار میں رہتی ہے ہر سحر — کرتی ہے کب صبا کرم اس خاکسار پر
جوشش نہ آئی ہاتھ کبھی تا دمِ وفات — دل اپنا لوٹتا ہی رہا زلفِ یار پر

ہم تو مرتے ہیں اس گدائی پر ۱۵۴ — تھوکتے کب ہیں بادشاہی پر
وصل میں بھی یہی خرابی تھی — منحصر کیا ہے اس جدائی پر
یار نے یوں ہی کی دغا اغیار — بھول مت اُن کی آشنائی پر
تو نے اک وعدہ بھی وفا نہ کیا — آفریں تیری بے وفائی پر
دیکھ زلفِ رسا کو روتا ہوں — اپنے ہاتھوں کی نارسائی پر
کوئی کہہ دے اُس آفتِ دیں سے — شیخ نازاں ہے پارسائی پر
بے نظیر اس کو مت کہہ اے جوشش — بات کھل جائے گی خدائی پر

چھا جائے اگر دودِ دلِ تنگ ہوا پر ۱۵۵ — ہوئے نہ سفید ابر سیہ رنگ ہوا پر

بے تابئ دل تنگ مجھے کرتی ہے ہر دم — اُڑتی ہوئی دیکھوں ہوں تری چنگ ہوا پر
ہر آہ کے ہم راہ دلِ سخت کے ٹکڑے — مستانہ چلے جاتے ہیں جوں سنگ ہوا پر
ہیں تکیہ بانکی تری پرواز میں گویا — مرغانِ خوش آہنگ ہم آہنگ ہوا پر
نسبت اک ملک بتری رسائی ہو یہ معلوم — ہیں خاک نشیں اور ترا شبرنگ ہوا پر
ہوتا کبھی دل میں جو گزر حرص و ہوا کا — اُڑتا نہ سلیمان کا اورنگ ہوا پر
کیا ہم سے رقیب اُڑتے ہیں چو رنگ گراں کا — تو نے تو بہت کاٹے ہیں چورنگ ہوا پر
رقاص فلک ناچے ہے سنتا ہے اے جوشش — یہ رعد نہ ہو بجتی ہے مردنگ ہوا پر

گر ٹک متوجہ ہو وہ مے نوش فلک پر ۱۵۶ — ہو جائیں فرشتے سبھی بے ہوش فلک پر
کیوں کر نہ ہو ہر دانہ شرر خرمنِ دل کا — ہے آہ مری برق سے ہم دوش فلک پر
حیران ہوں لبِ بام نقاب ان نے لی منہ پر — یا ماہ ہوا ابر میں روپوش فلک پر
گر ایک نظر اس بتِ رقاص کو دیکھے — زہرہ کو ہو رقص اپنا فراموش فلک پر
ہم دم بھی مری چشم سو ہیں زیر زمیں کوں — کس طرح نہ ہو ابر سیہ پوش فلک پر
اک دم میں دکھا دے خمِ گردوں کو تماشا — جوشش جو ہو مجھ سا کوئی مے نوش فلک پر

کیا کیا ستم نہ تو نے کیے میری جان پر ۱۵۷ — آیا نہ حرفِ شکوہ کبھی اس زبان پر
رنگیں نہ ہو جو خونِ دلِ داغ دار سے — تلوار سے تری نہ جھڑے پھول سان پر
یہ تیرِ آہ سنگ سے گزرا تو کیا ہوا — جب کارگر نہیں دلِ نامہربان پر
میں وہ سیاہ بخت ہوں امکان ہی نہیں — سایہ فگن ہما ہو مری استخوان پر

کہتا ہوں سرگزشت بس رو رو بہ رنگِ شمع ۔۔۔ ٹک کان رکھیو یار مری داستان پہ
نالے نے میرے سنگ دلوں کو رُلا دیا ۔۔۔ افسوس ہے کہ جوں نہ پھری تیری کان پہ
اُس ترکِ تند خو سے طلب گار بوسہ ہوں ۔۔۔ اے جوشش آج کھیلا ہوں میں اپنی جان پہ

۱۵۸
زلف اُس کی جو کھل پڑی منہ پہ ۔۔۔ شام تھی صبح کی گھڑی منہ پہ
ہم نے منہ پر نگاہ کی اُس کے ۔۔۔ اُن نے تلوار ہی جڑی منہ پہ
گلہ آمیز حرف اُس کے حضور ۔۔۔ کون لائے گھڑی گھڑی منہ پہ
ہیں مسلسل یہ اشک کے قطرات ۔۔۔ یا کہ موتی کی ہے لڑی منہ پہ
ابرِ مژگاں حریفِ طوفاں ہے ۔۔۔ آنہ برسات کی جھڑی منہ پہ
شرط انداز ہے گر آئے ۔۔۔ بات چھوٹی ہو یا بڑی منہ پہ
اِن دنوں یار بے طرح جوشش ۔۔۔ ہاتھ پھیرے ہے ہر گھڑی منہ پہ

۱۵۹
نہ ڈر قاصد گرا کر اشکِ بے تاثیر کاغذ پر ۔۔۔ ہمیشہ شعلہ زن ہے آتش تصویر کاغذ پر
وہ جب خط کو لگا تھا پھاڑنے قاصد یہ کہتا تھا ۔۔۔ کرے تقصیر لکھنے والا ہو تعزیر کاغذ پر
اُٹھائے فیض کامل سے وہی جو کوئی قابل ہو ۔۔۔ طلا ہوتا نہیں رکھ دیکھیے اکسیر کاغذ پر
قلم جلنے لگے ہے آگ لگ اُٹھتی ہی کاغذ میں ۔۔۔ کروں کس طرح سوزِ دل کو میں تحریر کاغذ پر
گنہ گاروں میں ہوں ٹکڑے ہی ٹکڑے کر مجھے لیکن ۔۔۔ لگا دے در پہ ٹک لکھ کر مری تقصیر کاغذ پر
سوادِ خط نہیں سیمیں بدن رخسار پر تیرے ۔۔۔ لکھی ہے سورۂ والشمس کی تفسیر کاغذ پہ
جگر کس کا ہے جو اس کو پڑھے یا دیکھے اے جوشش ۔۔۔ لکھا بھی حال دل کا ہم نے بے تقدیر کاغذ پہ

۱۶۰
ہے تنِ کاہیدہ رشکِ سایۂ مژگانِ مور
کیا تعجب ہے اگر ہوئے نہ زیبِ خوانِ مور

ناتوانوں کو توانائی نہ ہو یارب نصیب
بال و پر ہوتا ہے آخر کو وبالِ جانِ مور

زلف کے ہو سامنے کیوں کر خطِ رخسارِ یار
مارتے دعوائے ہم چشمی نہیں شایانِ مور

کیا سر و ساماں سے مطلب بے سر و ساماں کو ہے
بے سر و سامان ہے اے دل سر و سامانِ مور

ہے قناعت پیشہ محتاجِ کس و ناکس نہیں
دیکھ ہر خرمن ہے خوانِ نعمتِ الوانِ مور

بے در و درباں نہیں ہیں خاکسارانِ جہاں
مور کا گھر ہے حقیقت بن در و دربانِ مور

خاکساری موجبِ افزونیِ ہمت ہے یاں
دیکھ لے جوشش سلیماں سا ہوا مہمانِ مور

۱۶۱
رخ پہ چاہے تھا کہ دل کو کرے تسخیر بہ زور
زلف نے ڈال ہی دی پاؤں میں زنجیر بہ زور

نطق کرتی ہے ترے سامنے طوطی اس طرح
جس طرح صاحبِ لکنت کرے تقریر بہ زور

بے طلب گار جفا اس سے جفا تھا لیکن
لگ گئی آج گلے سے تری شمشیر بہ زور

توڑتا پھر بھی ہے منظور جو یہ دل شکناں
خانۂ دل کو مرے کرتے ہیں تعمیر بہ زور

دیکھتا کیا ہے کھڑا کھینچ کمر سے تلوار
لائی ہے سامنے تیرے تجھے تقدیر بہ زور

بے کسی پھر نہ کبھی آئیو آڑے ہرگز
کی معاف آج تو اُن نے تری تقصیر بہ زور

ملکِ دل جس کا ٹک آباد نظر آتا ہے
لوٹ لیتا ہے ترا حسنِ جہاں گیر بہ زور

اُس کی نظروں پہ چڑھے صیدِ دلوں کا کس طرح
جو کوئی صیدِ حرم کو کرے نخچیر بہ زور

اُس کے دل میں تو اثر کچھ نہیں کرتی جوشش
آہ کو اپنی کہیں صاحبِ تاثیر بہ زور

۱۶۲
شیخ جی تم نہ کہو خوف و رجا سے بہتر
خانۂ دل تو ہے اس خانۂ خدا سے بہتر

یار کے ہونٹوں کی تعریف نہ کچھ مجھ سے پوچھ — اے خضر ہیں یہ ترے آبِ بقا سے بہتر

طعنہ زن کفر پہ ہوتا ہے عبث اے زاہد — بت پرستی ہے تری زہدِ ریا سے بہتر

ہو نہ اس بحر میں پابند تو مانندِ حباب — دل اٹھاتا ہے یہاں حرصِ ہوا سے بہتر

دلِ سودا زدۂ عشق کی خاطر جوشش — کون زنجیر ہے اس زلفِ دوتا سے بہتر

۱۶۳

پیدا ہوا ہے دل میں نئے سر سے درد پھر — کیوں کر نہ ہوئے آہ مرا رنگ زرد پھر

کیا ہو گیا ہے دیدہ و دل کو جو ان دنوں — ہے وہ ہی اشکِ گرم وہی آہِ سرد پھر

کے دن کی زندگی ہے قناعت کر اختیار — دنیا کی جستجو میں نہ اے ہرزہ گرد پھر

دیوانے چھوڑ اس کی گلی کو کدھر چلا — مجنوں کی طرح تو نہ ہو صحرا نورد پھر

مت پائمال کر مرے مشتِ غبار کو — دامن ترا نہ چھوڑے گی ظالم یہ گرد پھر

سر کارِ عشق میں اسی ظالم کے ہاتھ سے — پہنچی ہے صاد کو مرے چہرے کی فرد پھر

جوشش کی گفتگو جو پسند آئی ہو تجھے — میں پڑھ سناؤں کوئی غزل کوئی فرد پھر

۱۶۴

غنچے کو دیکھ دل نہ لے احسانِ روزگار — کھاتا ہے خونِ دل جو ہو مہمانِ روزگار

دل ہے سو داغ داغ جگر ہے سو چاک چاک — کیا کیا بیان کیجیے احسانِ روزگار

اے زلفِ یار تجھ سے بھی آشفتہ تر ہوں میں — مجھ سا نہ کوئی ہوگا پریشانِ روزگار

دیکھا تو ایک گل میں بھی بوئے وفا نہیں — کی ہم نے خوب سیرِ گلستانِ روزگار

مل سب سے خرد ہو جو بزرگی کی ہے ہوس — جوشش نہ ہو تو مثلِ بزرگانِ روزگار

۱۶۵

کیوں حیا سے تو نکلتا نہیں گھر سے باہر — دیدِ خورشید ہے مقدورِ بصر سے باہر

نقشِ دل جب سے ہوا نام ترا مثلِ نگیں — گھر میں رہتا ہوں ولیکن میں ہوں گھر سے باہر
سیکڑوں تیر ترازو ہیں ترے غمزے کے — ایک دو ہوں تو نکالوں میں جگر سے باہر
اشکِ چشم آگے ترے خشک ہوا جاتا ہے — ہاں یہ لڑکا ہے نکلتا نہیں ڈر سے باہر
آہ بے تابیِ دل سوزِ جگر کے ہاتھوں — قطرۂ اشک نکلتے ہیں شرر سے باہر
ہر طرف تیرا ہی جلوہ ہے قفس میں صیاد — سخت حیران ہوں میں نکلوں کدھر سے باہر
ایمنِ عشق کا مت قصد کر اے طائرِ دل — شعلے نکلے ہیں وہاں شاخِ شجر سے باہر
عیب جو اہلِ ہنر ہوئے یہ امکان نہیں — عیب جوئی تو ہے آئینِ ہنر سے باہر
گننے میں آئیں جو دو چار ہوں لالے کی طرح — داغ اس دل میں تو ہیں حدِ نظر سے باہر
کیوں نہ آنکھوں میں جگہ اُس کی ہو جوں مردمِ چشم — پاؤں بھی جس نے رکھا ہوئے نہ گھر سے باہر
مل گئے خاک میں یاں قافلے لاکھوں جوشش — چل سکے ہے کوئی اس راہ گزر سے باہر

١٦٦

اے طبیبو تمھاری کیا تقصیر — دردِ میرا نہیں علاج پذیر
راست رو بھاگتے ہیں کج رو سے — کیا رہے خانۂ کماں میں تیر
چشمِ تحقیق سے اگر دیکھو — ایک ہی سے ہیں کچھ امیر و فقیر
گھر فقیروں کا بھی تماشا ہے — جا بہ جا موج زن ہے جوئے حصیر
ناتواں تیرے کیوں نہ ہوں ممتاز — ماہِ نو کو نہ جانے کوئی حقیر
ہاتھ آئی ہے جس کے دولتِ فقر — اُس کے نزدیک خاک ہے اکسیر
آگ پانی میں لگ اُٹھے جوشش — سوزشِ دل اگر کروں تحریر

کی ہے ترے دیوانے نے تقصیر سی تقصیر ۱۶۷ — دے پاؤں میں تو زلف کی زنجیر سی زنجیر
سو ٹکڑے کرے ایک اشارے میں دلوں کے — وہ ابروے خم دار ہے شمشیر سی شمشیر
تقدیر مناسب نہ ہوئی یار وگرنہ — کی تھی ترے ملنے کی میں تدبیر سی تدبیر
اے شیخ ستایا ہے بہت دخترِ رز کو — محشر میں تری ہووے گی تعزیر سی تعزیر
اک عمر کیا سیر مرقع کو جہاں کے — آئی نہ نظر کوئی تری تصویر سی تصویر
خوبانِ جہاں رکھتے ہیں کیا کیا لب و لہجہ — پر ایک میں جو ہو تری تقریر سی تقریر
چاہا کہ ملے خاک میں لیکن نہیں ملتا — ہے جسم کی جوشش کوئی تعمیر سی تعمیر

جہاں میں کس طرح سب ہوں برابر ۱۶۸/۳ — نہیں ہیں انگلیاں پانچوں برابر
خفا ہو کر لگا کہنے اُٹھا دے — جو اُس کے بیٹھے بھی جوں توں برابر
خط اُس کے منہ پہ یوں آتا چلا ہے — چلے ہیں مور جوں لاکھوں برابر

ہر چند مثل خضر یہاں ہو قرار عمر ۱۶۹/۵ — بے داغ عشق عین خزاں ہے بہارِ عمر
گھبرا کے مر ہی جاتے ہوس میں یہ غافلاں — ہوتا اگر جہان میں کچھ اعتبارِ عمر
یاں ذی حیات جتنے ہیں بے اختیار ہیں — مختار ہی کے ہاتھ میں ہے اختیارِ عمر
ہر چند صرف کیجیے اوقات عیش میں — پر ہے غم و الم ہی پہ آخر مدارِ عمر
جوشش کرے ہے سعی تو کر راہِ عشق میں — یہ کار و بارِ دنیوی ہے انتشارِ عمر

حدیثِ مستی و رندی پہ گر ہو گوش خاکستر ۱۷۰ — بنے ہر ایک گلخن بزم ناؤ نوشِ خاکستر
جلایا آتشِ دوری نے تیری یاں تلک ہم کو — تنِ خاکی ہمارا ہو گیا ہم دوشِ خاکستر

یہ نیرنگی یہ جلوہ اس چمن میں کیوں ہو اس کو — کہ ہے داغ پر طاؤس ہم آغوشِ خاکستر

ترے دل سوختوں کی زندگی ہے خاکساری میں — رہے اخگر جو اخگر پر نہ ہو سرپوشِ خاکستر

خموشی عین گویائی ہے دیکھو آتش کدے میں جا — زباں شعلے سی رکھتا ہے لبِ خاموشِ خاکستر

ضرر کب پہنچے ہے دستِ توانا سے ضعیفوں کو — کہ ہر دم سرکشیِ شعلہ سے ہے جوششِ خاکستر

نہیں دیکھا ہے ٹک دیکھی جو اس کے خاکساروں کو —— ابھی اڑ جائے جوشش دیکھتے ہی ہوشِ خاکستر

۱۷۱

لطف و اشفاق ترا مجھ کو تو کیا ہے درکار — میں ستم کش ہوں مجھے جور و جفا ہے درکار

کام کیا دیر و حرم سے مجھے دیوانہ ہوں — اک مکاں رہنے کو اوروں سے جدا ہے درکار

پنکھڑی گل کی تو شرمندہ ہے اب ہی ظالم — کفِ پا کو ترے کیا رنگ حنا ہے درکار

نہ مدد بخت سے چاہوں نہ کروں منتِ چرخ — میں ہوں عاشق مجھے اس کی ہی رضا ہے درکار

ایک بیمار تری چشم کے ہیں مرگ طلب — ورنہ ہو جس کو مرض اس کو شفا ہے درکار

آہ سرد و مژہ اشک فشاں دے یارب — میں ہوں مے خوار مجھے ابر و ہوا ہے درکار

آتشِ عشق سے کر دل کو گداز اے جوشش —— مثلِ آئینہ اگر تجھ کو صفا ہے درکار

۱۷۲/۵

رہتا ہے خوف مجھ کو مری جان بیشتر — رکھتا ہے حرف غیر پہ تو کان بیشتر

رنج و ملال قسمتِ سرگشتگاں میں ہے — رہتے ہیں روتے صاحبِ عرفان بیشتر

ممکن نہیں کہ خاطرِ عشاق جمع ہو — رہتی ہے زلف اس کی پریشان بیشتر

طوفانِ اشک کیوں نہ ہو فصلِ بہار میں — کرتی ہے سیل ان دنوں طغیان بیشتر

جوشش رقیب کیوں نہ رہیں اس کے گرد پیش —— ہوتے ہیں خارِ گل کے نگہبان بیشتر

بے مے و معشوق جب گھر آئے ابر ۱۶۳ کس طرح سے پھر نہ کہیے ہائے ابر
دو دِ دُنیا کو ہے یوں اس زلف پر جس طرح سے ابر پر آجائے ابر
مغفرت سے معصیت بھاگے ہے یوں جوں ہوائے تند سے اُڑ جائے ابر
کشتیِ مے کا ہے ساقی ناخدا ہے ہوا پر موج زن دریائے ابر
جوشش اپنے کلبۂ احزان میں گر کرم فرمائے برق اور آئے ابر
گرمیِ نالہ سے ہو بے تاب برق اور دودِ آہ سے گھبرائے ابر

ہوا گر ہاتھ مرا چاکِ گریباں سے دور ۱۶۴ یا الٰہی رہے اُس گوشۂ داماں سے دور
دل جلوں کو نہیں اسبابِ تعلق سے غرض ہے سرِ شمعِ خیالِ سر و ساماں سے دور
حسن اس کا ہے ترقی میں دل اپنا مہجور موسمِ گل میں یہ بلبل ہے گلستاں سے دور
دامنِ کوہ و بیاباں ہو ابھی رشکِ چمن آستیں ہوئے اگر دیدۂ گریاں سے دور
تیرے ہاتھوں سے توقع ہے یہی جوشش کو زخم دل کا نہ رہے فیضِ نمک داں سے دور

نہ کر آزردہ یار کی خاطر ۱۶۵ اس دلِ داغ دار کی خاطر
بے مروت ہمیں عزیز ہوئی تیری خاطر ہزار کی خاطر
آئے گا سنگ آستانۂ یار اپنی لوحِ مزار کی خاطر
اشک مت کر سفید آنکھوں کو رہنے دے انتظار کی خاطر
لے دمِ واپسیں ذرا دم لے اس کے بوس و کنار کی خاطر
بگڑی ہے میری اس کی اے جوشش ابھی دارو مدار کی خاطر

۱۷۶/۵

زلفوں میں کیوں نہ ہو یہ دلِ زار بے قرار   شب کو زیادہ ہوئے ہی بیمار بے قرار

آرام ایک دم نہ میسر ہو خلق کو   گر ہم سے اس جہان میں ہوں چار بے قرار

تو نے تو اب کمانِ تغافل چڑھائی آہ   کیوں کر نہ ہو یہ صید گرفتار بے قرار

مثلِ چکور ہر گھڑی ہر دم اے مہ جبیں   رہتے ہیں تیرے طالبِ دیدار بے قرار

جوشش چمن میں کیا گل و کیا سرو کیا سمن — دیکھ اس کو ہو گئے ہیں سبھی اک بار بے قرار

۱۷۷/۶

زیارت گاہ عالم ہے ترا در   درِ کعبہ سے کیا کم ہے ترا در

اٹھا مت دے مجھے میں نزع میں ہوں   مرا مامن کوئی دم ہے ترا در

قدم واں پڑ نہیں سکتا کسی کا   غرض تیرا ہی مقدم ہے ترا در

میں تجھ سے رات کے رونے کا احوال   کہوں کیا دیکھ لے نم ہے ترا در

بھلا کیا اور در کے ہو رہیں گے   ستم گر چھوڑ کر ہم ہے ترا در

گدا تیرا ہی جوشش اس کے نزدیک — بجائے مسندِ جم ہے ترا در

۱۷۸/۶

دلِ صاف اپنا داغوں سے مکدّر ہو گیا آخر   حجابِ جوہرِ آئینہ جوہر ہو گیا آخر

جدائی میں تری سیماب آتش دیدہ کے مانند   ہجومِ بیقراری سے یہ مضطر ہو گیا آخر

محیطِ عشق کو اول میں جائے امن سمجھا تھا   ولے دستِ شناسا یہ سکندر ہو گیا آخر

صفا پرور سے فیضِ اہلِ صفا کو پہنچ رہتا ہے   صدف میں قطرے کو دیکھا نہ گوہر ہو گیا آخر

گرفتاری عجب کچھ ہے کہ یہ وارستہ دل اول   موقّر تھا جن آنکھوں میں محقّر ہو گیا آخر

بتاں کی آتشِ دوری میں ہنس ہنس اے جوشش — دلِ سوزاں مرا شاکِ سمندر ہو گیا آخر

۱۷۹/۷

میں مرگیا پہ ہے وہی آہ و فغاں ہنوز — نالاں ہیں نے کی طرح مرے استخواں ہنوز

ہیں زخم بے شمار یہ کیا دل ہے کیا جگر — مشتاقِ زخمِ تازہ ہے یہ نیم جاں ہنوز

تو میری سرگزشت سے گھبرا گیا ابھی — باقی ہے تجھ سے کہنے کو اک داستاں ہنوز

دل لے چکے ہو جان بھی حاضر ہے لیجیے — منظور تم کو ہوئے اگر امتحاں ہنوز

اے بخت سجدہ گاہ دو عالم ہوئی تو کیا — اپنی جبیں سے دور ہے وہ آستاں ہنوز

ہر ایک ناتوان توانا ہوا اسکر — بے طاقت و تواں ہے ترا ناتواں ہنوز

جوشش اگرچہ خاک میں ہم مل گئے ولے — دیتا نہیں یہ چرخِ ستم گر اماں ہنوز

۱۸۰/۹

دیدار کی ترے نہ گئی آرزو ہنوز — ہم مرگئے پر آنکھوں میں پھرتا ہے تو ہنوز

صد پارہ ہو گیا یہ گریباں گل کی طرح — چاکِ جگر سے دور ہے دستِ رفو ہنوز

جاتا نہیں مزاج سے اس کے خیالِ حسن — خط آچکا پر آئینہ ہے رو بہ رو ہنوز

ہم جستجوئے یار میں پہنچے قریبِ مرگ — پر ہے وہی تلاش وہی جستجو ہنوز

ق

شیریں مقال جتنے ہیں جوشش جہاں میں — ہر چند ہونٹ چاٹتے ہیں رو بہ رو ہنوز

لیکن ہزار حیف کہ نزدیکِ یار کے — کرسی نشیں نہیں ہے مری گفتگو ہنوز

۱۸۱/۹

ہے اس کے دل میں صنعِ الٰہی کا ڈر ہنوز — لرزاں جو مہر نکلے ہے یاں ہر سحر ہنوز

جوں شمع صرف شعلۂ داغِ جگر ہوئے — دیکھا نہ اشک و آہ نے روئے اثر ہنوز

عالم کو دیکھتا ہوں کہ سر سے گزر گیا — لیکن وہ کھولتا نہیں اپنی کمر ہنوز

ڈھایا بنائے چشم کو سیلِ سرشک نے — پر حال کی مرے نہیں اس کو خبر ہنوز

آئی گئی بہار چمن سے ہزار بار — تڑپے ہے دام ہی میں یہ بے بال و پر ہنوز
پھولے پھلے سبھی شجر اس باغ میں مگر — لایا نہ نخل آہ ہمارا ثمر ہنوز
کیا فائدہ جو نالۂ شب گیر کیجیے — مقبول تو ہوئی نہ دعائے سحر ہنوز
میں مر گیا ہوں عشق میں کس سر زمیں کے — اُڑتی پھرے ہے خاک مری دربدر ہنوز
جوشش سر اس کی راہِ فنا میں دیا تو کیا —— جاتا نہیں ہے سر سے مرے دردِ سر ہنوز

۱۸۲/۱۰

ہمارے حال پہ اس کی نظر نہیں ہرگز — کسی کے دل کی کسی کو خبر نہیں ہرگز
وہ ہے تو غنچہ دہن پر دہن نہیں یہ کھلا — وہ مو کمر ہے پر اس کے کمر نہیں ہرگز
ادا و ناز و کرشمہ سبھی ہیں اس کی طرف — سوائے آہ و فغاں کوئی ادھر نہیں ہرگز
ڈروں نہ تیغِ نگہ سے نہ تیرِ مژگاں سے — میں بے جگر ہوں مرے تو جگر نہیں ہرگز
بہ رنگِ سرو مری آہ کیوں نہ سرکش ہو — یہ وہ شجر ہے کہ جس کے ثمر نہیں ہرگز
ہوا ہوں خاک ولیکن ہوں ایک ہی در کا — بہ مشتِ خاک مری دربدر نہیں ہرگز
یہاں جو رات ہے صبح اس کے ساتھ ہے لیکن — شبِ فراق کو میری سحر نہیں ہرگز
یہ دردِ دل تو مرا اور بھی دو چند ہوا — طبیب تیری دوا میں اثر نہیں ہرگز
صبا بھی دور کھڑی اپنے ہاتھ ملتی ہے — تری گلی میں کسی کا گزر نہیں ہرگز
ہوا ہے خلق جو اس شعلہ زار میں جوشش —— قیام اس کو بہ رنگِ شرر نہیں ہرگز

۱۸۳

کیوں نہ اشکِ تہِ مژگاں ہو اثر سے لبریز — ہوئے ہے شعلۂ خس پوش شرر سے لبریز
اپنے پروردہ سے کب فیض اٹھاتا ہے کوئی — نہ ہوا ایک صدف آبِ گہر سے لبریز

گو کہ ساقی نہ پیالہ دے لبالب مے سے — ساغرِ چشم تو ہے خون جگر سے لب ریز
بادۂ شوق ترے لب کا نہ اک بوند گرا — جام دل کو ہیں کیا ایسے ہنر سے لب ریز
تلخ کام آہ یہ ناکام ہے جب تک نہ ملے — اُس کا پیمانہ لب شہد و شکر سے لب ریز
دیکھ ٹک آکے تماشائے چمن اے گل رو — نہریں ہیں چاروں طرف دیدۂ تر سے لب ریز
کیوں ہو اس بحر کو یہ جوش و خروش اے جوشش — کاسے گرداب کے ہیں دیدۂ تر سے لب ریز

دل میں یوں رہتے ہیں اُس کے تیر کے پیکاں عزیز ۱۸۴ — خانۂ اہل کرم میں جوں رہیں مہماں عزیز
درد جو رکھتا ہے اس کو ہے دوا کی آرزو — ایک تیرے دردمند دل کو نہیں درماں عزیز
شیوۂ آزادگی رکھتے ہیں جو ہیں دل جلے — شمع کو ممکن نہیں ہوئے سر و ساماں عزیز
دشمن جانی ہمارا واقعی تو ہے پہ ہم — جان سے بھی جانتے ہیں تجھ کو اے جاناں عزیز
مصرع بسمل پہ جوشش ایک مرتے میں ہیں — "ورنہ یاں کس کو نہیں ہے اپنی اپنی جاں عزیز"

ترے عارض پہ خط نکلا ہے کیا سبز ۱۸۵ — کوئی سبزہ نہیں اس طرح کا سبز
ترے ہاتھوں سے مِل لائی حنا رنگ — وگرنہ فی الحقیقت تھی حنا سبز
گریباں چاک کر ڈالا گلوں نے — گلے میں دیکھ کر تیرے قبا سبز
کیا کیا کام اے زہرِ غم ہجر — بہ رنگِ درد میرا ہو چلا سبز
برسنے کو برس اے ابرِ مژگاں — نہ ہو گا نخل میری آہ کا سبز
خیالِ قامتِ جاناں میں ہر آہ — بہ رنگِ سرو ہے سرتا بہ پا سبز
قبا ہر رنگ کی ہے تو ش نما لیک — اسے پھبتی ہے جوشش سرخ یا سبز

۱۸۶ ہ

ہیں داغ مرے جزو بدن جوں پرِ طاؤس
مخلوق ہوں اس دہر میں ہم پیکرِ طاؤس

اُس روئے مخطط پہ ہیں یوں زلف کے حلقے
قرآن پہ جس طرح رکھے ہوں پرِ طاؤس

سر پر ترے یہ طرّۂ زر زرد پہ چھپے ہے
پامال حسد کیوں نہ ہو تاجِ سرِ طاؤس

رکھتے ہیں جو یہ جلوۂ نیرنگ ای جوشش
کیا آگ دبی ہے تہِ خاکسترِ طاؤس

۱۸۷ ی

زلف رکھ دل کو نہ چشمِ سیہ یار کے پاس
کوئی رکھتا نہیں بیمار کو بیمار کے پاس

صیقلِ عشق سے دل صاف اگر ہو جائے
مثلِ آئینہ رہا کیجیے اُس یار کے پاس

دانۂ اشک کی تسبیح ہے اور زلف کی یاد
نے ہوں اس سبحے کے نزدیک نہ زنار کے پاس

ہجر میں ہوش و خرد تاب و تواں ایک نہیں
جز گرفتاریِ دل تیرے گرفتار کے پاس

رو نمائی تجھے کیا دیوے گا اے مایۂ حسن
نقدِ جاں بھی نہیں اس طالبِ دیدار کے پاس

آرزو دل میں ہماری ہے یہی ای جوشش
یہ غزل پڑھتے کبھی بیٹھ کے اُس یار کے پاس

۱۸۸ ہ

کیا کریں گے یاد اے صیّاد آرامِ قفس
حکم دے پروانہ کا کاٹ تا ہیں بامِ قفس

اے ستم ایجاد تیری زلف و خط کے روبرو
کوئی لے سکتا ہے نامِ دام یا نامِ قفس

جان کا ہونا ہے سودا ہر سحر اے باغباں
مجھ کو اس صبحِ چمن سے خوب تھی شامِ قفس

کانٹے سے چبھتے ہیں میری دل میں خارِ آشیاں
یاد جب آتا ہے گل چیں مجھ کو آرامِ قفس

ہاتھ میں صیّاد کے جاتے ہی جوشش ہو گئے
نے قفس کے در کو دیکھا ہم نے نے بامِ قفس

۱۸۹ ی

کبھی نہ دے گئے اک زخم یادگارِ افسوس
چلی نہ مجھ پہ تری تیغ آبدارِ افسوس

ہوا یہ حال مرا عشق میں کہ دشمن بھی
ملیں ہیں دستِ تاسف کریں ہیں یارِ افسوس

سبھوں سے تجھ کو ہوئی بے تکلفی لیکن　　اُٹھا نہ ہم سے تکلف ترا ہزار افسوس

بہ سان شانہ ہوا چاک چاک دل لیکن　　لگی نہ ہاتھ تری زلف تابدار افسوس

نسیم نبری طرح روز اُٹھ کے خاطر خواہ　　نصیب ہیں نہ ہوئی سیر کوئے یار افسوس

کریں ہیں منع مجھے یار تیرے ملنے سے　　ہوئے ہیں دشمن جانی یہ دوستدار افسوس

بہ این فصاحت و خوبی جہاں میں ای جوشش — ہمارے شعر نے پایا نہ اشتہار افسوس

۱۹۰

ہے دل مرا ای دل بر ہم شیشہ و ہم آتش　　چھوڑے ہے قدم آ کر ہم شیشہ و ہم آتش

دل شیشہ جگر اخگر تن خاک کی ڈھیری ہے　　ہے یاں تہ خاکستر ہم شیشہ و ہم آتش

یہ پیر مغاں کا تو اک ادنےٰ تصرف ہے　　مے خواروں کے ہے گھر گھر ہم شیشہ و ہم آتش

صنعت گری صانع ہے موجب حیرانی　　ہر سنگ کے ہے اندر ہم شیشہ و ہم آتش

تجھ حسن کے جلوے سے ہر ایک حباب جو　　آیا ہے نظر اکثر ہم شیشہ و ہم آتش

جس وقت پیے مے تو منہ کو ترے سادہ رو　　بے جا نہیں کہیے گر ہم شیشہ و ہم آتش

اب دیکھے ہے آئینہ وہ مہروش ای جوشش — یک جا ہے تماشا کر ہم شیشہ و ہم آتش

۱۹۱

سینے میں غم عشق نے کی مشتعل آتش　　اے اشک بجھا نا کہ لگی متصل آتش

یوں سردی دوراں سے دل افسردہ ہوا ہے　　پانی کے چھڑکنے سے ہو جوں مضمحل آتش

گرمی ترے ملنے کی جلا دیوے ہے اُس کو　　اتنا بھی تو پروانے سے مت گرم مل آتش

ہیں طور کے جلوے یہ ترے حسن کے جلوے　　کس طرح ترے آگے نہ ہووے خجل آتش

جوشش خدا را ولی ہے محبت کے شرر سے — دیوے ہے جلا شہر کے شہر ایک تل آتش

دل ہے کیا سینۂ سوزاں میں قرینِ آتش ۱۹۲/۷ آتش اس کا ہے مکاں یہ ہی مکینِ آتش
ناتوانوں سے مدد پہنچے ہے یوں سرکش کو — خس و خاشاک ہے جس طرح معینِ آتش
نالۂ گرم اگر دل سے مرے سر کھینچے — خشک و تر ہوئے ابھی زیرِ نگینِ آتش
کیجئے کس واسطے منتِ کشیِ آبِ سرشک — دلِ سوزاں تو ہے مدت سے رہینِ آتش
شعلہ رویوں نے جلایا ہی جسے مثلِ شرر — اے سمندر ہے وہی صدر نشینِ آتش
تا نہ امدادِ طلب ابرِ مژہ سے ہو مرے — دلِ آتش سے نہ دھوئے کوئی کینِ آتش
کہہ تو کس واسطے جوشش یہ تردد یہ تلاش — تجھ سے سرسبز نہ ہوئے گی زمینِ آتش

اگر داغِ جگر اپنا دکھاؤں آب ہو آتش ۱۹۳/۵ وگر رونے لگوں میں تو ہوئیں نایاب ہو آتش
تجھے کس طرح کہیے آتشیں رخسار اے ظالم — اگر دیکھے تری صورت ابھی بیتاب ہو آتش
کنارہ کب کرے اے شعلۂ آہ و فغاں تجھ سے — سمندر وار جس کی زیست کا اسباب ہو آتش
اگر باطن میں ہم رنگی نہ ہو روشن ضمیروں کو — تو کیوں آتش سے ملتے ہی شرابِ ناب ہو آتش
بغیر اس کے جو گلشن میں کروں میں قصدِ مے نوشی — تو میرے سر پہ جوشش پرتوِ مہتاب ہو آتش

ہوئے نہ میرے دل سے لبِ یار فراموش ۱۹۴/۵ کرتا ہے نمک کوئی نمک خوار فراموش
قاصد تو اسے دیکھ کے سب بھولیو لیکن — مت کیجیو حالِ دلِ بیمار فراموش
صیاد رہا کر نہ عبث کنجِ قفس سے — اب ہو گئی ہم کو رہِ گلزار فراموش
اے ترک تری زلف کو دیکھے جو برہمن — ہو اپنے گلے کا اسے زنار فراموش
قاتل وہ مسلّم ہے پہ جی دھڑکے ہے جوشش — ہو جائے نہ اس کو یہ گنہ گار فراموش

کیوں کر نہ گرد باد کو ہووے ہوائے رقص ۱۹۵ سچ تو یہ ہے کہ دامنِ صحرا ہے جائے رقص

مشغولِ وجد رہ روِ راہِ فنا ہے تو — دیکھا نہیں شرر کو ہے کیا مبتلائے رقص

جب سے نظر پڑا ہے وہ رقاصِ دل فریب — بھاتا نہیں ہے مجھ کو یہاں کچھ سوائے رقص

بے رقص تجھ کو چین نہیں ایک آن بھی — پیرِ فلک تجھی سے ہے شاید بنائے رقص

بزمِ جہاں میں خیل مریدوں کے ساتھ لے ق پھرتے ہو مست، تو بہت تم برائے رقص

دیکھو گے اپنا حال جو کچھ ہوگا شیخ جی — باہر جو تال سم سے پڑا آج پائے رقص

جوشش ہی چرخ دشمنِ عیش ایک بدگماں — سر پیٹتے نہ دیوے کسی کو چہ جائے رقص

نے دولت آرزو ہے نہ دنیا نہ دیں غرض ۱۹۶ یارب میں بے غرض ہوں مجھے کچھ نہیں غرض

بے عشوہ بے کرشمہ و بے ناز و بے ادا — عالم کے دل کو لے گیا وہ نازنیں غرض

اس طرح کا نہ ہوگا کوئی باغ دل کشا — کوچے کو تیرے چھوڑ کے جاویں کہیں غرض

اپنے ہی آستانۂ دل پر ہے جبہہ سا — رکھتا نہیں کسی سے یہ گوشہ نشیں غرض

رہتا ہوں اس کمر کے تصور میں دم بہ دم — مجھ سا نہ کوئی ہووے گا باریک بیں غرض

اتنا نہ کھائیں خونِ جگر فکرِ شعر میں — ہووے نہ شاعروں کو اگر آفریں غرض

جوشش بہ زور لایا ہوں میں زیرِ پائے فکر — تھی آسمان سے بھی پرے یہ زمیں غرض

اگر عارض ہوا اس آئینہ رو کا سبزہ زارِ خط ۱۹۷ خجالت سبزۂ آبِ رواں کو دے بہارِ خط

منڈلائے روز اُٹھ کیوں کر نہ وہ روئے مخطط کو — کہ اس نازک بدن سے اُٹھ نہیں سکتا ہی بارِ خط

میں ہوں آشفتۂ زلف و جگر دیوانۂ رخ ہے — یہ دل ہے داغ داغِ خال و جاں ہے بے قرارِ خط

اگر وہ گل بدن جائے کبھی گل گشتِ گلشن کو — بلا گردان ہو سنبل زلف پر پیچاں نثارِ خط
جلا دیتا ہے اس آئینہ رو کے منہ کو اے جوشش — غبارِ خاطرِ عشاق ہو کیوں کر غبارِ خط

۱۹۸
صاف طینت سے کریں ہیں شعلہ رو کم اختلاط — آب و آتش میں نہیں ہوتا ہے باہم اختلاط
اشک کے قطرے ہیں کیوں میرے مژہ سے مختلط — خار سے دیکھا نہیں رکھتی ہو شبنم اختلاط
غنچۂ گل سے صبا کو اس طرح کب ربط ہے — دم کو ہے جس طرح دل کے ساتھ ہر دم اختلاط
کھو دیا ہے گو تری خط نے صفائے حسن لیک — تجھ سے اس عالم پہ بھی رکھے ہے عالم اختلاط
بلبلوں کی طرح ہر گل سے نہیں کرتے ہیں ربط — غنچۂ دل ہی سے رکھتے ہیں سدا ہم اختلاط
یہ نہیں ہونے کا جوشش تا نہ چھڑکے وہ نمک — زخمِ دل سے میرے کیوں کرتا ہے مرہم اختلاط

۱۹۹
منظور ہو جو سینۂ سوزاں کی احتیاط — جوشش کر اپنے دیدۂ گریاں کی احتیاط
میرے دل و جگر کو تو رہتی ہے دم بدم — منظور اس کے تیر کے پیکاں کی احتیاط
ناصح کہا بھی مان کسی کا نہ کر رفو — مجھ سے نہ ہو سکے گی گریباں کی احتیاط
بے احتیاط چھوڑ نہ دے اپنے حسن کو — لازم ہے باغبان کو گلستاں کی احتیاط
کہہ دیجو کوہ سے بھی کہ آتی ہے سیل اشک — صحرا نے کی ہے اپنے بھی داماں کی احتیاط
ہم سے غریب خاک میں جوشش ملے ملے — کرتا ہے کون گور غریباں کی احتیاط

۲۰۰
ہمارے اس کے جو آپس میں تھے ربط — کہاں باقی ہیں وے اخلاص وے ربط
کبھی دل مانگتے ہو تم کبھی جان — جفا کیشاں زہے خلطہ زہے ربط
بگڑ جاتا ہے وہ تو بات سے کہتے — کوئی اس تند خو سے کیا کرے ربط

کہے دیتا ہوں اے ناصح خبردار   بہت مت بول میرے آگے بے ربط

ملا کر اس سے گر ہے ربط منظور   نہیں ہوتا کسی سے بے سے ربط

وہی شاعر مسلم ہے اے جوشش ـــــ   جو اک کو دوسرے مصرع سے دے ربط

نہ اس کے لطف سے خوش نے کرم سے محظوظ ۲۰۲   عجب یہ دل ہے کہ جور و ستم سے ہے محظوظ

کوئی دم اور ہی رہنے دے شست شوخ مت کر   مرا لہو تری تیغ دودم سے ہے محظوظ

کوئی ہے عیش سے محظوظ کوئی طرب سے خوش   یہ دردمند ترا درد و غم سے ہے محظوظ

ہوئی ہے جس کی بہاں چشم دل کو بینائی   وہ کب مشاہدۂ جام جم سے ہے محظوظ

طواف دل سے ہی بے بہرہ جو کوئی اے شیخ   تری طرح وہی طوف حرم سے ہے محظوظ

چمن سے اس کو غرض کیا ہے اے نسیم سحر   بہشت خاک تو کوئے صنم سے ہے محظوظ

جو کوئی درد سے ہے آشنا وہی جوشش ـــــ   ہمارے شعر سے خوش اور ہم سے ہے محظوظ

کر سیر باغ دل جو ہو آہنگ ہے وسیع ۲۰۳   ان گلشنوں کی طرح نہیں تنگ ہے وسیع

رکھے ہے مست یاد خط پشت لب مدام   کب اتنا عرصۂ نشۂ بنگ ہے وسیع

دیکھا ہے ہیں نے خوب سا دامان کوہ کو   دامان دل کا وہ نہیں ہم سنگ ہے وسیع

وحشت سرائے قیس سے دیکھا جو غور کر   دشت جنوں مرا کئی فرسنگ ہے وسیع

ظالم تو اپنے گھر سے نکالے ہی کیوں مجھے   ملک خدا نہیں ہے میاں تنگ ہے وسیع

جوشش بہار وسعت ملک عدم کہاں ـــــ   ہستی تو ہے وسیع پہ بے رنگ ہے وسیع

اب عیادت کو مری تونے جو کی ہے تصدیع ۲۰۴   اک ذری بیٹھ کہ بس ایک ذری ہے تصدیع

سرمہ سا چشم کا بیمار ہوا ہیں جب سے
بول سکتا نہیں کچھ آہ یہی ہے تصدیع

لاکھ تدبیر کرو پر وہ ہوا ہی چاہے
جس کی قسمت میں یہاں جس نے لکھی ہے تصدیع

نالہ و آہ و فغاں وصل میں بھی کم نہ ہوئے
تھی جو کچھ ہجر میں تصدیع وہی ہے تصدیع

داغِ دل زخمِ جگر اپنے ترقی پر ہیں
ٹک خبر لے مری ان روزوں بڑی ہے تصدیع

دردِ پہلو ہے کبھی اور کبھی سوزشِ دل
بے طرح ان دنوں کچھ ہونے لگی ہے تصدیع

ہوئے آرام طلب راہ طلب میں جب سے
ہم کو تصدیع جدی دل کو جدی ہے تصدیع

دیکھتا ہوں میں زمانے میں تو اک عالم کو
ق
کبھی آرام بھی ہے اور کبھی ہے تصدیع

لیکن احوال یہ جوشش کے جو کرتا ہوں نظر — کبھی آرام نہیں اس کو نری ہے تصدیع

کروں نہ دولتِ دنیا کی زینہار طمع
۲۰۴
دکھائے گو کہ یہ میرے تئیں ہزار طمع

بہ رنگ شمع ہے اس سوز عشق سے مجھ کو
دل برشتہ غرض چشم اشک بار طمع

اگرچہ نزع میں ہوں میں پر ایک بوسے کی
مجھے ترے لبِ جاں بخش سے ہے یار طمع

یہ کون زہد ہے زاہد یہ کون تقویٰ ہے
زباں پہ بے طمعی دل میں بے شمار طمع

وہ چشم مست تری خون دل کی ہے مشتاق
رکھے ہے جوں مے گل گوں کی مے گسار طمع

وہ کیوں نہ سبزۂ خط چاہے اپنے عارض پر
کہ باغ بان کو ہے باغ سے بہار طمع

خدا نہ دیوے کسی چیز کی طمع جوشش — ہمارے دل میں یہ آئی ہے بار بار طمع

ہوئے ہیں سرمہ تاباں جو تماشائیِ شمع
۲۰۵
کھائے پر ہم ابھی یہ انجمن آرائیِ شمع

ایک پروانے کو گرتے نہ سنبھالا اس نے
آستیں میں ہی رہا پنجۂ گیرائیِ شمع

چشم کس طرح نہ روشن رہے تا مرگ اُس کی — خاک پروانہ کی ہی سرمۂ بینائی شمع
سمجھیں ہیں اہل نظر رتبۂ تنہائی کو — دیکھیے کیا چشم لگن جلوۂ تنہائی شمع
بھول ہی جائے اُسے اپنی تجلی جوشش — محفل دل کی اگر طور کو دکھلائیے شمع

۲۰۶

ہر شب جو کھیلتی ہے یاں اپنی جان پر شمع — عاشق ہوئی ہے شاید اُس بدگمان پر شمع
منصور وار کیوں کر سر سے نہ دار نکلے — لاتی ہے راز دل کو اپنی زبان پر شمع
پروانہ بے جگر ہے جو اُس پہ جا گری ہے — ورنہ سنانِ خوں ریز ہے شمع دان پر شمع
سوز و گداز اپنا سارا بیاں نہ ہوئے — لاکھوں جلیں بجھیں گو ہر داستان پر شمع
سنگِ مزار پر اس سرگشتہ کے جو آتی — تیغ زبان آتی تیری نہ سان پہ شمع
ہے بار یاب ہر شب تو بزمِ مہ وشاں میں — تو ہی دماغ تیرا ہے آسمان پر شمع
پروانہ تیرے آگے پرواز کر سکے گا — آیا مزاج تیرا گر امتحان پر شمع
سوز کلام جوشش برقِ ہر انجمن ہے — نازاں نہ رہیو ہرگز اپنی زبان پر شمع

۲۰۷

ہوئے ہیں دل خمِ ابرو میں تیری جاناں جمع — کہ جیسے مسجد کعبہ میں ہوں مسلماں جمع
نہ کر خیال کہ مژگاں ہیں اُس کی ای ناداں — یہ مے کدے کے ہیں در پر سیاہ مستاں جمع
کمان ابرو و تیرِ نگاہ و تیغِ مژہ — ہمارے قتل کو اُس نے کیا یہ ساماں جمع
گلوں کو بھرتا ہے دامن میں جس طرح گلچیں — کرے ہے اشک کے قطروں کو میرے داماں جمع
ہمارا دل نہ ہو کس طرح رشکِ مقناطیس — کہ اُس کے تیروں کے آ کر ہوئے ہیں پیکاں جمع
ہمیشہ دستِ جنوں دھجیاں اُڑاتا ہے — کہاں سے اُس کے لیے میں کروں گریباں جمع

گرہ نہ دیوے گا جب تک تو زلفِ ابتر کو — کبھی نہ ہوگی مری خاطرِ پریشاں جمع
یہ چاند ماتھے پر اس کے نہ ہوئے ای جوشش — ہوئے ہیں مہرِ درخشاں و ماہِ تاباں جمع

۲۰۸/۵

رکھتا نہیں ہیں لالہ صفت دل میں چار داغ — طاؤس وار جزوِ بدن ہیں ہزار داغ
جوں ماہتاب عشق میں اُس آفتاب کے — چھاتی سے میری پھوٹ کے نکلا ہی یار داغ
ہر چند اب وہ سوزِ محبت نہیں مگر — سینے میں رہ گئے ہیں کئی یادگار داغ
سجدے کا یہ نشاں نہ ہو ماتھے پہ شیخ کے — رکھتا ہے وہ بھی تیری غلامی کا یار داغ
نے کوئی لالہ پہنچے ہے اُس کو نہ کوئی گل — جوشش رکھے ہے دل میں عجب کچھ بہار داغ

۲۰۹/۷

خوف کیا ہو گو صبا ہو دست اندازِ چراغ — داغِ دل میرا نہیں جلتا بہ اندازِ چراغ
سوختہ جانوں کے لب سے دور ہے آہ و فغاں — کب کسی کے کان تک پہنچے ہے آوازِ چراغ
خالی اسبابِ فنا سے بزمِ ہستی میں نہیں — دیکھیے گر غور سے انجام و آغازِ چراغ
دل سیہ دل کا ہو روشن دل سے روشن کیا عجب — ہوئے گھر تاریک روشن ہے یہ اعجازِ چراغ
اے دلِ افسردہ سازش کر تو سوزِ عشق سے — دیکھ تو ٹک سوز کے ہے ساتھ کیا سازِ چراغ
تا سحر گرد اُس کے تھا آخر کو جل کر رہ گیا — مثلِ پروانہ نہ دیکھا کوئی دم سازِ چراغ
دل سیہ تیرا ہی جوشش قدرِ داغِ عشق کر — خانۂ تاریک میں ہوتا ہے اعزازِ چراغ

۲۱۰/۵

رات بے تابانہ ہو کر صدقۂ فرقِ چراغ — دل جلا پروانہ آخر ہو گیا غرقِ چراغ
لعل کے آویزے ہیں کانوں میں کیے جلوہ گر — رکھتی ہے صبحِ بنا گوشِ بتاں شرقِ چراغ
وصل کی شب داغِ دل جلتا جو تھا سو بجھ گیا — دامنِ زرتار اُس کا ہو گیا برقِ چراغ

دن کو آکر دیکھ اس کو رات دن جلتا ہے یہ — ہوئے گا معلوم تب اس داغ سے فرقِ چراغ

ماہ رو کو تیرے جوشش انجمن میں دیکھتے — رات پھیکا پڑ گیا سب زرق اور برقِ چراغ

۲۱۱/۳ کروں میں دید سے قطعِ نظر دروغ دروغ — اُٹھا کے آنکھ نہ دیکھوں اُدھر دروغ دروغ

سوائے راست تو باتیں نہ کر دروغ دروغ — کہ راست راست ہوئے بے خبر دروغ دروغ

کہے ہے کون کہ دیکھی ہے میں کمر اُس کی — نظر پڑی کسے اُس کی کمر دروغ دروغ

۲۱۲/۲ اس دلِ صد چاک میں یوں جلوہ گر ہے اُس کا داغ — جیسے قندیلِ مشبّک میں چمکتا ہو چراغ

یار کے ہم راہ کیوں کر کیجیے سیرِ چمن — اُس سے آزردہ ہو گل اور مجھ سے بلبل بے دماغ

وصل میں بھی شمع رو کے مثلِ پروانہ مجھے — آہ اس بے تابیِ دل سے نہیں ملتا دماغ

ساقیِ گل فام جب غیروں کو بھیم جام دے — لالہ ساں لب ریزِ خوں کیوں کر نہ ہو میرا ایاغ

نے ملے ہے زلف میں نے ٹھہرے ہے کاکل کے بیچ — گم ہوا ہے دل ہمارا لیجیے کیدھر سراغ

گرچہ اے رشکِ چمن تھے دل گرفتہ غنچہ ساں — دیکھتے ہی منہ کو تیرے ہوگئے ہم باغ باغ

کم نگاہی تھی ہی تس پر منہ لگایا غیر کو — وہ مثل ہے اپنی جوشش داغ بر بالائے داغ

۲۱۳/۵ زخمیِ جگر کے دل میں ہے کیا آرزوئے تیغ — ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے پہ دیکھے ہے سوئے تیغ

قاتل کھڑے ہیں گرد تری لاکھوں تشنہ لب — قسمت میں کس کے دیکھیے ہے آبِ جوئے تیغ

ہر بات میں رقیب نہ کھا تیغ کی قسم — نامرد کو یہ چاہیے ہرگز نہ چھوئے تیغ

قاتل مرے بدن میں تو اک قطرہ خوں نہیں — ہر دم لہو سے کس کے ہے آلودہ روئے تیغ

جوشش وہ مار کر مجھے رو یا یہاں تلک — ہوئی اُس کے آبِ چشم ہی سے شست و شوئے تیغ

۲۱۵/۷

اُس کے رخسار پر کہاں ہے زلف — شعلۂ حسن کا دھواں ہے زلف
دامِ خط کا فریب کیا کھائے — طائرِ دل کا آشیاں ہے زلف
مجھ سے مت پوچھ اُس سے پوچھ ای ترک — حال کی میرے ترجماں ہے زلف
وصف اُس کا ہو مختصر کیوں کر — ایک طومار داستاں ہے زلف
ہم ہی قیدی نہیں ہوئی ای شیخ — دامِ ہر پیر و ہر جواں ہے زلف
گم ہوا جب سے یہ دلِ وحشی — چشم وابرو سے بدگماں ہے زلف
اپنے جوشش کو کشمکش میں نہ رکھ — حد ضعیف اور ناتواں ہے زلف

۲۱۵/٦

شاید گزر ہوا ہے ترا آج سوئے زلف — آتی ہے اے نسیمِ سحر تجھ سے بوئے زلف
ظاہر ہے پیچ و تاب سے اس درد آہ کے — دل میں بھری ہوئی ہے تری آرزوئے زلف
مجھ پر اسیر ہوتے ہی یہ عقدہ کھل گیا — کہتے ہیں جس کو دامِ بلا ہیں یہ موئے زلف
اے خضر تجھ سے عمر طلب کرتے پھر سپہر — دور و دراز ہوتی نہ گر راہ کوئے زلف
کیوں کر گلاب و مشک کی آئے نہ بو کہ ہے — روئے عرق فشاں ہی تری شست و شوئے زلف
آشفتہ حال ہم سے تو جوشش ہوئی خجل — سنبل کی کیا مجال جو ہو روبروئے زلف

۲۱٦/۷

مائل ہوں کب پناہ کی تدبیر کی طرف — دیکھوں ہوں جوں نشانہ تری تیر کی طرف
گر دیکھنا ہو روئے چمن پھر بھی اے صبا — جانا نہ اُس کی زلف گرہ گیر کی طرف
تیرے ہی در کی خاک کی نت آرزو رہی — آیا کبھی خیال نہ اکسیر کی طرف
جب موسمِ بہار کی سنتا ہوں میں خبر — روتا ہوں دیکھ دیکھ کے زنجیر کی طرف

لاکھوں ہی گھر کو خاک میں لے کر ملا دیا — آیا مزاج دہر نہ تعمیر کی طرف

زخمی پڑے سسکتے ہیں پر چھوڑتے نہیں — حسرت سے دیکھنا تری شمشیر کی طرف

جوشش کو آرزو دے اثر میں کیا تمام — آخر اسی کی نالۂ شبگیر کی طرف

۲۱۷

کیوں کہوں قامت کو تیری اے بت رعنا الف — اور کچھ خوبی نہیں رکھتا ہو اک سیدھا الف

جیسا ہی اس برہمن زادی کے قشقے کا الف — لکھ نہیں سکتا ہو کوئی خوش نویس ایسا الف

جب سے دی تعلیم گریہ اوستاد عشق نے — تختۂ سینہ پہ طفل اشک نے کھینچا الف

وصف بینی میں یہ کیا مصرع زباں پر آ گیا — اس کی بینی ہے بلند اور اس سے چھوٹا ہی الف

گرد ہی نقش و نگار چین ان کے روبرو — ہیں ردائے فقر پر اس طرح کے زیبا الف

قتل کو عاشق کے انگشت اشارت کر بلند — تیری انگشت اشارت ہی شہادت کا الف

سرکشی کرتا ہی یوں ہر آن میرا نفس شوم — جس طرح سے دم بدم ہو جاے ہی گھوڑا الف

انتے پر بھی ذات واحد سے ہیں غافل ناقصاں — کھنچ رہا ہے موے تن سے تن پہ سرتا پا الف

۲۱۸

کرتا ہے کون مجھ سے گنہگار کی طرف — سب بوسے ہیں اس بت خونخوار کی طرف

حسرت بھری نگاہ سے ہر گل چمن کے بیچ — دیکھے ہے تیرے گوشۂ دستار کی طرف

تیری طرح صبا نہیں جانے کے ہم کبھی — اس کی گلی کو چھوڑ کے گلزار کی طرف

کرنا جو قتل ہو تجھے قاتل تو کر گزر — کیا بار بار دیکھے ہے تلوار کی طرف

زاہد نہ پھر کبھی سوے محراب رو کرے — دیکھے جو تیری ابروے خم دار کی طرف

اے یار تیرا طالب دیدار مر چلا — ٹک دیکھ اپنے طالب دیدار کی طرف

جوشؔ نکالے فسیح جو اور ہی کے شعر میں ـــــ دیکھا نہ اپنی خوبیِ گفتار کی طرف

وہ شگفتہ نہ دل جو تھا یک عمر گلشن کا حریف ۲۱۹/۵ ہو گیا داغوں کی دولت آتشِ گلخن کا حریف
گرد اس رخسار کے زلفِ سیہ ہے حلقہ زن — کیوں نہ حلقہ اس کا ہووے مہ کے خرمن کا حریف
صبحِ محشر دامنِ کہسار دونوں ہیں خجل — کون ہو سکتا ہے میرے جیب و دامن کا حریف
جیب تری شمعِ تجلی نے منور کر دیا — خانۂ دل ہو گیا وادیِ ایمن کا حریف
شاعری کا فن بھی جوشؔ زور فن ہے کچھ نہ پوچھ ـــــ ہر کس و ناکس نظر آتا ہے اس فن کا حریف

کیا شمع ہے مبتلائے عاشق ۲۲۰/۵ روتی ہے گھڑی برائے عاشق
کرتے تو ہو تیغ آزمائی — ایسا نہ ہو مر ہی جائے عاشق
گلزارِ جہاں میں غنچہ آسا — ہے خونِ جگر غذائے عاشق
اس تیغِ نگہ کے سامنے سے — تا مر نہ مٹے نہ جائے عاشق
جوشؔ وہ یار گوشِ دل سے ـــــ سنتا نہیں ماجرائے عاشق

ہنگامۂ یک محشر رکھتا ہے ہر عاشق ۲۲۱/۸ خورشیدِ قیامت ہے داغِ جگرِ عاشق
رہتا ہے تصور میں اس آئینہ طلعت کے — کیوں کر نہ ہو آئینہ دیوار و درِ عاشق
خوبانِ جہاں ظالم گھیرے ہیں تری در کو — ممکن نہیں اب ہووے تجھ تک گزرِ عاشق
جلوے سے ترے چشمِ خورشید جھپکتی ہے — ٹھہرے ترے عارض پر کیوں کر نظرِ عاشق
ہیں دولتِ مہجوری منہ زرد و سپید آنکھیں — قاروں بھی نہ رکھتا تھا یہ سیم و زرِ عاشق
یہ دن کسی دشمن کو اللہ نہ دکھلائے — جس طرح گزرتی ہے شام و سحرِ عاشق

گردن زدنی کون اور تلوار چلے کس پر | انصاف یہی ہے اے بے دادگر عاشق

پل مارتے اے جوشش کہسار کے دامن کو | صد تختۂ گل بخشے یہ چشم تر عاشق

کس طرح کم ہوئے یہ سودائے عشق ۲۲۲ | ہے سر شوریدہ میرا جائے عشق

کیوں نہ ہو ہر موج اس کی شعلہ خیز | سیل اشک چشم ہے دریائے عشق

کام کیا دشت و بیاباں سے مجھے | ہاتھ آیا دامن صحرائے عشق

دین و دنیا کی خبر مجھ کو نہیں | لے گیا ہے نشۂ صہبائے عشق

کیوں نہ دیوانہ ہو جوشش کی طرح | جس کو تیرے سا نہاں ہو جائے عشق

چمن کی سیر کا کیا خاک ہو شوق ۲۲۳ | نہ وہ دن ہی رہا ہے اب نہ وہ شوق

کسی کی بات سنتا ہو اگر وہ | فقیروں کا بھی اس سے جا کہو شوق

ترا منہ دیکھیں اور رویا کریں ہم | رہیں گے مرتے مرتے بھی یہ وہ شوق

سنیں گے سب کی اے جوشش ولیکن | کریں گے وہ ہی ہوگا اپنا جو شوق

نہ ہوا تمہارا تو عالم ہے زیر خاک ۲۲۴ | مجھ سا ستم رسیدہ کوئی کم ہے زیر خاک

آلودہ ہے وہ عرق تاک گرد سے | دیکھا نہ ہو تو دیکھ تو شبنم ہے زیر خاک

غمزن ہیں دست بستہ وحدت میں نگیں | عاشق ترا سدا خوش و خورم ہے زیر خاک

ٹکڑے ہوا ہے جو کوئی یاں زیر تیغ عشق | تا حشر اس کی لاش مسلم ہے زیر خاک

رہنے نہ دے گی یہ مژۂ اشک بار خشک ۲۲۵ | گو ہو گئی دل کی آگ سے جیب و کنار خشک

تیرے قدم جو سوئے ہیں نے چھو کر بھی ہوں | ہو جائیں بھرے ہاتھ ابھی میرے یار خشک

خوں خوار تیرے پنجۂ رنگیں کو دیکھتے
مرجاں کا خون ہو گیا سب ایک بار خشک

ابر و ہوا ہووے ہو چمن ہو وہ گل نہ ہو
کافر ہے جس کو بھاتی ہو ایسی بہار خشک

تر دامنی تمہاری نہ جائے گی شیخ جی
گرمیِ زہد خشک سے کیجے ہزار خشک

وہ آتشیں عذار جو گل باغ میں گیا
منہ دیکھتے ہی ہو گئے گل ایک بار خشک

جوشش دلوں میں بوے محبت نہیں رہی
شیشوں میں ہو گئی ہے مے خوش گوار خشک

۲۲۶
۴

اُس کے دیار میں نہیں ملتا نشانِ اشک
بھٹکا پھرے ہے آہ کدھر کاروانِ اشک

دُرِ نجف ہی اُس کو سمجھتے ہیں مردماں
کس آب و تاب سے ہے مژہ درمیانِ اشک

حاصل ہوئی یہ آتشِ غم سے گدازگی
پانی ہو بہ گئے جگر و دل بسانِ اشک

باغِ جہاں سے چن گلِ عشرت کہاں کہوں
ہے دامن و کنار تو جوشش مکانِ اشک

۲۲۷
۱۰

گو سونپے مجھ کو گردشِ افلاک زیرِ خاک
کچھ غم نہیں ہے ہو گئی اک خاک زیرِ خاک

جیتے ہی جی نہ چاک گریباں رہا مرا
جیبِ کفن بھی دیکھ تو ہے چاک زیرِ خاک

جو خاک میں ملا دو ہوا خاک کیا عجب
ناپاک ہم سے ہوویں اگر پاک زیرِ خاک

آئینہ وار پائے گا کچھ اور ہی جلا
جائے گا جب یہ دیدۂ نمناک زیرِ خاک

خمخانۂ جہاں کو ہم خالی کر چلے
مے سے لگی رہے گی سدا تاک زیرِ خاک

اے شیخ کیا ڈرائے ہے حق ہے عذابِ قبر
لیکن جفا کش اُس کا ہے بے باک زیرِ خاک

یک بار خفتگانِ عدم چونک اٹھیں گے یار
نالہ کرے گا جب ترا غمناک زیرِ خاک

نے جالینوس ہے نہ فلاطوں نہ بوعلی
لیٹے ہیں کیا کیا صاحبِ ادراک زیرِ خاک

تریاک سے تو بہت ہی خوگر ہو شیخ جی　　توڑے گی ہاتھ پاؤں کو تریاک زیرِ خاک
جوشش عبث ہے دل میں تری خوف بازپرس　　حامی ہے تیرا صاحبِ لولاک زیرِ خاک

۲۲۸ / ۵
ہم رہے اک عمر مہمانِ فلک　　بے نمک آیا نظر خوانِ فلک
یہ زمانہ گر نہ ہو ظالم پرست　　ہو نہ اس رفعت پر ایوانِ فلک
گو نہ لے جائے جفا جوئے مرے　　ظلم کے میدان میں چوگانِ فلک
دی ہمیں سرگشتگی دل بستگی　　آہ کیا کیا کچھ ہیں احسانِ فلک
ہے اجل کے منہ میں اے جوشش دم　　جا چھپے جو زیرِ دامانِ فلک

۲۲۹ / ۷
یہ دم بہ دم کا روٹھنا اے یار کب تلک　　اس ناز کا رہوں میں خریدار کب تلک
تقصیر کی ہر ایک کے تعزیر ہو چکی　　منہ دیکھتا رہے یہ گنہگار کب تلک
اب تو مجھے نہ صبر نہ دل کو قرار ہے　　یا رب میسر آئے گا دیدار کب تلک
آخر کرم کرے ہی گا احوال پر مرے　　اس طرح سے رہے گا دل بیزار کب تلک
اے صبحِ وصل بلا کہیں ہو بھی جلوہ گر　　امید پر رہے کوئی بیدار کب تلک
درپے تو اپنے آٹھ پہر ہوں پہ دیکھیے　　اٹھتا ہے دل سے پردۂ پندار کب تلک
جوشش یہ چرخ فتنہ سر انجام دیکھیے　　رہتا ہے میرے درپے آزار کب تلک

۲۳۰ / ۶
تیرے عشاقوں میں ہیں اہلِ جگر ایک سے ایک　　میرے جی دینے کی پوچھے ہے خبر ایک سے ایک
آگ دی عشق نے جس دن سے ہمارے دل میں　　آہ کے ساتھ نکلتے ہیں شرر ایک سے ایک
لعل ہیں لب و دنداں سے تمہارے ہر ایک　　گرچہ اس دہر میں ہیں لعل و گہر ایک سے ایک

یا رب قبول اگر ہووے تو ہے عزّ و شرف ق ہے مری عرض تری بزم میں ہر ایک سے ایک
جس گھڑی آئے یہ سودا زدہ محفل میں تری — ماریں چشمک نہ کبھی دیکھ ادھر ایک سے ایک
لاف کیا مارے ہے تو اپنے ہنر کا جوشش — ہیں زمانے میں بڑے اہل ہنر ایک سے ایک

۲۳۱/۵
ہے آفتاب اور مرے دل کا داغ ایک — دیکھا تو بزم عشق میں ہے یہ چراغ ایک
وحدت ہی سے ظہور ہے کثرت کا دیکھ لے — ہیں پھول سو طرح کے ولیکن ہے باغ ایک
جس دن سے وہ خیال میں تیری کمر کے ہے — عنقا کا اور دل کا مرے ہے سراغ ایک
انصاف سے بعید ہے ساقی روزگار — اوروں کو جام سیکڑوں مجھ کو ایاغ ایک
لاویں کہاں سے بہتری سی فکر بلند ہم — جوشش نہیں ہر ایک کا دل اور دماغ ایک

۲۳۲/۶
یاد کر تیرے لب گوں کا اے جان نمک — ڈال دیتے ہیں نئے گل زخم میں مستاں نمک
کیوں نہ گل کو دیکھ کر گلزار میں آئے ہنسی — مدتوں کھایا ہے تیرا اے لب خنداں نمک
اے مرے کان ملاحت کر نہ مرہم کی تلاش — یہ تو وہ داغ جگر ہے جس کا ہے درماں نمک
آتش دوری میں اُس مے خوار کی اے سوز عشق — بھن چکا ہے چاہتا ہے یہ دل بریاں نمک
یہ تو وہ زخم جگر ہے آہ جس کو دیکھ کر — مرہم زنگار حیراں ہووے اور گریاں نمک
تیرا لب جاں بخش ہے اور وہ نمکدار حیات — تیرے آگے کب رکھے ہے چشمۂ حیواں نمک
ہونٹ اب تک چاٹتا ہے دیکھ جوشش زخم دل — آہ کیا رکھتا تھا اُس کے تیر کا پیکاں نمک

۲۳۳/۷
یوں ہی عارض پہ خط زلف پریشاں نزدیک — جوں کسی باغ میں ہو سنبل و ریحاں نزدیک
کب گلہ بوسے کا اُس غنچہ دہن سے جو کبھی — ہنستے ہنستے بھی نہ لایا لب خنداں نزدیک

جتنا ہم چاہتے ہیں چاہتے ہیں سنتے ہو — خواہ تم دور رہو خواہ رہو میاں نزدیک

اشکِ گلگوں کی بہ دولت تری دیوانوں سے — ہو گیا دور بیاباں و گلستاں نزدیک

دور افتادوں کو دکھلائے اگر کوچۂ بتاں — تیری شفقت سے ہے اے گردشِ دوراں نزدیک

کیا کمر میں ضعف بہت دور کھینچا ہے جنوں — ورنہ ہاتھوں سے مرے تھا یہ گریباں نزدیک

دانۂ اشک ان آنکھوں میں جو دیکھے جوشش — پھر صدف کے نہ پھٹکے قطرۂ نیساں نزدیک

گر بھڑک اٹھے ہماری جانِ غم پرور نہ آگ [illegible] — پانی لے دوڑیں بجھانے کو سبھی گھر گھر سے آگ

تو ز بس سرگرمِ قتلِ عاشقاں ہے کیا عجب — جوں زبانِ شعلہ گر نکلے ترے خنجر سے آگ

کنجِ گلخن کو مجھے سونپا جلا کر عشق نے — تا ابد نکلے گی میری مشتِ خاکستر سے آگ

سخت جاں تا ہوں نہ باہم ہو نہ آفت کا ظہور — بے ملے چقماق کے نکلے ہے کب پتھر سے آگ

مدعیِ ناتواں کو ناتواں مت کر خیال — نیستاں میں شعلہ ور ہوتی ہے اک اخگر سے آگ

یوں دلِ صد چاک سے ہے ربط سوزِ عشق کو — مختلط جس طرح رہتی ہے سدا مجمر سے آگ

کس طرح جوشش شرر افشاں نہ ہو شکلِ انار — مضطرب ہو کر نکلتی ہے دلِ مضطر سے آگ

وہ بھری ہے مرے جگر میں آگ [illegible] — جیسے سمندر کے بال و پر میں آگ

شعلہ رو ہے ترے تصور میں — شمع ساں میری چشمِ تر میں آگ

کیوں جلاتا ہے خانۂ دل کو — کوئی دیتا ہے اپنے گھر میں آگ

جل رہا ہوں میں دیدۂ تر سے — پانی بھی ہے مری نظر میں آگ

حال پر میرے اُس کا دل جلتا — نہیں اس آہِ بے اثر میں آگ

جا نہ پروانہ اس کی محفل میں — شمع کے لگ رہی ہے سر میں آگ
چشم آتش فشاں سے اے جوشش — ہے بھری سارے رہ گزر میں آگ

۲۲۳

چشم تر لب خشک ہیں اور دل پریشاں زرد رنگ — آہ کیا کیا تجھ کو دکھلائے ہیں تیرے درد رنگ
گرم جولاں جس گھڑی تو ہوئے ہے اے شہ سوار — عاشقوں کا چہرے اُڑتا ہے بسانِ گرد رنگ
اُس دل سنگیں میں ہو موثر یہ ممکن ہی نہیں — گو شرر کا سا کرے پیدا یہ آہِ سرد رنگ
گنجفے کی طرح برہم کیوں نہ ہو کار جہاں — اور ہی صورت ہے دکھلائی ہے یاں ہر فرد رنگ

۲۲۴

چہرے کا میری کیوں نہ مشابہ ہو زر سے رنگ — پیدا کیا ہے میں نے یہ کس درد سر سے رنگ
جتنے سفر ہیں میترہ کریں رنگ کو مگر — ہوئے سفید ملک فنا کے سفر سے رنگ
بے آب و تاب زلف بنا گوشِ یار سے — جوں دود آہ بگڑے ہے فیض سحر سے رنگ
دکھلا بہار لالہ و گل چشم اشک بار — دامان کوہسار کو خونِ جگر سے رنگ
کاوش کرے نہ مجھ سے یہ اپنی مژہ سے کہہ — ہوگا جنوں کا اور ہی اس نیشتر سے رنگ
جوشش ہمارے اشک کے قطرے ہیں ایسے گرم — اُڑ جائے جس کے سامنے برق شرر سے رنگ

۲۲۵

کیوں نہ ہوں ہم شرمسار اپنے دلِ تنگ سے تنگ — ان دنوں اس نے نکالے ہیں عجب ڈھنگ سے ڈھنگ
یہ دل سخت مرا سنگ دلوں سے ٹوٹا — کچھ اچنبھا نہیں ہے ٹوٹے اگر سنگ سے سنگ
چنگ میں لا تو چکا اہل دلوں کے دل کو — چھوڑتا کیوں نہیں مطرب یہ اب چنگ سے چنگ
ہم سے بے ننگوں سے آزردہ ہو کس طرح — صاحب ننگ سدا رکھتے ہیں بے ننگ سے ننگ
سنہ مل بیٹھنا تجھ کو تو جوشش آیا ہی — آہ کس رنگ سے ہر گز میں بری انگ سے انگ

ضبط کیوں کر نہ کرے شیخ تجھے نشۂ بنگ — ہوتے دیکھی نہ موافق کسے جب بھنگ کے بنگ

میں اُسے اُٹھنے نہ دیتا تھا وہ اُٹھ چلتا تھا — میرے اور اس کے رہی رات غرض جنگ کے ڈھنگ

قابل باغ نہ ہوتی کبھی سنبل جوشش — دام گر بنتی نہ اُس کاکلِ شب رنگ کے رنگ —

۲۳۹/۶

ہر چند میرا دل نہیں اے بے دماغ سنگ — لیکن ہے تیری سختگیِ دل سے داغ سنگ

ہے یادِ روئے یار گلستان میں — اے محتسب ہے شیشے کا میرے ایاغ سنگ

داغوں سے پھل گیا ہوں میں اس کو ملی ہے غم — کھاتا نہیں درخت ثمر بار باغ سنگ

جز آستانِ یار کہاں پائے جائے امن — ڈھونڈے اگر جہان میں لے کر چراغ سنگ

بازارِ احتساب ہے کیا گرم ان دنوں — بستا پھرے ہے شیشے سے کیا سراغ سنگ

شہرت جنوں کی کوچہ و بازار ہو گئی — اب مارتے ہیں لڑکے مجھے با فراغ سنگ

کیوں کر لگے رقیب کو یاں سنگِ حادثہ — ہوشش کسی کے ہاتھ کا کھایا ہے نہ زاغ سنگ —

۲۴۰/۲

اشک سے ہو گئی نہ افسردہ دلِ تنگ میں آگ — گو کہ پانی میں ہے سنگ پہ ہے سنگ میں آگ

زاہد خشک ڈرے ہے کیوں نہ قدح خواری سے — ہے تو پانی پہ بھری ہے گلِ ہر رنگ میں آگ

گر یہی سوزِ گلو ہے تو لگے گی مطرب — آج میرے دم نے ڈھولک و مردنگ میں آگ —

۲۴۱/۵

معدوم ہوں یہی تھی سدا آرزوئے دل — کیا خاک اس گلی میں کروں جستجوئے دل

کرتے تو ہو رفو یہ سنا اے رفوگراں — مثل رفوئے جیب نہ ہو یہ رفوئے دل

مدت کشِ جگر ہوا اب اے چشم خوں فشاں — خالی ہوا بغل میں ہمارے سبوئے دل

از بس کہ داغ دار ہے داغِ فراق سے — اے اشک چھوڑیو نہ کبھی شست و شوئے دل

جوشش ہم اپنے بخت کو خوب آزما چکے — ممکن نہیں بر آئے کبھی آرزوئے دل

۲۴۳ ہے

کہتے ہیں سب سن کے آہ سرد دل — درد بے درماں ہے تیرا درد دل

تو بھی کچھ لایا عدم سے اے جگر — ہے یہ درد و غم تو رہ آورد دل

زخم کی ہے آرزو اے تیغ عشق — داغ دل تو ہے نمک پرورد دل

مت تلاشا نہ ڈھونڈ تیر افگن مرے — رکھ نشانے کی جگہ یہ فرد دل

ہوئے رو زرد چشم فیض عشق سے — سرخ جوں خورشید ہے رو زرد دل

عشق کے میدان میں چوگان زلف — چاہیے باقی نہ چھوڑے گرد دل

عشق بازی ہم نے کی بازی سمجھ — پڑ گئی ششدر میں جوشش نرد دل

۲۴۴ ہے

روشن ہے آفتاب کے مانند داغ دل — روز حشر تک نہ بجھے گا چراغ دل

اپنی خبر تو آپ کو ملتی نہیں وہاں — کوچے میں اس کے ڈھونڈیے کیونکر سراغ دل

مطلق نہیں اسے ہوس گلشن ارم — کی جس نے ایک دم بھی یہاں سیر باغ دل

معدوم ہے جہاں میں دست کشادہ کار — ممکن نہیں کہ ہاتھ لگے یار فراغ دل

پہنچی ہے اس کی زلف کی بو کیا مشام میں — جو ہو گیا ہے ان دنوں برہم دماغ دل

ساقی شتاب آ کہ مے شوق سے ترے — لب ریز ہو رہا ہے یہ میرا ایاغ دل

جوشش رہا نہ پنبہ و مرہم جہاں میں — لیکن اسی طرح ہے ترو تازہ داغ دل

۲۴۵ ہے

زلف کا مبتلا ہوا ہے دل — مبتلائے بلا ہوا ہے دل

گاہ ہنستا ہے گاہ روتا ہے — ان دنوں تجھ کو کیا ہوا ہے دل

کچھ نہ پوچھ آتشِ جدائی کی — دیکھ لے یہ جلا ہوا ہی دل
چاکِ سینہ تو کس شمار میں ہے — سو جگہ سے پھٹا ہوا ہی دل
خاک سمجھے گا سوزِ دل کو مرے — جس کا بجوشش بھرا ہوا ہی دل

۲۴۵ — کے بھی کہیں شتاب جو لینا ہو یار دل — کب تک اس آرزو میں رہے بے قرار دل
جگنو ہو جس طرح شبِ تار میں جلوہ گر — جھمکا کرے ہے زلف میں یوں داغ دار دل
خاطر پہ اس کی ہو نہ گراں ہیچ ہیچ سا مرا — تکلیف آہ دے نہ اگر بار بار دل
رونا ادب سے دور تو ہے لیک درد سے — پر چاہتا ہے رونے کو بے اختیار دل

۲۴۶ — زلفوں میں اس کی دانۂ تسبیح کی طرح — تو شش گھتے ہوئے نظر آئے ہزار دل
نہیں معلوم وہ کب سے گیا دل — ابھی میری بغل میں تھا مرا دل
بھرے تھے گل ہی جس دامن میں گل چیں — سو اب لختِ جگر ہی اس میں یا دل
ابھی کر بیٹھتے ہم ترک دنیا — جو دولت پر ہمارا دوڑتا دل
پریشاں رات دن رہتا ہی شاید — کسی کی زلف کا ہے مبتلا دل
چمن میں دیکھتے اس گل بدن کو — شگفتہ مثل غنچہ ہو گیا دل
نصیبوں کی کہاں تک کیجیئے خوبی ق — جو اس کے پاس جو شش لے گیا دل
تو وہ منہ پھیر کر جھنجھلا کے بولا — اُٹھا بھی تحفگی رکھتا ہے کیا دل

۲۴۷ — منت کشِ چمن نہ ہوں بلبل برائے گل — رکھتا ہوں اپنے ہاتھ میں گل میں بجائے گل
ہے زیبِ فرق یہ گل داغ جنوں مدام — جل جاؤں شمع وار یہ سر سے نہ جائے گل

بلبل کو آرزو ہے کہ ہر صبح جوں نسیم
کھولوں میں اپنے ہاتھ سے بندِ قبائے گل

جنسیت ارتباط کو ہے شرط دیکھ لے
اس قرب پر نہ خار ہوا آشنائے گل

جس گل پہ ماہ و مہر نے گل کھایا باغباں
اس گل کے آگے کب مری خاطر میں آئے گل

تو نے کیا قبول جو یہ جورِ باغباں
کیا خوب رو نہ تھا کوئی بلبل سوائے گل

کیوں کر نہ عندلیب کرے نالہ و فغاں
اک جورِ باغبان ہے تس پر جفائے گل

اپنی خوشی یہی ہے کہ لے نامِ گل رخاں
لائے کوئی مزار پہ گل یا نہ لائے گل

جوشش میں داغِ دل کو چھپاتا ہوں اس لیے
ڈرتا ہوں یہ چراغ کہیں ہو نہ جائے گل

۲۴۸/۶

بلبلو کرتی ہو کس واسطے غل بر سرِ گل
کچھ نہیں سنتا بجا دیکھو دہل بر سرِ گل

بحرِ غم سے ہے چمنستان میں ہر تختۂ گل
دودِ آہِ دلِ بلبل کا ہے پل بر سرِ گل

استخواں جلنے لگے پنبہ صفت اے بے رحم
اتنے کھائے ہیں ترے واسطے تل بر سرِ گل

حیف صد حیف فلک کھینچے ہوئے تیغِ خزاں
موسمِ گل میں رہا ہے گا دو تل بر سرِ گل

اپنے دامن سے نہ پونچھا کبھی آنسو افسوس
روتے روتے ہوئی بلبل کی ڈھل بر سرِ گل

نقد و جنس دل و جاں موسمِ گل میں جوشش
جی میں آتا ہے لٹا دیجیے کل بر سرِ گل

۲۲۹/۵

لعل لب سے ترے شراب خجل
خطِ مشکیں سے مشکِ ناب خجل

جلوۂ حسنِ یار چھپ نہ سکا
ہو کے حائل ہوئی نقاب خجل

اپنے اعمال سے کبھی نہ ہوا
یہ دلِ خانماں خراب خجل

مژۂ اشک بار کے آگے
کیا عجب ہے جو ہو سحاب خجل

گردشِ چشمِ یار سے جوشش — ہے زمانے کا انقلاب مخیل

۲۵۰

دورِ داماں نے ترے نہ لیا خاک کے مول — کون سے یاروں کو پھر گردشِ افلاک کے مول

رہ گزر کی ترے گر خاک پڑے آنکھوں میں — ہو صفاہان کا سرمہ تو نہ لوں خاک کے مول

کیا ہی بردامنوں کا گرم ہوا ہے بازار — زاہدِ خشک کو لیتے نہیں مسواک کے مول

نقد جاں دیتے ہیں اور رسید گہ عالم میں — زخم ہی لیتے ہیں طالب تری فتراک کے مول

آشیانِ دل پر داغ جو تھا رشکِ چمن — بلبلو بیچوں ہوں اس کو خس و خاشاک کے مول

آہ کیا کیجیے جوشش ترے دل کا مجھ سے — جو چھپیں ہیں ناز و کرشمہ بتِ بیباک کے مول

۲۵۱

کبھی اس چشمِ پرفن سے جو دل ہوتا نہ تھا غافل — فسونِ غمزۂ پنہاں نے اس کو کر دیا غافل

پریشاں خاطروں کی بزم میں کب جا رہا تک بے — وہ سودائی جو ہو زلف کے اس کی ہو غافل

نہ ذوقِ حسن ہے اس کو نہ شوقِ عشق ہے جوشش — بغل میں ہے دلِ افسردہ میرا آہ کیا غافل

۲۵۲

دامِ غفلت ہی میں دن رات گرفتار رہیں ہم — سزا کہیے جو کچھ سب کے سزاوار ہیں ہم

دیکھیے ہم ہیں اور ان آنکھوں میں کیا ہوتی ہے — لو ہو کی پیاسی ہیں وہ تشنۂ دیدار ہیں ہم

جس کی زلفوں کا بندھا چھوٹتے دیکھا نہ کبھی — اسی کے دامِ محبت میں گرفتار ہیں ہم

غیر پر لطف و کرم ہم پہ ستم ہائے ستم — اے ستمگار ترے ایسے گنہگار ہیں ہم

کس طرح سے نہ شب و روز کراہیں جوشش — درد دل چین نہیں دیوے ہے ناچار ہیں ہم

۲۵۳

گلزارِ محبت میں نہ پھولے نہ پھلے ہم — مانندِ چنار آگ میں اپنی ہی جلے ہم

مدت پہ جو کل اس سے ملے ہو گئے بے خود — سمجھا نہ گیا یہ کہ ہے کس کے گلے ہم

لہو کی طرح جم گئے تلوار کے منہ پر
ٹکڑے ہوئے پر آگے سے اُس کے نہ ٹلے ہم

آزردہ عبث ہوتے ہو تم نالہ کشی سے
لو خوش رہو لے ہم نقصاں یاں سے چلے ہم

اے وعدہ غلط تو نہیں آنے کا یہاں ادھر
سمجھیں ہیں ترا خوب یہ آرے ویلے ہم

بے رحم کسی نے نہ خبر لی تیرے در پر
جوں نقش قدم دل ہی سے گئے پاؤں تلے ہم

محفوظ رکھا عشق نے ابتدائے اجل سے
گنجشک تھے پر چنگل شاہیں میں پلے ہم

جب عشق کی آتش دل افسردہ میں بھڑکی
پتھر تھے پہ شیشے ہی کے مانند گلے ہم

آنکھوں میں خلائق کی بھلے ٹھہری ہیں تو شش — اس ہستی موہوم میں آئے تھے بھلے ہم

۲۵۴

تری طہارت کو شیخ کہہ تو کہاں سے لائیں اک آب جو ہم
طواف دل کا ہے قصد ہم کو کریں ہیں آنسو سے نت وضو ہم

تنگ آئے ہیں زندگی سے رہیں گے خوف و رجا میں کب تک
جو ہونی ہو سو شتاب ہوئے کھڑے ہیں قاتل کے رو برو ہم

رکھے تو جب تک جہاں بیں یارب ترے کرم سے امید یہ ہے
رہے نہ مطلق تلاش دولت کریں نہ دنیا کی جستجو ہم

خزاں نے سب کی بہار کھو دی رہا نہ سنبل بچی نہ ریحاں
گلوں کو دیکھا ہوئے پریشاں چمن سے نکلے بہ رنگ بو ہم

غم و الم نے تو کر رکھا ہے ہمارے چہرے کو زرد خوش
لہو کے آنسو اگر نہ روئیں نہ ہوں محبت میں سرخ رو ہم

۲۵۵/۱۱

گو کہ محتاج ہیں گدا ہیں ہم — بے نیازی کے بادشا ہیں ہم
چشمِ تحقیر سے ہمیں مت دیکھ — خاک تو ہیں پہ توتیا ہیں ہم
آہ اس عمرِ بے بقا کی طرح — رہ روِ کشورِ فنا ہیں ہم
ایسا بے برگ و بے نوا ہے کون — جیسے بے برگ و بے نوا ہیں ہم
گو ہمیں تو کبھی نہ یاد کرے — پر تری یاد میں سدا ہیں ہم
مار کر بھی ہمیں نہ پچھتایا — بے وفا تو کہ بے وفا ہیں ہم
جبہہ سائی سے دشمنی ہو جسے — اسی کے در پہ جبہہ سا ہیں ہم
کون رہبر ہو عشق کی رہ میں — آپ ہی اپنے رہنما ہیں ہم
ہیں تو صورت پرست آئینہ وار — لیک معنی سے آشنا ہیں ہم
اور دیوانہ کون ہے جوشش — یا دوانا تھا قیس یا ہیں ہم

۲۵۶/۱۲

تجھ سے ہی کیا دکھائی نہیں خوش نگاہ چشم — جتنے سفید پوست ہیں سب ہیں سیاہ چشم
اس مہروش کے ہونے نہ دے گریہ روبرو — جب تک سفید ہوئے نہ مانند ماہ چشم
اندھیر ہے دیارِ محبت میں ہم دماں — تقصیرِ دل کی ٹھہرے کرے جو گناہ چشم
دونوں مکان غیر سے خالی ہیں آ کے بیٹھ — تیرے پسند خواہ یہ دل آئے خواہ چشم
اس کی شبِ فراق میں اتنا تو رو کہ ہو — دریائے اشک میں تری کشتی تباہ چشم
مجھ کو جلا کے خاک کیا اور بہا دیا — تم سے تو یہ نہ تھی مجھے اے اشک و آہ چشم
جوشش وہ کون سا ہے جفاکار جس پر آج — منہ پہ لہو ملے ہوئے ہے دادخواہ چشم

غافل اُس چشم سے نہ رہ اے چشم　　۲۵۷/۵　　سحر ہے اُس کی ہر نگاہ اے چشم
آج مارا پڑا ترے سب جلنے　　دل بیچارہ بے گنہ اے چشم
جلوۂ حسن یار کے آگے　　گر ہے نورِ مہر و مہ اے چشم
ناخنِ یار سے بھی کھل نہ سکی　　دانۂ اشک کی گرہ اے چشم
دلِ غم گین بغل میں ہے جیب تک　　——　　ستم سیلِ اشک سہ لے چشم
ہو گیا ابر درد بد واے چشم　　۲۵۸/۶　　رکھے اللہ آبرو اے چشم
آج کیوں آپ ہی آپ ٹپکے ہے　　ہر مژہ سے تری لہو اے چشم
تیری دو نسنہ مدام جاری ہے　　گلشنِ دل کا آب جو اے چشم
رشکِ نافہ ہو تو اگر دیکھے　　حلقۂ زلفِ مشک بو اے چشم
دلِ پُر خوں رہے نہ سینے میں　　ہے مجھے اتنی آرزو اے چشم
داغِ حسرت سے چھا گیا سینہ　　کر چکا اشک شست و شو اے چشم
ہو کے آنسوؤں سے جوشش کو　　——　　کر محبت میں سرخ رو اے چشم

گو کہ تو ملنے لگا اے ماہ کم　　۲۵۹/۱۱　　پر کوئی ہوتی ہے دل کی چاہ کم
ہے کسی قاتل سے سامنا ہو تو ہو　　اور کس سے تو ہے مجھ کو راہ کم
وہ جفاکاری جو اُس کی ہے سواے　　خواہ اُس سے بہت ملیے خواہ کم
کیجیو اے آہ خوب آگاہ　　ہے وہ میرے درد سے آگاہ کم
دھوم ڈالی ہے جلوے نے ترے　　ہوگئی ہے قدرِ مہر و ماہ کم

کیوں نہ ہو دل اُس کا روشن مثلِ ماہ
جس کے دل میں ہووے حبِّ جاہ کم

چاہیے کس کو کہے دل دیجیے
دل رُبا ملتے ہیں خاطر خواہ کم

درد نے جب سے کیا ہے دل میں گھر
نے فغاں ہوتی ہے کم نے آہ کم

گر یہی تیور تمھارے ہیں تو خیر
آئے گا یہ بندہ درگاہ کم

نرگس اُس کی آنکھ پر چڑھتی ہے کب
اوروں کی نظروں میں ہے سرگاہ کم

گویا جو بخشش سے کبھی غلط نہ تھا
ایسے تم ملتے لگے اللہ کم

۲۶۰ / ۸

عرق آلودہ مکھڑے پر نظر گر ٹک کرے شبنم
سبوئے غنچہ لے آگے ترے پانی بھرے شبنم

فراغت سے ہی بیٹھی غنچوں کے تکیے دھرے شبنم
نہیں ہے آتشِ گُل شعلہ زن کیوں کر ڈرے شبنم

گُلِ داغِ جگر اخگر نسیمِ آہ ہے شعلہ
ہمارے گلشنِ دل سے ٹک اک سیر تو کرے شبنم

چبھا خارِ محبت اُس کے بھی دل میں کسی گُل کا
جو گلشن میں پڑی ہے آنکھوں میں آنسو بھرے شبنم

گلوں کے ساتھ ہر شب گرمیِ صحبت نہیں لازم
حذر لازم ہے آہِ سرد بلبل سے ارے شبنم

چڑھایا سر پہ گُل نے تجھ کو ہے جائے ادب ورنہ
اگر پائے تجھے بلبل ترے ٹکڑے کرے شبنم

جو ہوئے صادق طینت کیوں نہ چاہے سبز رنگوں کو
گرے دامن بیشتر دیکھے جہاں پتے ہرے شبنم

صفائے دُرِّ گوشِ یار لے جوشش اگر دیکھے
تو اپنے رشک کی آتش میں آپ ہی جل مرے شبنم

۲۶۱ / ۹

گرے ہیں اشک مری دیدۂ پُر آب سے کم
پر اتنے پر بھی نہیں بارشِ سحاب سے کم

اِدھر وہ آئے ہے کیوں ان دنوں حجاب سے کم
ہمیں تو دید کی فرصت ہے اضطراب سے کم

تصوّر اُس کے لبوں کا ہے اور رقّت ہے
یہ اشکِ سرخ ہمارا نہیں شراب سے کم

جس آب و تاب سے آنسو ہیں میری آنکھوں میں — صدف میں ہوئے گا موتی اس آب و تاب سے کم
تمہاری زلف کے مارے ہزار ہیں لیکن — خراب ہوئیں گے اس خانماں خراب سے کم
دلِ برشتہ کو کھا خونِ دل کو پی اے خوار — نہ یہ شراب سے کم ہے نہ وہ کباب سے کم
جو اس کے روئے درخشاں کو غور کر دیکھا — نہ ماہ ناب سے کم ہے نہ آفتاب سے کم
ضیائے شمع میں فانوس سے کمی آئی — ہوا نہ جلوہ ترے حسن کا نقاب سے کم
بھا پھرے ہے سدا سیل اشک میں جوشش — نہیں یہ کاسۂ سر کاسۂ حباب سے کم

٢٦٢ / ٨

اس کمر کے خیال میں ہیں ہم — بیٹھے کرتے ہیں سیرِ ملکِ عدم
بے خودی ہم پہ رکھیو لطف و کرم — اپنے تئیں بھول جائیں جب تک ہم
کیوں گنہگار ہو نہ نوعِ بشر — پہلے ہی چوکے حضرتِ آدم
آہ اس بحر میں حباب کی طرح — اپنی بھی زندگی ہے کوئی دم
دی ہے دھونی درِ توکّل پر — چھوڑ دی ہم نے منّتِ عالم
دیکھنے بھی نہ پائے قاتل کو — زخم اتنے ہی لگ گئے پیہم
نیل گوں کیوں نہ ہو حصارِ فلک — ہے سیہ پوش خانۂ ماتم
لطف ہوتا جو عیش میں جوشش — چھوڑ دیتا نہ سلطنت ادہم

٢٦٣ / ٥

مونسِ دل ہوئے ہے ایک ہی دم شادی و غم — سیکڑوں کوس لگے کرنے کو رم شادی و غم
خندۂ جام سے و گریۂ مینا کو دیکھ — گر نہ دیکھا ہو کبھی تو نے بہم شادی و غم
شادی و غم سے مبرّا ہی رکھ اس کو یا رب — دلِ وارستہ پہ میرے ہے ستم شادی و غم

نہ مجھے شادی کی شادی ہے نہ غم کا غم ہے — مجھ پہ کس واسطے کرتے ہیں کرم شادی و غم
شادی سے غم ہے اہلِ غم سے ہے شادی جوشش — اور ہی وضع سے بیاں کرتے ہیں ہم شادی و غم

۲۶۴
آئے سو سو طرح کا گر اس دلِ پر غم میں غم — دم نہ ماروں عشق میں جب تک ہے میرے دم میں دم
خشک ہونے کا نہیں ہرگز مرا کشتِ امید — جب تلک باقی رہے گا میری چشمِ نم میں نم
لطف دکھلاتا ہے مستوں کو جو کچھ جامِ شراب — یہ کبھی دیکھا نہ ہوگا تو نے جامِ جم میں جم
سبزہ میں کوہ و بیاباں اور میں زنداں میں ہوں — جی میں آتا ہے کہ کھا بیٹھوں میں اس موسم میں سم
زخمِ تیغِ یار جوشش تا نہ پاوے التیام — نت نمک ملواتے ہیں جرّاح سے مرہم میں ہم

۲۶۵
یوں تو غنچہ لب سبھی ہیں کرتے ہیں سب تبسم — لیکن غضب ہے تیرا اے غنچہ لب تبسم
نے کوئی گل لگے ہے یا رو نہ کوئی غنچہ — اس کی عجب ہنسی ہے اس کا عجب تبسم
اعجازِ عیسوی ہے اس لب کا مسکرانا — ہوتے ہیں مردے زندے کرتا ہے جب تبسم
حالِ تباہ میرا وہ دیکھ مسکرایا — در کرے ہے کوئی اک بے سبب تبسم
بن تیرے گل نے دیکھا کب منہ شگفتگی کا — تجھ بن کیا چمن میں غنچے نے کب تبسم
کب شگفتہ رو ہے غنچہ دہن ہمارا — ہر بات میں ہنسی ہے اور جب تب تبسم
آگے تو لے گیا تھا آرام و تاب و طاقت — کیا جانے کیا کرے گا اب کیا غضب تبسم

۲۶۶
مجھ پر بتاں کرم نہ کریں یا کرم کریں — یہ جور یہ جفا یہ تعدی نہ کم کریں
وہ سنگ دل کبھی نہیں ہونے کا مہرباں — کیا فائدہ جو نالہ و فریاد ہم کریں
دیکھا ہے جب سے اس کے دہاں کو کمر کے تئیں — جی یہ ہی چاہتا ہے کہ سیرِ عدم کریں

وسعت کہاں ہے صفحۂ ہستی میں اس قدر — جو داستانِ عشق کو اس پر رقم کریں

جوششؔ ہمارے کلبۂ احزاں میں غوثؔ — ایسے کہاں نصیب کہ آئیں کرم کریں

۲۶۷/۵

سوزِ دل سے تری محفل میں جلا جاتا ہوں — شمع کی طرح کھڑا ہوں پہ گھلا جاتا ہوں

دود کی طرح میں دل سوختہ جاتا ہوں جدھر — اپنے احوال پہ عالم کو رلا جاتا ہوں

زندگی ہے تو رقیبوں سے میں کل سمجھوں گا — آج تو کوچے سے تیرے میں چلا جاتا ہوں

گھر ترا مجھ کو مبارک ہے تنک سن تو لے — کیوں نکالے ہے مجھے آپ ہی چلا جاتا ہوں

اُس طلب گارِ دل اور دشمنِ جاں سے جوششؔ — کوئی ملے یا نہ ملے میں تو ملا جاتا ہوں

۲۶۸/۶

بتاں ہزار نہ کیوں عشوہ و ناز کریں — ہمیں یہ چاہیے ہر طرح دل نیاز کریں

یہ نوخطاں کبھی عاشق نہیں کہانے کے — ہمارے ملنے سے ہر چند احتراز کریں

یہی ہے آرزو اپنی کہ ترکِ چشم اُس کے — دیارِ دل پہ ہمارے ہی ترک تاز کریں

نہ ہوئے فتنۂ خوابیدہ ہر طرف بیدار — بتاں اگر گرہِ زلف کو نہ باز کریں

ہماری آنکھوں میں یکساں ہے زشتی و خوبی — کہاں وہ چشمِ بصیرت کہ امتیاز کریں

ز کیمیائے سعادت حصول ہو جوششؔ — مسِ وجود کو جب تک نہ ہم گداز کریں

۲۶۹/۶

ہر چند ہم پہ جور و جفا روز و شب کریں — ہم وہ نہیں کہ داد بتاں سے طلب کریں

اس کم نگاہی پر بھی ترا اک خلق ہے خراب — آنکھیں اگر ملائیں تو کیا قہر و غضب کریں

تلوار مارتا ہو جو کوئی اک نگاہ بد — ہم تو بلا ہی چھوڑیں اُسے قصد جب کریں

اے شیخ جی جو مانو تو از راہِ دوستی — ق — ہم خدمتِ شریف میں اک عرض اب کریں

اُٹھیے شتاب محفلِ رنداں سے جائیے — بس خلق ہے تنگ کہاں تک ادب کریں

جوشش ہے کیوں بتوں کو پس و پیشِ امتحاں — حاضر ہوں مجھ کو قتل وہ جب چاہیں تب کریں

۲۷۱

یار کے تیر کا نشانہ ہوں — اپنے طالع کا میں دوانا ہوں

ناتوانی بھی دیکھ کر مجھ کو — لگی رونے میں وہ توانا ہوں

دیکھ دیکھ اس کی زلفِ ابتر کو — دل یہی چاہتا ہے شانہ ہوں

مو پریشاں ہی چشم تار و ترا — تجربہ دیدہ ہی سے مانا ہوں

اس سے چشمِ وفا رکھوں جوشش — میں بھی تیری طرح دوانا ہوں

۲۷۲

بدرب نہ بگولا ہوں نہ میں ریگِ رواں ہوں — کیوں دشت و بیاباں میں میں ہر طرف دواں ہوں

ترغیب نہ دے مجھ کو عبث طوفِ حرم کی — محفوظ ہوں اے شیخ میں جیدھر ہوں جہاں ہوں

احوال کو مجنوں کے سُنا چاہیے مجھ سے — سر تا بہ قدم بید کے مانند زباں ہوں

ہوتی ہے اجل مجھ سے عبث دست و گریباں — بیمار ہوں اُس چشم کا بے تاب و تواں ہوں

تو خاک ہوا میں پہ یہی خوف ہے جوشش — اب بھی نہ ہوا ایسا کسی خاطر پہ گراں ہوں

۲۷۳

خراب بادۂ شوقِ لبانِ مے گوں ہوں — مثال تری لبِ جوے کا میں تشنۂ خوں ہوں

بہ رنگِ بختِ سیہ ہوئے ردی شامِ فراق — سحر کے وقت خدا سے دعا یہ مانگوں ہوں

کہوں تو کیا کہوں برگشتگی نصیبوں کی — بہ زیرِ سایۂ دامانِ بختِ واژوں ہوں

کبھی دکھا نہ مجھے اپنی فتنہ انگیزی — کسی کی نرگسِ فتاں ہی کا مفتوں ہوں

نہ بند ہو سکوں تری زنجیرِ فکر سے ناصح — کہ بیتِ عشق میں وحشی بہ سانِ مضموں ہوں

کہا جو اُس سے یہ خاموشی جائیگی کبھی — تو مسکرا کے وہ کہتا ہے مجھ سے کیا ہوں ہوں

کنارہ عقل نے جوشش کیا ہی عشق میں لیک — خم سپہر میں خجلت دہ فلاطوں ہوں

ہر چند ظالموں کا اے چرخ آشنا ہوں ۲۷۳ پر تیری شکل سے تو بیزار ہو رہا ہوں

بازار عشق میں جار سوائے قلق کیا ہوں — کوئی مفت بھی نہ لیوے وہ جنس ناروا ہوں

ہوش و حواس اپنے حیرت نے کھو دیے ہیں — آئینہ دار اُس کا منہ دیکھ رہ گیا ہوں

جو یہ رقیب مجھ پر کیوں کر نہ ہو گوارا — جو اُس سے آشنا ہے میں اُس کا آشنا ہوں

ہر خار دشت رشک گل اب کے سال ہوگا — پاؤں میں آبلے ہیں اور میں برہنہ پا ہوں

کس طرح سُرخ رو ہوں خنجر سے تیری قاتل — آزار عشق سے تو میں زرد ہو رہا ہوں

کب سوز شمع اپنی خاطر میں آئے جوشش — تا دم ہے یاں سمندر ہیں وہ جلا ہوا ہوں

کافر ہوں گر کسی کو دیوانہ جانتا ہوں ۲۷۴ احوال قیس کا بھی افسانہ جانتا ہوں

اے شعلہ روزبانی ہے تیری گرم جوشی — میں خوب ربط شمع و پروانہ جانتا ہوں

جام شراب کا بس کاسے کو ملتجی ہوں — آنکھوں کو تیری ساقی پیمانہ جانتا ہوں

کنج قفس کو سونپا روز ازل قضا نے — نے دام جانتا ہوں نے دانہ جانتا ہوں

رہتا ہوں مست ہر دم یاد نگہ میں اُس کی — کافر ہوں گر میں راہ مے خانہ جانتا ہوں

تیرے کنشت سے میں واقف نہیں برہمن — اپنے حریم دل کو بت خانہ جانتا ہوں

سودائے عشق جب سے مجھ کو ہوا ہے جوشش — آبادی جہاں کو ویرانہ جانتا ہوں

میاں یہ یاد رکھیو کہ چلا ہوں ۲۷۵ تمہارا ہوں بھلا ہوں یا بُرا ہوں

مجھے پامال کر جتنا تو چاہے — غرض میں کشتۂ رنگِ حنا ہوں
مجھے کب خواہشِ جاہ و حشم ہے — کہ ملکِ فقر کا میں بادشاہ ہوں
نہ دولت ہے نہ دنیا ہی مرے پاس — کہ جس کی فکر ہو میں بے نوا ہوں
میرا کیا ہے کوئی جوشش ابھی ہیں — چلا جاؤں جدھر کو اٹھ کھڑا ہوں

کہوں کیا کون ہوں میں اور کیا ہوں — ۲۷ — حباب آسا ہوں اک دم میں فنا ہوں
نہ آئینہ ہوں نے ہوں شکلِ گوہر — ولیکن میں پرستارِ صفا ہوں
مجھے کیا کام ہے نام و نشاں سے — فنا ہوں گو کہ آثارِ بقا ہوں
مجھے کیا چاہیے سنجاب و قاقم — ردائے فقر سے میں آشنا ہوں
سدا ہاتھوں سے ابنائے زماں کے — بہ سانِ شمع بکوشش جل رہا ہوں

یاد جب تجھ کو یار کرتا ہوں — ۲۸ — آہ بے اختیار کرتا ہوں
اس تغافل شعار کی باتیں — میں کوئی اعتبار کرتا ہوں
وہ تو پتھر پسیجتا ہی نہیں — میں تو منت ہزار کرتا ہوں
مر گیا ہوں پر اس کے آنے کا — اب تلک انتظار کرتا ہوں
زہر کے گھونٹ کر تجھ بن — صبح دفعِ خمار کرتا ہوں
دلِ سوزاں کی بے قراری سے — زندگی جوں شرار کرتا ہوں
کہیں ملتا نہیں سراغ اس کا — جستجو تو ہزار کرتا ہوں
جان دینے پہ مستعد ہوں میں — زخمِ دل کب شمار کرتا ہوں

کیوں نہ مجھ پر کرم کرے جوشش — جاں اس پر نثار کرتا ہوں

تم نے تو پھیر دیا دل میں لیے جاتا ہوں ۲۷۸/۵ بہت تو پوچھنا دو گے یہ عرض کیے جاتا ہوں

شمع ساں رویئے دل کھول کر آتی ہے نہ تنگ — پر ترے خوف سے آنسو بھی پیے جاتا ہوں

کیا خوشی ہے کہ مرے زخم جگر کے ٹانکے — ٹوٹے ہی جاتے ہیں ہر چند سیے جاتا ہوں

دیکھیے ان میں سے کرتا ہے وہ کس کس کو پسند — دین و ایمان و دل و جان لیے جاتا ہوں

دل تو کیا ہے جو نہ دوں ایک نگہ پر جوشش — جان سی چیز تجھے مفت دیے جاتا ہوں

جلا بلا ہوں گرفتارِ حال اپنا ہوں ۲۷۹/۶ بہ رنگ شمع سراپا وبال اپنا ہوں

اس اشکِ سرخ و رخِ زرد سے سمجھ لے تو — بیان کیا کروں خود عرضِ حال اپنا ہوں

قرار پکڑے مرے دل میں کب کسی کی شکل — بہ رنگِ آئینہ محوِ جمال اپنا ہوں

نہ ماہتاب ہوں نے آفتاب ہوں یارب — یہ کیا سبب ہے کہ آپ ہی زوال اپنا ہوں

جہان خوابِ تماشا جہان کا سب خواب — خیال خوب کیا تو خیال اپنا ہوں

بہ رنگِ نقشِ قدم میں پڑا ہوں در پہ ترے — نہ پایمال کرے تو نہال اپنا ہوں

رہِ سلوک میں جوشش کسی کا مزرعِ دل — جو پایمال کروں پایمال اپنا ہوں

تجھے سے اے شعلہ رو کب چھوڑتا ہوں ۲۸۰/۴ جلے دل کے پھپھولے پھوڑتا ہوں

ذرا چل دیکھ مجھ پر تیغِ ابرو — مرے ہے تو کہ میں منہ موڑتا ہوں

رفو جب تک نہ ہووے جیبِ صد چاک — یہ رشتہ اشک کا کوئی توڑتا ہوں

سر رشتہ دم کا جب تک ہاتھ میں ہے — اسی کو توڑتا ہوں جوڑتا ہوں

نالۂ دل کی تو کوتا ہی نہیں ۲۸۱ پر اثر کچھ اُس کو ہوتا ہی نہیں
کس قدر وہ قاتل ہے بے خوف و خطر تیغ خوں آلودہ دھوتا ہی نہیں
اُس گلی میں جس طرح روتا ہوں میں اس طرح تو کوئی روتا ہی نہیں
خارزارِ عشق کو کیا ہو گیا پاؤں میں کانٹے چبھوتا ہی نہیں
ترک کی لذت سے واقف کون ہے گر نہ ہوتا جان کھوتا ہی نہیں
جانتا گر دل ہے مزرع یاس کا تخمِ امید اس میں بوتا ہی نہیں
جوں سخن آتا ہے سلکِ نظم میں یوں کوئی موتی پروتا ہی نہیں
خواب میں جوشش وہ دیکھے کس طرح — عاشقِ بے تاب سوتا ہی نہیں
تجھ سوا اور سمت دیکھا ہی نہیں ۲۸۲ دیکھنے کا مجھ کو چسکا ہی نہیں
مت قدم رنجہ کر اے بوالہوس سینہ پر داغ بس جا ہی نہیں
اور کیا چاہوں گا تجھ سے اے فلک پادشاہی کی تو پروا ہی نہیں
تیرے کوچہ میں بہ رنگِ نقشِ پا جو کوئی بیٹھا سو اٹھا ہی نہیں
کوئی اُس سے کیا کہے احوالِ دل وہ کسی کی بات سنتا ہی نہیں
کس سے اے ظالم تجھے تشبیہ دوں تجھ سا کوئی اور دیکھا ہی نہیں
مت تڑپ ہر چند سمجھاتا ہوں میں — پر یہ دل جوشش سمجھتا ہی نہیں
سیر ہے اُس کی کوئی محرم نہیں ۲۸۳ ورنہ یہ دل جامِ جم سے کم نہیں
حالِ دیوانوں سے اپنا کم نہیں تم نے جو دیکھا تھا سو اب ہم نہیں

جب تلک تو ہے تبھی تک زیست ہے — جان تو جاتا ہے تو پھر ہم نہیں
داغ دل پر بس کرم کر اے طبیب — احتیاج پنبہ و مرہم نہیں
محتسب بیٹھا یہ کیا موقوف ہے — مے کدے میں کس کی گردن خم نہیں
خوب اس جینے نے ہم کو خوش کیا — اپنے مرنے کا ہمیں کچھ غم نہیں
کیا بھروسا ہستیٔ موہوم کا — جوں حباب اس کو قیام اک دم نہیں
کون سا دن ہے کہ داماں و کنار — دیدۂ گریاں کی دولت نم نہیں
بے گنہ کہتا پھرے ہے آپ کو — شیخ نسل حضرت آدم نہیں
کیا ہوا جوشش ترا جوش و خروش — ان دنوں وحشت کا وہ عالم نہیں

۲۸

ہے کون سی جگہ یہ ستم کش جہاں نہیں — مذکور تیری جور و جفا کا کہاں نہیں
آئینہ وار دہر میں جتنے ہیں صاف دل — یہ خاکسار دل پہ کسی کے گراں نہیں
عاشق تو اک اشارۂ ابرو پہ ہے تمام — اے ترک چشم حاجت تیر و کماں نہیں
جوشش رواں ہے اشک ان آنکھوں سے رات دن — ڈرتا ہوں راہزن سے یہ وہ کارواں نہیں

۲۹

یہ حسن و خلق تو کسی انسان میں نہیں — تیرا نظیر عالم امکاں میں نہیں
ہو جائے حرف شکوہ و لب زخم دل سے دو — اتنا نمک بھی تیرے نمکداں میں نہیں
لخت جگر میں اپنے جو کچھ دیکھتا ہوں آب — یہ آب و رنگ لعل بدخشاں میں نہیں
ابر مژہ کے فیض سے اے موسم بہار — کیا مجھ میں ہے کہ گوشۂ داماں میں نہیں
دیوانو اب کے خانۂ زنداں سے کوچ کرو — سنتے ہیں وہ بہار بیاباں میں نہیں

کس کو رفو کروگے بھلا اے رفوگراں — ثابت تو ایک تار گریباں میں ہی نہیں
جوشش ہمارے شعلۂ دل کو فرو کرے — یہ آب اُس کے تیر کے پیکاں میں ہی نہیں

۲۸۶

جس کے دل میں خواہشِ دنیا نہیں — اُس کو اے جوشش میسر کیا نہیں
ہے تصرف میں مرے اقلیمِ دل — بادشاہی کی مجھے پروا نہیں
جوں نظر اُس کا جمالِ بے مثال — آنکھ سے اک دم جدا ہوتا نہیں
گفتگو ہوتی ہے اُس کی بے نمک — جس کے سر میں عشق کا سودا نہیں
کثرتِ داغ اس قدر سینے میں ہے — دل کے رہنے کی بھی جوشش جا نہیں

۲۸۷

جب بہ جز جور و جفا کچھ اُسے منظور نہیں — مار ہی ڈالے اگر ہم کو تو کچھ دور نہیں
کس طرح پہنچے اُسے ہم سے ضعیفوں کی خبر — طاقتِ نالہ نہیں آہ کا مقدور نہیں
اے طبیبو نہ معالج ہو نہ تدبیر کرو — دیکھے آرام کی صورت یہ دلِ رنجور نہیں
قصۂ درد ہمارا ہی چھپا ہے ورنہ — کوئی قصہ نہیں ایسا کہ جو مشہور نہیں
جی نکلتا ہے مرا بس نہ نکالو آنکھیں — دل ربائی کا مری جان یہ دستور نہیں
چشمِ مخمور تری دوست جو رکھتے ہیں سبب — دلِ پُر آبلہ کچھ خوشۂ انگور نہیں
کھا گئی ساری خدائی کو ولیکن جوشش — خون سے ایک کے آلودہ لبِ گور نہیں

۲۸۸

کب میں اُس کی بزم میں جاتا نہیں — کب وہ ظالم مجھ پہ جھنجھلاتا نہیں
جس کو آنکھیں دیکھتی تھیں دم بہ دم — خواب میں بھی وہ نظر آتا نہیں
کوہکن سے کام شیریں نے لیا — مجھ کو تو کچھ کام فرماتا نہیں

اپنے دیوانے سے بولا چپ ہے — اُس کے جی میں یہ کبھی آتا نہیں
آہ سوزاں سے زباں تک جل گئی — کیوں یہ دل کم بخت جل جاتا نہیں
مجھ ہی کو کہتے ہیں سب آشنا نزو — اس کو کوئی جا کے سمجھاتا نہیں
اس ہی کو جوشش کہے ہے سنگ دل — نالۂ دل آپ شرماتا نہیں

(۲۶۹)
کون سی جا ہے کہ وہ جلوہ گہِ یار نہیں — آہ کس سے کہوں کوئی واقفِ اسرار نہیں
مثلِ آئینہ نہ دے دیدۂ حیراں یارب — چشمِ حیرت زدہ کو لذتِ دیدار نہیں
ہر کسی کو نظر آتا نہیں کیوں اُس کا جمال — حایلِ یار اگر پردۂ پندار نہیں
دلِ حق بیں کو ہیں یاں ز رکھا دستِ حق — یہ تو وہ جنس ہے جو قابلِ بازار نہیں
کہتے ہیں فاعلِ مختار ہے بندہ لیکن — خوب دیکھا تو یہ مجبور ہے مختار نہیں
آمد و رفتِ نفس جب سے ہوئی صیقل گر — دل کے آئینے پہ دیکھا کہیں زنگار نہیں
عالمِ بےخبری میں تو خبرداری ہے — لطف ہے بےخبری کے تو خبردار نہیں
عالمِ خواب میں بھی مجھ کو نہ سمجھو غافل — دل تو بیدار رہے گو دیدۂ بیدار نہیں
دو جہاں سے وہ ہی آزاد ہے یہاں اے جوشش — جو کوئی دامِ تعلق میں گرفتار نہیں

(۲۷۰)
کون زلفوں میں تری یار گرفتار نہیں — کس دِوانے کو یہ زنجیر سزاوار نہیں
بن کہے شمع کے مانند زباں کٹتی ہے — رازِ دل سوختگاں قابلِ اظہار نہیں
کس طرح دیکھیے اے مہرِ درخشاں تجھ کو — تابِ نظّارہ نہیں طاقتِ دیدار نہیں
مجھ کو رونے ہی سے فرصت نہیں ملتی ورنہ — ناصحو توڑنا زنجیر کا دشوار نہیں

دانۂ اشک مسلسل ہی چلے آتے ہیں — زورِ تسبیح ہے یہ جس میں کہ زنّار نہیں

کون سا دن ہے کہ ایذا نہیں دیتا تجھ بن — کون سی رات ہے جو درپئے آزار نہیں

دشت میں کیوں نہ پھروں خاک بسر اے جوشش ——— سرِ شوریدہ مرا قابلِ دستار نہیں

۲۹۱/۶

خوشی سے گرچہ ہمیں اک دم اتّصال نہیں — پر اپنے جی میں کسی نوع کا ملال نہیں

کھلی نہ ایک گرہ دل کی تیرے ابرو سے — یہ سچ ہے عقدہ کشا ناخنِ ہلال نہیں

دو جان مانگے ہے ہم دل نیاز کرتے ہیں — ہمارے اس کے تو اب تک کچھ انفصال نہیں

عبث خفا نہ ہو مجھ کو سمجھ کے بوسہ طلب — خدا علیم ہے اپنا تو یہ خیال نہیں

سبب نجات کا یاں انفعال ہے لیکن — مجھے تو اپنے کیے پر کچھ انفعال نہیں

گریز اہل دلوں کو ہے کس لیے جوشش ——— تعلقاتِ زمانہ اگر زوال نہیں

۲۹۲/۵

بات کوئی دم کی ہے جینے کی مجھے آس نہیں — حیف صد حیف کہ وہ یار مرے پاس نہیں

کیوں لیے نکلے ہے ہم راہ جگر کے ٹکڑے — قطرۂ اشک اگر ریزۂ الماس نہیں

خونِ دل پی کے وہ خوں خوار مرا جیتا ہے — کیا بری مے ہے کہ اس میں ذری بو باس نہیں

اپنے کوچے ہی میں رہنے دے کہ ہو جاؤں خاک — تیرے مجنوں کو بیاباں کی ہوا راس نہیں

کیا کوئی بیٹھے ترے پاس کرے صحبت گرم ——— آشنائی کا تو اے یار تجھے پاس نہیں

۲۹۳/۹

دیا دین و دل تک رکھا کچھ نہیں — ترے بھاویں اے بے وفا کچھ نہیں

ہے اک خلق گریاں مرے حال پر — تجھے رحم آتا ہے یا کچھ نہیں

ملاقات ہی کا طلب گار ہوں — میسر مجھے ورنہ کیا کچھ نہیں

کسی پر ترا لطف کسی پر کرم — غریبوں پہ پر اے بے وفا کچھ نہیں
طبیبو بہ جز شربتِ وصلِ یار — مرے دردِ دل کی دوا کچھ نہیں
نکل میرے سینے سے اے آہِ سرد — اثر تجھ میں تو دیکھتا کچھ نہیں
لٹا دین و ایمان و جاں عشق میں — خدا جانتا ہے رہا کچھ نہیں
کرے تھا رقیبوں سے شکوہ مرا — جو پوچھا یہ کیا تھا کہا کچھ نہیں
نہ بولا اگر مجھ سے وہ شرم سے — مجھے اس کا جوشش گلہ کچھ نہیں

۲۹۴/۵

کر قتل شوق سے مجھے خوف و خطر نہیں — مر جاؤں گا تو کیا ہوا مرنے کا ڈر نہیں
اے حرص قصدِ خانۂ دل کا نہ کیجیو — یہ گھر تو وہ ہے جس میں ہوا کا گزر نہیں
وہ کون سا ہے دن کہ نہیں چشم خوں فشاں — وہ رات کون سی ہے کہ دامان تر نہیں
دزدیدہ کیوں نگاہِ بتاں ہے ہر ایک سے — منظور پاسِ خاطرِ عاشق گر نہیں
منت کرے ہے غیر کی جوشش تو کس لیے — اے بے شعور تیری خدا پر نظر نہیں

۲۹۵/۷

رہتا ہے نت خیال ترا دیکھتے نہیں — مدت ہوئی جمال ترا دیکھتے نہیں
کیا وصل سے حصول اگر وصل بھی ہوا — حیرت سے خط و خال ترا دیکھتے نہیں
دیوانے کس ملال نے گھیرا ہے اب تجھے — چہرہ کبھی بحال ترا دیکھتے نہیں
اے آفتابِ داغ یہ کیا ہو گیا تجھے — وہ جاہ وہ جلال ترا دیکھتے نہیں
ایذا نہ پاتے ہاتھ سے دوری کے اس قدر — گر عالمِ وصال ترا دیکھتے نہیں
خوباں کے در کی تو نے گدائی تو کی ہے لیک — مقبول ہو سوال ترا دیکھتے نہیں

جوشش نہ ہو ملول جو پوچھے نہ سرگزشت — کیا پوچھیں تجھ سے حال ترا دیکھتے نہیں

۲۹۶

جیب و داماں نہیں دیدۂ گریاں نہیں — اے جنوں مجھ سا کوئی بے سر و ساماں نہیں

ہے گلستاں میں کیوں چاک گلوں کا سینہ — نالۂ زار پہ بلبل کے اگر کان نہیں

عذر کیا کیجیے وہ ترک اگر آ جائے — دل نہیں جان نہیں دین و ایماں نہیں

دُر و مرجاں گو نہیں ہیں لب و دنداں تیرے — کون کہتا ہے کہ رشکِ دُر و مرجاں نہیں

کون سینہ کہ نہیں چاک تری خنجر سے — کون سے دل میں ترے تیر کا پیکاں نہیں

کون ٹھہرے گا تری تیغ نگہ کے آگے — ایک میں تھا سو مری جان میں اب جاں نہیں

اے بتاں کرتے ہو کیوں یوں کنارا پس مرگ — ایسی باتوں کا مرے دل میں تو ارماں نہیں

جو کوئی چاہے سو آ بیٹھے ہمارے دل میں — خانۂ عشق ہے یہ یاں در و درباں نہیں

سبزۂ خط کا نکلنا ہے تعجب جوشش — ہے نمک زار رخ یار گلستاں نہیں

۲۹۷

تجھ سے جو تشنۂ دیدار ملا چاہتے ہیں — آب شمشیر کوئی قطرہ پیا چاہتے ہیں

مسیں آغاز ہوئیں منہ نہ لگائیں کیونکر — اب دغلے سے یہ بتاں زہر دیا چاہے ہیں

سنگ سرمہ ہی بسد کھسنے لگے ہیں تیغ نگاہ — ترک چشم اس کے غرض قہر کیا چاہے ہیں

قیس کے چاہنے نے لیلیٰ کو بدنام کیا — چاہنے والے اسی طرح سے کیا چاہتے ہیں

یاں بُرے اور بھلے یک سے ہیں نظروں میں — جو بُرا چاہتے ہیں اُن کا بھلا چاہتے ہیں

رد بہ ردائش کے اے غماز نہ غمازی کر — تجھ کو کیا اس سے نہیں چاہتے یا چاہتے ہیں

خوب رد کرنے لگے عشوۂ پنہاں جوشش — دل کو تو لے چکے اب جان لیا چاہتے ہیں

جفا و جور کرتے ہیں بتاں آزار دیتے ہیں ۲۹۸/۵ عجب ناداں ہیں جو عشق میں جی ہار جاتے ہیں

نہ آپ آزردہ ہوتا ہے گلہ آمیز باتوں سے ہماری بات کو اغیار ناحق مار دیتے ہیں

نگاہِ تند بھی ہم پر نہ کی ان خوش نگاہوں نے نصیب ان کے ہیں جن کو گالیاں دو چار دیتے ہیں

ہمیں خود کچھ تو وہ کہتے نہیں ماری مروت کے شرارت سے بتاں غیروں کے تئیں ہنکار دیتے ہیں

جہاں میں شور سنتا ہوں تری شیریں کلامی کا — حلاوت سب کو اے جوشش تری اشعار دیتے ہیں

چشمِ خوں خوار ابروی خم دار دونوں ایک ہیں ۲۹۹/۹ ہیں جدا لیکن بہ وقتِ کار دونوں ایک ہیں

باعثِ آرام یہ نے موجبِ آزار وہ چشمِ وحدت میں ہیں گل او خار دونوں ایک ہیں

التیامِ زخمِ دل کے حق میں گر کیجے نگاہ سبزۂ خط مرہمِ زنگار دونوں ایک ہیں

حالتِ استغنا کی جس کے ہاتھ آئی ہے یہاں اُس کے نزدیک اندک و بسیار دونوں ایک ہیں

میرے اُس کے گو جدائی آ گئی ہے درمیاں جس گھڑی باہم ہوئے دو چار دونوں ایک ہیں

جو نہ مانے اس کو عاشق ہو کے اس پہ دیکھ لے ابروئے خم دار اور تلوار دونوں ایک ہیں

کیا کہوں میں اس کو آنکھوں نے دیے ہیں جو فریب فنِ مکاری میں یہ مکار دونوں ایک ہیں

جو ہے کعبہ وہ ہی بت خانہ ہے شیخ و برہمن اس کی ناحق کرتے ہو تکرار دونوں ایک ہیں

یہ نہیں کہنے کا جوشش ہو گا جو صاحب دماغ — زلف یار و نافۂ تاتار دونوں ایک ہیں

اگرچہ خنجرِ تر کا نہ خوں آشام ہوتے ہیں ۳۰۰/۷ پہ کب تیری مژہ کے سے انھوں سے کام ہوتے ہیں

اگر چاہیں نہ بولیں اُس سے ہم یہ ہو نہیں سکتا و گر کچھ بولتے ہیں تو ابھی بد نام ہوتے ہیں

جو کچھ دن ہم نے دیکھے ہیں بُرے ہاتھوں زمانے کے فلک اس سے کسی کے کب بُرے ایام ہوتے ہیں

دل و دیں سے اُٹھایا ہاتھ عقل و ہوش سے گزرے — ترے دیوانے کوئی پابند ننگ و نام ہوتے ہیں
جب اُٹھ جاتا ہے اپنے پاس سے آرام جاں اپنا — دل مضطر کے ہاتھوں سخت بے آرام ہوتے ہیں
بتاں احوال میرا پوچھتے رہتے ہیں غیروں سے — تسلی بخش دل کے نامہ و پیغام ہوتے ہیں
نہ دوں کس طرح جوشش قاصدوں کو نقد جاں اپنا — کہ خط لاتے ہیں اُس کا قابل انعام ہوتے ہیں

۳۰۱/۵

جفا و جور کے مشتاق ہیں ہم تجھ پہ مرتے ہیں — ڈرایا کیا ہے ہم کو ہم کوئی مرنے سے ڈرتے ہیں
جب اُس کی زلف کو میں دیکھتا ہوں دست شانہ میں — خیالات پریشاں جی میں کیا کیا کچھ گزرتے ہیں
عقوبت کے فرشتے بھاگتے ہیں یہ ستم کیشاں — سزا اہل عصیاں پر قدم حسن قت دھرتے ہیں
ہمارے درد سے عالم کو آگاہی ہوئی کیونکر — نہ ہم فریاد کرتے ہیں نہ آہ سرد بھرتے ہیں
جو کوئی سرگشتۂ دشت جنوں ہو تو ہوا ہے جوشش — بگولے کی طرح وہ ایک جا کب ٹھہرتے ہیں

۳۰۳/۷

جو تیرے سامنے آئے ہیں سو کم ٹھہرے ہیں — یہ ہمارا ہی کلیجہ ہے کہ ہم ٹھہرے ہیں
عشق میں کس سے رفاقت کی توقع رکھیے — اپنے تو دوست یہی درد و الم ٹھہرے ہیں
مورد لطف و کرم ہیں سبھی تیرے نزدیک — لیکن اک ہم ہی سزاوار ستم ٹھہرے ہیں
دل جگر دونوں بہے اشک کے سیلاب میں آج — کچھ تو منظور ہے جو دیدۂ نم ٹھہرے ہیں
آہ اس بحر میں ہم خلق ہیں مانند حباب — ہے دم باز پسیں جو کوئی دم ٹھہرے ہیں
کوچۂ عشق میں تم ٹھہروگے اے بوالہوسو — واں تو سر جس نے دیا اُس کے قدم ٹھہرے ہیں
جوشش اس ابر مژہ کی گہرافشانی سے — ہم بھی حاتم کی طرح اہل کرم ٹھہرے ہیں

۳۰۴/۶

کیا ہوا گر کوئی دم عشق میں ہم جیتے ہیں — مبتلا جو ہیں اس آزار کے کم جیتے ہیں

آج ہے عزمِ شکار اُس کو یہ معلوم نہیں
خوف سے مر گئے یا صیدِ حرم جیتے ہیں

شیخ کی طرح نہ کعبے کو کریں گے سجدہ
جب تلک تیرے پرستارِ صنم جیتے ہیں

مر گئے ہیں پہ دمِ تیغ میں جی بستا ہے
اے مسیحا ترے دم سے کوئی ہم جیتے ہیں

جیتے رہنے سے تری یاد کریں ہیں سمجھا
جتنے ہیں ساکنِ اقلیمِ عدم جیتے ہیں

جاں بہ لب ہیں شبِ فرقت میں ولیکن جوشش
یار آ جائے تو بارے کوئی دم جیتے ہیں

(۳۰۴/۴)

کشورِ زلف میں جو بستے ہیں
دے خطا و ختن کو ہنستے ہیں

حالِ خوباں نے کیا نکالی ہے
جب مجھے دیکھتے ہیں ہنستے ہیں

مجھ کو تو چاہتا ہے کب پیارے
تیرے دل میں تو غیر بستے ہیں

ہم بھی کیا بے نصیب ہیں جوشش
اُس کے دیدار کو ترستے ہیں

(۳۰۶/۲)

لذتِ وصل تصوّر میں اُٹھا رہتے ہیں
گو کہ ظاہر میں سدا اُس سے جدا رہتے ہیں

کیا گنہ ہم نے کیا کون سی تقصیر ہوئی
اس قدر آپ جو اب ہم سے خفا رہتے ہیں

خاکِ ذلت میں بھی جوں آئینہ گرد آلودہ
نت پرستارِ صفا اہلِ صفا رہتے ہیں

ان جفاکاروں کی ہم کس کنے فریاد کریں
بھولے بھٹکے جو مری قبر پہ آ رہتے ہیں

غیر ہم راہ ہیں مے نوشی ہے بدمستی ہے
مر گیا ہوں پہ مجھے اب بھی ستا رہتے ہیں

گاہ گریاں دگہے نالہ کناں اے جوشش
ہم کو جس طرح سے رکھتا ہے خدا رہتے ہیں

(۳۰۷/۵)

لے چکے ہیں دل و دیں در پے جاں رہتے ہیں
آہ کس ملک میں یہ سنگ دلاں رہتے ہیں

بے وفا تو ہی ہمیں بھول گیا ہے ورنہ
ہم تری یاد میں رہتے ہیں جہاں رہتے ہیں

دن میں اک بار بھی جب تک نہ دیکھیں تجھ کو — دیدۂ عاشقِ بے دل نگراں رہتے ہیں
راہ کوچے کی تو مسدود نہ کر اے ظالم — گاہ گاہے جو ہم آتے ہیں تو یاں رہتے ہیں
کیا تماشا ہے کہ دل شدگانِ پُرجوش — سامنے ہیں پہ خدا جانے کہاں رہتے ہیں
نوخطاں منہ سے مرے منہ جو ملا دیتے ہیں — آبِ حیواں ہی عوض مجھ کو پلا دیتے ہیں
ان مسیحا نفسوں کی جو تعدی سے کوئی — مر بھی جاتا ہے تو یہ اس کو جلا دیتے ہیں
کیوں نہ وحشت ہو مجھے نالۂ مرغانِ چمن — فصلِ گل میں مری زنجیر ہلا دیتے ہیں
دور ہونا ہی نہیں زنگِ تعلق ہیہات — دل کے آئینے کو ہر چند جلا دیتے ہیں
جس کی محفل میں فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں — ہم کھڑے شمع صفت تا بہ سحر جلتے ہیں
کیا عجب گر شررِ عشق دلوں کو دے آگ — ایک چنگاری سے تو لاکھوں ہی گھر جلتے ہیں
جب سے خوبانِ جہاں میں کیا میں تجھ کو پسند — دیکھ کر تجھ کو سبھی اہلِ نظر جلتے ہیں
یاد میں اس کی اٹھی جب سے کہ دل کی حرارت — آتشِ عشق میں بے خوف و خطر جاتے ہیں
کچھ علاج اس کا بھی آتا ہے طبیبو تم کو — رات دن سینے میں دل اور جگر جلتے ہیں
اشکِ حسرت کی بہ دولت تری دوری میں ہم — پانی میں ڈوبے ہی رہتے ہیں مگر جلتے ہیں
عاشقِ سوختہ جاں آتشِ دوری میں تری — یار لیتی ہے تو بے جلد خبر جلتے ہیں
جو کوئی اس سے یہ کہتا ہے تو سن کر بے رحم — یوں اٹھاتا ہے کہ جلنے دے اگر جلتے ہیں
آگ پانی سے کبھی لگتی نہ دیکھی جوشش — آہ کیوں اشک سے یہ دیدۂ تر جلتے ہیں
دنیا میں زندگی سے بیزار ہیں تو ہم ہیں — مرنے کو سب سے پہلے تیار ہیں تو ہم ہیں

تیری گلی میں ظالم پوچھے ہے کون کس کو
اپنے دلِ حزیں کے غم خوار ہیں تو ہم ہیں

جور و جفا سے اُس کی کیا کام بوالہوس کو
محظوظ ہیں تو ہم ہیں بیزار ہیں تو ہم ہیں

جوں غنچہ و صبا ہے عالم سے ربط تجھ کو
آنکھوں میں تیری گل رو اک خار ہیں تو ہم ہیں

اپنی خودی ہی جوشش مانع ہوئی صفا کی —
اس دل کے آئینے کے زنگار ہیں تو ہم ہیں

۳۱۱/۵

کہاں وضعِ لطف و کرم جانتے ہیں
بتاں ایک طرزِ ستم جانتے ہیں

عبث تو یہ باتیں بناتا ہے ظالم
جو کچھ ہے تری جی میں ہم جانتے ہیں

قسم کھا کے تو چاہتا ہے کہ جاؤں
سو ہم خوب تیری قسم جانتے ہیں

بیاں کیا کریں حال اپنا کسی سے
جو گزرے ہے ہم پہ سو ہم جانتے ہیں

ہمیں کام کیا عیش و عشرت سے جوشش —
غم و درد کو مغتنم جانتے ہیں

۳۱۲/۷

جو تری تیغِ ستم کھائے ہوئے بیٹھے ہیں
گور میں پاؤں کو لٹکائے ہوئے بیٹھے ہیں

جی الجھتا ہے مرا دل تو نہیں پہلو میں
آپ کیوں زلف کو سلجھائے ہوئے بیٹھے ہیں

اب کسی دشت و بیاباں میں شتاب اے وحشت
لے بھی چل ہم کو ہم اکتائے ہوئے بیٹھے ہیں

کیا ہوا امرد و ترشح سے بھلا اے ساقی
شیخ جی بزم میں کیوں چھائے ہوئے بیٹھے ہیں

بار تو پاتے نہیں درگہِ عالی میں تری
آہ کس واسطے ہم آئے ہوئے بیٹھے ہیں

منہ تلک دیں گے پہ سر فاش نہیں کرنے کے
سر جو اس راہ پہ منڈوائے ہوئے بیٹھے ہیں

کہیں اٹھتے نہیں اس در کے گدا اے جوشش —
شوق سے پاؤں کو پھیلائے ہوئے بیٹھے ہیں

۳۱۳/۵

چمن میں آئی ہے فصلِ بہار سنتے ہیں
قفس سے اڑ نہیں سکتے ہزار سنتے ہیں

فراقِ یار میں آتے کبھی نہیں دیکھا
تمھارا نام ہی صبر و قرار سنتے ہیں

دو چند ہوئے ہی یہ اضطراب دل جو کبھی
خبر ترے ادھر آنے کی یار سنتے ہیں

وہ کام تیشۂ غم نے کیا ہے ای فرہاد
کہ سرگزشت تری قصّہ وار سنتے ہیں

بچے گا جیتا کوئی کوے زلف میں جوشش —
وہاں تو چاروں طرف مار مار سنتے ہیں

۳۱۳/۵

ہم نہ کچھ بہرِ نام روتے ہیں
رونا ہے اپنا کام روتے ہیں

اُس بناگوش و زلف کی خاطر
صبح روتے ہیں شام روتے ہیں

تنگ دل دیکھ اس پریشاں کو
غنچہ و گل مدام روتے ہیں

پھر گئی ہے ہوائے مے خانہ
شیشے ہنستے ہیں جام روتے ہیں

ہم سے آفت نصیب اے جوشش —
وصل میں بھی مدام روتے ہیں

۳۱۴/۶

عمرِ عزیز گزرے ہے رنج و ملال میں
عاشق کہاں ہوئے کہ پڑے اک زوال میں

دم مارے کیا صفا سے تری منہ پر آئینہ
ہے غرق آپ ہی عرقِ انفعال میں

نے ڈر عسس کا ہے نہ ہمیں خوف محتسب
رہتے ہیں مست شام و سحر اپنے حال میں

جس کو خیال وہ ہم سے باہر کہے ہے خلق
رہتا ہوں رات دن میں اُسی کے خیال میں

تشبیہ جس سے دوں خمِ ابروے یار کو
ایسی تو خوش خمی نہیں تیغِ ہلال میں

ممکن نہیں بچے کمر اُس کی نظر پڑے —
جوشش عبث پڑا ہی تو فکرِ محال میں

۳۱۵/۵

جلوہ گر دل ہے دیدۂ نم میں
عکسِ گل جس طرح ہو شبنم میں

ہم رہاں اتنی کیا شتابی ہے
ہم بھی چلتے ہیں اب کوئی دم میں

گر نہ ہوتا ترا ظہور عیاں — کیا بزرگی تھی خاک آدم میں
یہی ہوگا عذاب دنیا کا — اور کیا ہوئے گا جہنم میں
جان اس کی نیاز کر جوشش — بات رہ جائے گی یہ عالم میں

۲۱۶

گریہ ہیں جور کا تیری ہی شکوہ یار آپس میں — جہاں مل بیٹھتے ہیں آشنا دو چار آپس میں
کیا ہنگامہ برپا ایک عالم نے ترے در پر — مجھے چلتی نظر آتی ہے اب تلوار آپس میں
جفا سے تو نہ باز آئے وفا سے ہم نہ درگزریں — ہوئے تھے روز اول کیا یہی اقرار آپس میں
پرستاروں میں اس لب کے نہ ہوئی گفتگو کیوں کر — نہیں ممکن کہ بن بولے رہیں مے خوار آپس میں
بتاں ہیں بے مروت اور تو آزردہ جا جوشش — یہ کیا معنی کہ آ جائے نہ کچھ تکرار آپس میں

۲۱۷

ہوا ہے گھر بتاں کا یہ دل دیوانہ پہلو میں — لیے پھرتا ہوں میں ای برہمن بت خانہ پہلو میں
ارادہ ہم نشینی کا نہ رکھو شعلہ رؤں سے — نہیں ممکن کہ بیٹھے شمع کے پروانہ پہلو میں
دل پرخوں ہے شیشہ داغ ہے پیمانہ لے زاہد — سدا رکھتے ہیں مستاں شیشہ و پیمانہ پہلو میں

۲۱۸

ملنے پائے نہ تجھ سے دنیا میں — مر گئے ہم اسی تمنا میں
ہے کدھر وہ غزال رم خوردہ — جس کی ہے دھوم کوہ و صحرا میں
نالۂ دل ہے تیشۂ فرہاد — کام کرتا ہے سنگ خارا میں
خوف سرگشتگی سے اے وحشت — خار چبھتے نہیں کف پا میں
آرزو کم نہ ہوگی اے ساقی — جب تلک مے رہے گی مینا میں
کفر و اسلام کی نہ کر تکرار — دونوں یکساں ہیں چشم بینا میں

جامِ جم میں نہ ہوگا اے جوشش — ہے جو کچھ لطف جامِ صہبا میں

۱۴۹ ج

مصوّر ڈال دیوے گر تری تصویر پانی میں — کرے وہ مردمِ آبی کو بھی تسخیر پانی میں

ترے چہرے پہ اے آئینہ رو یوں زلف بکھری ہے — ہی پھرتی ہے جیسے موج کی زنجیر پانی میں

گدازِ عشق ہوں کب حرف بر گو دل نشیں ہووے — ابھرتا ہی نہیں کچھ کیجیے تحریر پانی میں

تری تیغِ نگہ کی آب داری کو کہاں پاوے — سراپا غرق ہے گو صورتِ شمشیر پانی میں

جلا ڈالا ہے آنسو نے ہمارے جیب و داماں کو — کہاں سے آئی جوشش آگ کی تاثیر پانی میں

۳۰۰ ع

آتا ہے مجھے لطفِ چمن یاد قفس میں — کیوں کر نہ کروں نالہ و فریاد قفس میں

دیوے گا وہی طاقتِ پرواز بھی ہم کو — بے بال و پری جس نے کی امداد قفس میں

اب طاقتِ پرواز نہیں صحنِ چمن تک — آزاد نہ کر رہنے دے صیاد قفس میں

صیاد تو فریاد ہی کرنے نہیں دیتا — کیا شاد رہے یہ دلِ ناشاد قفس میں

جوشش نہ گیا دل سے مرے شوقِ رہائی — گو بال و پر اپنے ہوئے برباد قفس میں

۱۳۰ ے

ہوا رخصت طلب جب بیٹھتے ہی یار پہلو میں — چلے آنکھوں سے آنسو درد اٹھا اک بار پہلو میں

سدا رہتا ہے یہ دل درپے آزار پہلو میں — عوض اس کے تو بہتر تھا جو ہوتا خار پہلو میں

نہ شوقِ طور ہے مجھ کو نہ ذوقِ وادیٔ ایمن — ہوا ہے خانۂ دل جلوہ گاہِ یار پہلو میں

کسی کے خون کا پیاسا کسی کی جان کا دشمن — لیے پھرتا ہے ہر دم خنجرِ خوں خوار پہلو میں

دلِ صد چاک کو اور سینہ پر داغ کو دیکھو — نہ دیکھا ہو اگر گلزار سے گلزار پہلو میں

نہ ہو برباد صبر و تاب و طاقت کی طرح دل بھی — ابھی رہ گیا ہے اک یہی غم خوار پہلو میں

مبرّا حرصِ دنیا سے کسی کا دل نہیں جوشش — جسے دیکھا یہاں ہے اس کے یہ مردار پہلو میں

تودے لگے ہیں سنگِ ملامت کے دل میں ۲۳۳ ایسے ترے لیے ہوئے بدنامِ خلق ہیں

اب تو یہ تشنۂ دمِ شمشیر مر چلا — کیا فائدہ جو پانی چواتے ہیں حلق میں

نظر آتا ہے ساقی جلوۂ نیرنگ شیشے میں ۲۳۴ پری ہے شیشے میں یا ہے گلِ رنگ شیشے میں

تری جلوہ گری کے سامنے کوئی آئے کیا قدرت — اگر دیکھے ترا جلوہ پری ہو دنگ شیشے میں

ہمارا دل صنم میں اور صنم دل میں ہمارے ہے — تماشا ہے کہ شیشہ سنگ میں ہے سنگ شیشے میں

منہ اپنا دیکھ دیکھ آئینے میں حیران ہوتا ہوں — بہا ہے خونِ دل آنکھوں سے ہے یا ہے رنگ شیشے میں

خدا کے واسطے اے محتسب در پے نہ رہ اس کے — تری ہاتھوں ہوئی ہے دخترِ رز تنگ شیشے میں

تامل کی نظر سے دیکھ رنگ ان بستر رنگوں کا — بھرا ہے بادۂ گلگوں بنا کر سنگ شیشے میں

خیال اس سنگدل کا اس دلِ نازک میں ہے ایسا — اتارا زور ہی حکمت سے ہے یہ سنگ شیشے میں

جو سنگیں دل ہی اس کا کام نازک دل سے کب ہو — نہ دیکھا ہم نے جوشش سنگ کا سا ڈھنگ شیشے میں

کہیں اک لاگ ہے جس سے لگی ہے آگ پانی میں ۲۳۴ لگا دی آگ جلوے نے ترے بے لاگ پانی میں

مرے رونے کے ڈر سے ابر تو مت بھاگ پانی میں — لگا دے گا ابھی آنسو ہمارا آگ پانی میں

ہجومِ گریہ میں یوں آہِ سوزاں دل سے نکلے ہے — کوئی جس طرح سے گاتا ہو دیپک راگ پانی میں

مرے ابرِ مژہ سے رات دن آنسو ٹپکتے ہیں — دلِ خوابیدہ کیا ہوتا ہے تو اٹھ جاگ پانی میں

نہیں جنبش میں زلف آئینہ رو کے منہ پہ اے جوشش — نظر کر دیکھ لہراتا ہے کالا ناگ پانی میں

تڑپیں ہیں سیکڑوں ہی پڑے کوئے یار میں ۲۳۵ پھر ایک میں غریب تو ہوں کس شمار میں

مانند جامِ جم کے خدا ئی کا دید ہے — اہلِ نظر کے نہیں اسی مشت غبار میں

۲۳۶

مانند جامِ جم ہے سب کچھ مری نظر میں — کرتا ہوں سیر عالم بیٹھا ہوا اس گھر میں

آں اشک و آہ سے تھی جوں شمع زیست سے اب — نے اشک چشم میں ہے نہ آہ ہے جگر میں

ہستی تو ہے ولیکن راہِ فنا [illegible] ہے — جائے ہی گا جو آیا دنیا کے رہگذر میں

دیوانے حال دل کا دیوار و در سے مت کہہ — طاقت رہے گی باقی دیوار میں نہ در میں

آتا ہے مجھ کو رونا اس چاک چاک دل پر — دیکھوں ہوں جب کناری ظالم تری کمر میں

فریاد کرتے کرتے تھک گئی زبان لیکن — کوئی دادرس نہ دیکھا اس عشق کے نگر میں

اہلِ صفا سے کاوش رکھتا ہے یہ زمانہ — دیکھا نہیں گہر کے سوراخ ہی جگر میں

کنجِ عدم میں کیا ہی آرام سے تھے جوشش — آکر یہاں پڑے ہیں ہم ایک دردِ سر میں

۲۳۷

آگے اس کے نہ جا دیدۂ تر پانی میں — سنتے ہیں کچھ نہیں آتا ہے نظر پانی میں

اتنا بے تاب جو ہے عکسِ قمر پانی میں — کس کی صورت اسے آئی ہے نظر پانی میں

اس رخِ صاف پہ قطروں کو عرق کے دیکھے — بے صدف جس نے نہ دیکھے ہوں گہر پانی میں

مردمک اشک کے سیلاب سے کس طرح ڈرے — مردمِ آبی ہے یہ اس کا ہے گھر پانی میں

کس کو آتا ہے یہ جز دیدۂ تر اے جوشش — پانی سے آگ لگانے کا ہنر پانی میں

۲۳۸

سخت رنجور ہوں اور تجھ سے بہت دور پڑا ہوں میں — یار ملنے کا تو تحقیق ہے مجبور ہوں میں

بود و باش اپنی تو ہے گوشۂ گمنامی میں — جس سے پوچھو گے بتا دیوے گا مشہور ہوں میں

مثلِ یعقوب گئیں رو کے ہی روتے آنکھیں — کس طرح دیکھوں تجھے آنکھوں سے معذور ہوں میں

اس کے ہاتھوں سے مرے دل نے اٹھائے ہیں زخم — چاہتا ہی یہی ہر زخم کہ ناسور ہوں میں
روح کو خاک سے اس در ہی کی ہے انس اے ہمدم — تیرے ہم راہ یہاں تا بہ لب گور ہوں میں
تم سے کس طرح ملاقات ہوا ے سیم تناں — نہ مجھے زر رہے نے صاحب مقدور ہوں میں
جس قدر داں ہے غرور اس سے زیادہ ہے عجز — کیا تعجب ہے اگر عجز پہ مغرور ہوں میں
دور ساغر سے ترے کیا ہی غرض ای ساقی — گردش چشم سیہ مست سے مسرور ہوں میں
حالت نزع میں بکتا ہوں یہی ای جوشش — آ عیادت کو مری یار کہ رنجور ہوں میں

۳۹/۹ ۲

رہی کیوں کر نہ ساقی دختِ رز دل گیر شیشے میں — یہاں تک شیشے میں کھا کہ ہو گئی پیر شیشے میں
نگہ کے تیر و ناوک دیکھ کر میں دل میں حیراں ہوں — ترازو ہو گیا ہی کس طرح یہ تیر شیشے میں
منقش دل میں جو ہوتا ہی وہ سمجھا نہیں جاتا — نظر آتا ہے جو کچھ کیجیے تحریر شیشے میں
ہمارے دل کو مے پینے سے ای ساقی لحاظ آیا — مے قاتل تری کرتی جو کچھ تاثیر شیشے میں
محبت کہتی ہی خلقت مے کو ساقی دیو شیشے کا — پری کی سی تو آتی ہی نظر تصویر شیشے میں
یہ کہہ ساقی جسے پینا ہو پی لیوے مئے باقی — یہی ہر قلقل مے کی صدا تکبیر شیشے میں
ہوا ہے کون سا مے خوار دیوانہ جو ای ساقی — پھرے ہی موج مے کی تو یہ زنجیر شیشے میں
طلا کی طرح چہرہ سرخ کر دے میرا تب جانوں — نہیں تو مجھ کو کیا ساقی جو ہے اکسیر شیشے میں
ہجوم غم سے صورت ہو گئی تبدیل ای جوشش — نہایت ہم ہوے منہ دیکھ کر دل گیر شیشے میں

۴۳/۴

صفا ذاتی ہی ای شیشہ گراں ہر چند شیشے میں — پہ کیا معنی کہ ہو اس سینے کے مانند شیشے میں
کہے کیوں کر نہ خلقت مے کو ساقی دیو شیشے کا — زمیں میں گاڑ دیتے ہیں اسے کر بند شیشے میں

شکستِ دل کی بھی تدبیر ممکن تھی زمانے میں — کسی سے یار و لگ سکتا اگر پیوند شیشے میں

زرا انگور دے کو دیکھ جوشش کیا زمانہ ہے — — پدر پتھر پہ لوٹے اور رہے فرزند شیشے میں

مقدور کیا جو تجھ سے میں ردّ و بدل کروں — ۱۴۳/۵ — جو کچھ تری رضا ہو اسی پر عمل کروں

موقوف رکھ نہ وعدۂ فردا پہ دید کو — جو کام آج کا ہو اسے کیوں میں کل کروں

بھاگا پھروں ہوں صحبتِ اہلِ جہان سے — کیا فائدہ جو کام میں اپنے خلل کروں

سر دے چکا ہوں راہِ محبت میں یار کی — ممکن نہیں کہ منتِ تیغِ اجل کروں

جوشش کبھی جو نارِ حسودت ہو شعلہ زن — — اپنے ہی نفسِ شوم سے جنگ و جدل کروں

یہ تمنا ہے کہ قرب آئنہ سا پیدا کروں — ۲۴۳/۵ — وہ مجھے دیکھا کرے اور میں اسی دیکھا کروں

کترے لیتے ہیں خدا کے صد تکلیف ہو گی اسے — آ کبوتر تیرے بال و پر پہ کچھ انشا کروں

ذکر کیا پرواز کا اے ہم صفیرانِ چمن — مغتنم ہے گر قفس میں بال و پر پیدا کروں

عشق کے بازار میں اب تو خریداری نہیں — چاہتا ہوں آپ اپنی جان کا سودا کروں

آرزو ہے مجھ کو اے جوشش کہ میں گردش زدہ — — اس کے دامن کی طرح پاؤں پہ نت لوٹا کروں

ہم صفیرو کیا کروں جس وقت گھبراتا ہوں میں — ۲۴۲/۵ — اس قفس کے در تلک جا جا کے پھر آتا ہوں میں

ایک دم فرصت نہ اپنے دیکھنے کی دی تجھے — رو بہ رو سے تیرے اب مائل کہاں جاتا ہوں میں

دو گھڑی روتا ہوں اور دو اک گھڑی پڑھتا ہوں شعر — اس دلِ ناشاد کو اس طرح بہلاتا ہوں میں

داد بھی تو دی کبھی اس کی بھلا اے نکتہ چیں — شعر کے کہنے میں کیا خونِ جگر کھاتا ہوں میں

غیر سے ہے گرم جوشی اس کو اے جوشش مدام — — پر یہ کیا باعث خفا ہوتا ہے جب جاتا ہوں میں

ہم راہ سیل اشک پھروں ہیں جہاں پھروں ۲۴۴ چشم تر لیے ہوئے یارب کہاں پھروں

اے چرخ تیرے دستِ تعدی سے کب تلک آشفتہ حال و خاک بہ سر میں یہاں پھروں

تو نے تو مارے کوہ و بیاباں بسا دیے — سیلاب رشک بیٹھوں کہاں میں کہاں پھروں

تیری گذر سے کب میں جاتا ہوں کہیں ۲۴۵ جب تلک میری اجل آتی نہیں

مجھ پہ غصہ غیر پر لطف و کرم چاہیے یوں ہی تجھے صد آفریں

ایسی اپنی جان سب کو ہے عزیز کون ہو سکتا ہے تیرا ہم نشیں

اشک سوزاں جیتے تلک آنکھوں میں ہیں شمع ساں جلتی رہے گی آستیں

لے گئے دل ہم سے ہیں دیتا نہیں کون سا یہ ناز ہے لے نازنیں

موجب آزردگی فرمائیے اس قدر رہتے ہو کیوں چیں بر جبیں

جی میں ہے اک اور بھی کہیے غزل — مجھ کو خوش آتی ہے جوشش پر زمیں

کیا کروں کچھ فکر ہو سکتی نہیں ۲۴۶ روبرو ہے دوست دشمن در کمیں

لب پہ تو خط کے نہ جی در پڑا ہو نیش سے خالی نہیں یہ انگبیں

ہم تو مل سکتے نہیں عجز تو ہیں تو اگر چاہے تو کچھ مشکل نہیں

سینۂ سوزاں سے اب بھی ہاتھ کھینچ کیا جلا ہی دے گی آہ آتشیں

سیکڑوں دل ہیں بندھے فتراک میں کیوں نہ گلگوں ہو ترا دامانِ زیں

ان دنوں جوشش ترا کیا حال ہے — دم بہ دم رہتا ہے تو اندوہگیں

ان نے پہلے ہی پہل پی دی شراب آج کے دن ۲۴۷ بولو دل کھول کے اے چنگ و رباب آج کے دن

اے اجل جائے ترحم ہے کہ یہ عاشقِ زار — کوچۂ یار میں ہے پائے تراب آج کے دن
یار بد مست ہوا سب پہ چھڑکتا ہے شراب — نہ کرے واعظِ شہر اپنی کتاب آج کے دن
روزِ نوروز ہے ملتے ہیں سبھی آپس میں — کوئی کرتا ہے کسی پر بھی غتاب آج کے دن
عیدِ قرباں ہے بتاں کیوں نہیں سرگرمِ جفا — قتلِ عشاق سمجھتے ہیں ثواب آج کے دن
دورِ دورِ لبِ جاناں ہے عجب کیا جو شیخ — مے کدے شہر کے ہوئیں جو خراب آج کے دن

۲۴۸

کیوں نہ خوش آئے ترے عشق میں ویرانۂ جان — خلق کرنے لگی نفرت مجھے دیوانہ جان
بندگی سے تری ہم ہاتھ اٹھانے کے نہیں — اپنے بندوں میں سمجھ یا ہمیں بیگانہ جان
عاشقِ زار نہ کر منتِ ساقی زنہار — دیدہ و دل ہی کو تو شیشہ و پیمانہ جان
شیخ آزردہ نہ ہو دیکھ کے مسجد میں ہمیں — سہو سے آگئے سمجھے ہم اسے مے خانہ جان
کوئی ان جلوہ فروشوں سے بجز بے سودا — ایک ہی جلوے کا جو مانگیں ہیں پیمانہ جان
جلوہ گر تو ہے اس دل میں اسی کا جو شیخ — خواہ کعبہ تو سمجھ خواہ تو بت خانہ جان

۲۴۹

جب سے دوں یاد تری کوچکی سرزمیں — ہو جائے موجِ اشک سے زیر و زبر زمیں
اگتا ہے داغِ دل لیے لالہ جو باغ میں — مدفون تجھ میں ہے کوئی تشنہ جگر زمیں
اس قد کو دیکھ روئے تو لاوے سرو یاں تلک — آجائے نرم ہو کے ترے تا کمر زمیں
نے خود خیالِ یار میں ہوں کچھ خبر نہیں — کس طرف آسمان ہے اور ہے کدھر زمیں
ابرِ تر کے فیض سے اب کے بہار میں — سبزے سوا کہیں نہیں آتی نظر زمیں
وعدہ غلط جواب لکھا یا جواب دے — تا چند ماپلے آہ مرا نامہ بر زمیں

جوشش کا حال دیکھ جو کوئی روئے اس قدر — داماں و آستیں تو کیا ہوئے تر زمیں

٣٥٠/٥ موتی دامانِ مژہ سے کیوں نہ رولے آستیں — اشک کے کیا کیا اٹھاتی ہے جھکولے آستیں

آستینیں کھینچ کر ہاتھوں سے اس نے باندھ دیں — یار کی باندھی ہوئی ہیں کون کھولے آستیں

تو ہی اب پونچھے تو پونچھے اشکِ آتش ناک کو — اپنے ہاتھوں میں تو پڑ گئے ہیں پھپھولے آستیں

موتیوں کے دانے فیضِ چشم سے داماں میں ہیں — سب طرح کے ہیں بڑے چھوٹے مجھولے آستیں

جس گھڑی تو پونچھتی ہے اشکِ چشمِ یار سے — جیب و داماں کے کوئی دل کو ٹٹولے آستیں

٣٥١/٨ بے یار اس چمن میں کہدو نہ آئے باراں — بھڑکے نہ آگ دل کی لگتے ہوائے باراں

آنسو کا ہے یہ عالم اس شمع رو کے آگے — جھمکیں ہیں روشنی میں جوں قطرہائے باراں

ساون کی رات تجھ بن گزری ہے اس طرح سے — ادھر صدائے گریہ ادھر صدائے باراں

کشتِ امید سیراب اپنا ہے آنسوؤں سے — ہم تو دعا نہ مانگیں ہرگز برائے باراں

اے برق نالہ تجھ سے ہر طرح صاعقے کی — ابرِ مژہ سے اپنے قائم بنائے باراں

ماتم مطرب اور ساقی بے یار کل چمن میں — سر پیٹ پیٹ روئے کہہ کہہ کے ہائے باراں

کل وصل کا ہے وعدہ کھل جائے تو بھلا ہے — ورنہ یہ آہ ہے اور دولت سرائے باراں

ابر و ہوا و مے ہے چنگ و رباب و نے ہے — جوشش ہے سب مہیا خالی ہے جائے باراں

٣٥٢/٣ تجھ سے ہم بزم ہوں نصیب کہاں — تو کہاں اور میں غریب کہاں

بے قراری نے مار ڈالا ہے — صبر کیسا ہے اور شکیب کہاں

دل میں اس بت کے ہے جگہ میری — میں جہاں ہوں وہاں رقیب کہاں

۳۵۳

بھاتا ہے تیرے آگے کب مجھ کو بارِ گلشن
صدقے کیے ہیں تجھ پر ایسے ہزار گلشن

شبنم نہیں ٹپکتی بادِ صبا گلوں سے
روتا ہے اُس کی خاطر یہ زار زار گلشن

گل بات صبح دیکھتے ہی رشکِ چمن کو میرے
کیا پڑ گئی تھی پھیکی تیری بہار گلشن

گلشن میں جا کے جب ہو گل رو مرا غزل خواں
سب بلبلیں ہوں صدقے اور ہوشیار گلشن

سینے کو دل جگر کو ان کو میرے دیکھے
دیکھے نہ ہوں جس نے اکٹھے دو چار گلشن

دیکھیں بہار جس دم ہیں داغ دارِ دل کی
آنکھوں میں بلبلوں کی ہو خار خار گلشن

۳۵۴

یا جان کی ہیں گاہک یا دل کی چور آنکھیں
اے یار چشمِ بد دور ہیں تیری زور آنکھیں

وہ انتظار کش ہوں مانندِ نرگسستاں
تیرے مزار سے ہوں پیدا کروڑ آنکھیں

خوش چشم کیسے کیسے دیکھے ہر ایک کی بھی
دیکھیں ہوں ایسی آنکھیں تو ہوویں کور آنکھیں

جس سے دو چار ہو گئیں دل اُس کا لے ہی چھوڑا
ہوتی کہاں ہیں پیاری ایسی لگور آنکھیں

تیغِ نگاہ تیری غیرِ دل پہ چلتے دیکھی
کیوں کر نہ ہوں لہو میں پھر شور بور آنکھیں

جامِ شراب جس دم پہنچا ترے لبوں تک
مے خانۂ جہاں میں ماریں گی شور آنکھیں

آئی شبِ جدائی مانندِ شمع جوشش
روتے ہی روتے اِس شب کر دیں گی بھور آنکھیں

۳۵۵

باتیں جو کچھ تھیں ننگ و ناموس کی ڈبوئیں
رو رو کے تو نے آخر آنکھیں بھی اپنی کھوئیں

دل میں جگر میں اپنی مژگاں دکھا دکھا کر
اُس چشمِ پُر فسوں نے کیا سوئیاں چبھوئیں

کب گل نے دیکھ تجھ کو پھاڑا نہیں گریباں
کب دھاڑ مار تجھ بن یاں بلبلیں نہ روئیں

تیرے خیال میں تا شب خواب آ نہ جائے
لہو کے آنسوؤں سے تا صبح آنکھیں دھوئیں

مت رحم سے نہ دیکھا لے رحم تے ادھر کو — جوشش ہماری آنکھیں بہتیرا روئیں ہوئیں

۲۵۶

ہے ان دنوں شاید نظرِ یار پریشاں — دیکھے ہے سدا خواب یہ بیمار پریشاں

ہے دشمنِ جمعیتِ دل لے مری بد مست — یہ لٹ ہیٔ دستار یہ گفتار پریشاں

کس طرح پریشاں نہ رہے خاطرِ عشاق — رہتا ہے ترا طرۂ طرار پریشاں

کچھ خوبیٔ گل میں ہے خلل بلبلو ورنہ — دیکھا نہیں کوئی ہو طرحدار پریشاں

دیکھا ہے تری زلف پریشاں کو جب سے — جو آہ نکلتی ہے مری یار پریشاں

جمعیتِ کونین ہے اس وقت میں جوشش — جس بزم میں آ جمع ہوں دو چار پریشاں

۲۵۷

کیا بات ترے حسن کی اے افتخارِ حسن — رشکِ بہارِ لالہ و گل ہے بہارِ حسن

میری طرف سے حسن کے دل میں غبار تھا — یہ خط نہ ہو نمود ہوا ہے غبارِ حسن

محروم دیدِ یار رہوں میں سیاہ بخت — زلفِ سیہ ہمیشہ رہی ہم کنارِ حسن

جوں گل بہارِ حسن کو بھی عارضی سمجھ — مغرور حسن پہ نہ ہو کیا اعتبارِ حسن

اختر نہ ہوئیں چرخ پہ گردش میں تجھ کو دیکھ — کرتے ہیں مہر و ماہ یہ گوہر نثارِ حسن

یہ دھوم اس کے حسن کی آفاق میں نہ ہو — جوشش کا دل نہ ہو اگر آئینہ دارِ حسن

۲۵۸

عشق ہستی سوز آ جا بھی کہیں — آگ رہ دل میں لگا جا بھی کہیں

مجھ کو اے ساقی خودی کا ہے خمار — بے خودی کی مے پلا جا بھی کہیں

سرگزشت اپنی جو ہم کہنے لگے — وہ جھڑک کر بول اٹھا جا بھی کہیں

دل کو بے تابی ہے جی کو بے کلی — یار ٹک مکھڑا دکھا جا بھی کہیں

اس گھڑی ناصح خفا بیٹھا ہوں میں — کیوں بکاتا ہے بھلا جا بھی کہیں
جوشش حیرت زدہ ہے حد ملول — اشک اس کا منہ دھلا جا بھی کہیں

۲۵۹

میرے پہلو میں تڑپتا ہے پڑا ان روزوں — دل نے اک شغل نکالا ہے نیا ان روزوں
آ بھی اے عہد شکن راہ ترے آنے کی — دل جدا دیکھے ہے اور دیدہ جدا ان روزوں
دوستی تیری مری یار نبھے گی کیوں کر — تو تو ہر بات میں مانے ہے برا ان روزوں
جاں بری اپنی کسی طرح نظر آتی نہیں — ہم سے پھرتا ہے وہ خوں خوار خفا ان روزوں
صید دل دام میں زلفوں کے گرفتار ہوا — کیوں نہ ہو حال پریشان مرا ان روزوں
خوں مرا تو نے جو پامال کیا خوب کیا — تیرے پاؤں میں نہ تھا رنگ حنا ان روزوں
گلشن دہر میں جوں غنچۂ گل اے جوشش — ٹھہری ہے خون جگر اپنی غذا ان روزوں

۲۶۰

سنے ہے کون کریں تجھ سے ہم بیاں تجھ بن — جو کچھ کہ ہم پہ گزرتی ہے مہرباں تجھ بن
کسی کی آنکھوں میں ہوئی بہشت ہم کو کیا — ہماری بھاؤ میں تو جلتا ہے یہ جہاں تجھ بن
ہوا ہے آہ ہی سوز فغاں ترشح اشک — غرض میں کیا کہوں ہے کچھ عجب سماں تجھ بن

۲۶۱

ہیں دل جگر ہمارے یہ مہربان دونوں — پہنچے ہیں آسماں پر ہمراہ آہ دونوں
ہے بزم بے وفائی رونق پذیر ان سے — روشن رہیں یہ تیری چشم سیاہ دونوں
اے ترک چشم تیری خوں ریزی مژہ سے — بیٹھیں ہیں سرنگوں گنہگار اور بے گناہ دونوں
بیمار دل کے ہم دم اک درد و غم تھے سو بھی — بہر عیادت آتے ہیں گاہ گاہ دونوں
کوئی زلف کو ہے کہے زلف کاکل کو سمجھے کاکل — اپنی نظر میں تو ہیں مار سیاہ دونوں

غارت گر دل و جاں جب ہو سیاہ مژگاں — کیا گبر کیا مسلماں مانگیں پناہ دونوں

تنہا کٹے گی کیوں کر لے سیل اشک کہتے تو — ہم دم دل و جگر تھے ہو گئے تباہ دونوں

کیا شیخ کیا برہمن ہیں پھیر میں دوئی کے — گم راہ ہو گئے ہیں بھولے ہیں راہ دونوں

گردش میں مہر و مہ نہیں اس شعلہ رو کے ڈھونڈ کے — یہ ڈھونڈتے پھرے ہیں جوشش پناہ دونوں

۲۱۳/۹

جب تک اس میں غم دنیا ہو یہ دل شاد نہ ہو — چور جس گھر میں ہو وہ گھر کبھی آباد نہ ہو

کور وہ چشم نہ ہو جس کو تصور تیرا — مردہ وہ دل کہ سدا جس میں تری یاد نہ ہو

معرفت تجھ ہی سے وابستہ ہے اے جذبۂ عشق — ہم کہیں کے نہ رہیں گر تری امداد نہ ہو

گلشن دہر میں سرسبز نہ ہووے ہرگز — سرو کی طرح یہ دل جب تئیں آزاد نہ ہو

برہمن اس کو نہ سن وجد میں آ جائے گا — نالۂ دل ہے یہ ناقوس کی فریاد نہ ہو

جان تک اس کی ہوا خواہی میں دی جوشش — پر یہی ڈر ہے کہ محنت مری برباد نہ ہو

۲۱۴/۷

اے رفوگر تو رفو کر کے پشیماں ہو — یہ تو ہے چاک جگر چاک گریباں نہ ہو

لطف سمجھے نہ کبھی میری پریشانی کا — جو تری زلف کے مانند پریشاں نہ ہو

نہ گریباں ہے نہ داماں ہے اے دست جنوں — عشق میں مجھ سا کوئی بے سر و ساماں نہ ہو

عید قرباں کی میسر نہ ہو اس کو شادی — تیغ ابرو پہ تری جو کوئی قرباں نہ ہو

ہم نے ٹھہرایا ہے وہ مذہب و مشرب اپنا — جس سے آزردہ کوئی گبر و مسلماں نہ ہو

جلوۂ حق نہ نمایاں ہو کبھی اے جوشش — جلوہ فرما جو یہاں حضرت انساں نہ ہو

۲۱۵/۸

تیری محفل کی ہوا اے یار سر میں گر نہ ہو — شعلۂ شمع سحر کی طرح دل مضطر نہ ہو

ناقصوں کو صحبتِ کامل جو کامل کر نہ دے — قطرۂ نیساں صدف کے منہ میں جا گوہر نہ ہو

ٹک سمجھ اور بوجھ کر دل آگے اس کے جا ہوا — ہے نگاہِ تند تیز اس ترک کی خنجر نہ ہو

قاصد اس سے اتنا ہی کہیو ہے قصہ مختصر — گر لکھوں لکھنے کو حالِ دل دو اک دفتر نہ ہو

اس کو ہی عزمِ سفر بارش شگون اچھا نہیں — چشم نا انصاف رہ جا بھی کہیں ٹک تر نہ ہو

یار غیروں نے کیا مشہور عاشق گر مجھے — میری کیا تقصیر ناحق غصہ تو مجھ پر نہ ہو

بے کسی اک دن نہ اک دن گر ہی ہو گی مہرباں — مہرباں نامہرباں ہم پر بھلا بہتر نہ ہو

۳ر۵ / ۱۱

پریشاں لٹے زلف ہر دم نہ ہو — سنانِ مژہ کی تہ پر چشم نہ ہو

طبیبو یہی آرزو ہے مجھے — ہر داغ پر پھائے مرہم نہ ہو

مرا حال درہم نہ ہو اس قدر — جو زلفِ سیہ اس کی برہم نہ ہو

جفا کار ہو تیری دولت زیاد — مرا آہ و نالہ کبھی کم نہ ہو

جلوں شمع ساں گرمیِ عشق سے — دمِ سرد میرا جو بے دم نہ ہو

وہی دم دمِ آخری ہو مرا — تری یاد میں صرف جو دم نہ ہو

صفا پر دراں شعلہ رو دل جلا — کبھی آگ اور پانی باہم نہ ہو

لبوں پر ترے دانت تو ہے مگر — ڈروں ہوں کہیں یہ شکر سم نہ ہو

سدا رو بہ رو ہی نہ خورشید رو — کبھی خشک یہ دیدۂ نم نہ ہو

نہ سجدہ کرے کوئی محراب کو — قد اس کا تواضع سے گر خم نہ ہو

غم اس کا جو ہو خانہ پرورد از دل — تو جوشش کسی چیز کا غم نہ ہو

اگر بیتابیٔ دل سے لکھوں کچھ اس کو مضطر ہو ۳۵۶ تو آپ ہی اُڑ چلے نامہ نہ محتاجِ کبوتر ہو

ملالِ دہر کب روشن دلاں خاطر میں لاتے ہیں — نہیں ممکن کہ خاکستر سے آئینہ مکدر ہو

جدائی میں اگر ہوں طالبِ جمعیتِ خاطر — تری زلفوں ہی کے مانند میرا حال ابتر ہو

ہزاروں کو دوا اک ہی بات میں یار دلاتا ہے — لبِ معجز بیاں کا اُس کے جو منکر ہو کافر ہو

وہی ہو مختلط اُس شعلہ رو کے ساتھ اے جوشش — جو کوئی آتش کا پرکالہ ہو یا مثلِ سمندر ہو

اگر ایک دم تو ہم آغوش ہو ۳۵۷ تو عیشِ دو عالم فراموش ہو

کرے دل بھی اے اشک عزمِ سفر — اگر بارِ غم سے سبک دوش ہو

ترے آہ و نالے پہ اے عندلیب — قیامت ہو گل کو اگر گوش ہو

جو ہو چار چشم اُس سیہ مست سے — تو اے شیخ تو بھی قدح نوش ہو

ترے آہ و نالہ سے نالاں ہے خلق — کہیں اب بھی جوشش تو خاموش ہو

یہ زیست طوفِ دل ہی میں یارب تمام ہو ۳۵۸ کافر ہوں گر ارادۂ بیت الحرام ہو

وہ دن کہاں نصیب کہ دکھلائے یہ فلک — تو مستِ ناز ہو مرے ہاتھوں میں جام ہو

اُس لب پہ فوجِ خط نے کیا اس طرح ہجوم — شہد و شکر پہ مور کا جوں ازدحام ہو

بوسے کی آرزو میں ابھی جان دیجیے — دینے سے جان کے بھی اگر اپنا کام ہو

اپنا تو اس زمین میں مقدور ہی نہیں — جوشش تجھی سے ایسی غزل انصرام ہو

اس تشنہ کے جو قتل کا اُس کو ارادہ ہو ۳۵۹ تو آب اُس کی تیغ کی یارب زیادہ ہو

ہے خط کا اُس کے چہرۂ گل رنگ پہ یہ رنگ — لیلیٰ کا خیمہ باغ میں جوں ایستادہ ہو

کیفیت اُس کے ساغر لب کی پی جسے — ساقی سے پھر وہ نہ طلب گار بادہ ہو
اے شیخ کوزہ پشت توی ہیں تو چل کہاں — مت چلئے کھنچ کھنچ کے مثل کبادہ ہو
اُس سادہ رو کے آگے یہ امکان ہی نہیں — سر سبز ماہ و آئینہ کا روئے سادہ ہو
ہر چند صرف کیجیے اس پر دم مسیح — یہ درد دل تو وہ ہے کہ ہر دم زیادہ ہو
جوشش گر آرزوئے قدم بوس یار ہے — پامال راہِ عشق میں تو مثل جادہ ہو

۳۶۱/۶

بہ جائے خار تمام اس میں غنچہ و گل ہو — جو شاخ گل کی نہ آرام گاہِ بلبل ہو
رہیں سسکتے ہی تیغ نگاہ کے زخمی — اگر نہ یاد اُسے شیوۂ تغافل ہو
اگر زوال نہ ہوئے کمال اہل کمال — تو کیوں ترقی یہ موجب تنزل ہو
حوادثات زمانہ کی تاب لائے وہی — مری طرح جو کوئی صاحب تحمل ہو
یہی سر سے دل آزاد کی ہے استدعا — کہ سر سے دور نہ یہ سایۂ توکل ہو
ہمارے شعر کو سُن کر سکوت خوب نہیں — بیان کیجیے اس میں جو کچھ تامل ہو
اسیر دام قفس چھوٹتے ہیں اے جوشش — نہ چھوٹ سکے جو گرفتار زلف و کاکل ہو

۳۸۱/۵

گو کہ عیش ابد میسر ہو — کب خوش آئے جو دل مکدر ہو
اے فلک کب تلک یہ جور و جفا — ہو چکے بھی جو کچھ مقدر ہو
اسے مل کہائے پھرئے جو کوئی (ق) — اپنا ہم چشم اور ہمسر ہو
ہم سے بندوں کو صاف کہہ بیٹھے — جی میں جو کچھ غریب پرور ہو
اور کچھ چاہتا نہیں جوشش — جبہہ سائی ہو اور ترا در ہو

۳۱۲/۷

راغب نہ ہو طبیعت گر جور رو بہ رو ہو ‌ ‌ اپنی یہ آرزو ہے دنیا ہو اور تو ہو

گر آرزو ہے دل میں اتنی ہی آرزو ہو ‌ ‌ تاراجِ بے نیازی اقلیمِ آرزو ہو

راہِ طلب میں اُس کی واماندگی کہاں تک ‌ ‌ اے پائے سعی کاہل سرگرمِ جستجو ہو

بے رشتۂ نگہ ہے بے سوزنِ مژہ ہے ‌ ‌ چاکِ جگر ہمارا کس طرح سے رفو ہو

شمعِ حرم کا طالب اے بت میں کس طرح ہوں ‌ ‌ میرے کنشتِ دل میں جب جلوہ ہائے تو ہو

عریانی پر ہماری مت طعنہ زن ہو زاہد ‌ ‌ یہ دلق وہ نہیں جو محتاجِ شست و شو ہو

جوشش بہارِ ہستی اک آن میں خزاں ہے — جوں گل نہ اس چمن میں پابندِ رنگ و بو ہو

۳۱۳/۵

جبہہ سائی سے ترے در کی نہ یہ دل سیر ہو ‌ ‌ محو پیشانی سے اُس کی گو خطِ تقدیر ہو

وہ صفا چہرے میں تیرے ہے کہ اے آئینہ رو ‌ ‌ دیکھتے ہی تجھ کو گویا طوطیِ تصویر ہو

کس طرح اس کی جگہ ہو دل میں تیرے سنگ دل ‌ ‌ جس کا نالہ بے اثر ہو آہ بے تاثیر ہو

پوچھنا اس ناتواں سے حال کیا حاصل جسے ‌ ‌ قدرتِ تقریر ہو نے طاقتِ تحریر ہو

وہ تو آتا ہی نہیں گورِ غریباں کی طرف — ورنہ اے جوشش ہماری خاک دامن گیر ہو

۳۱۴/۵

آئے ہے یار دیکھیے کیا ہو ‌ ‌ ہے ستم گار دیکھیے [illegible] ہو

اوّلِ عشق میں تو ہے یہ حال ‌ ‌ آخرِ کار دیکھیے کیا ہو

دل جگر جان لے چلا تو ہوں ‌ ‌ اس کو درکار دیکھیے کیا ہو

بڑھتا جاتا ہے عشق کا آزار ‌ ‌ اے دل آزار دیکھیے کیا ہو

اس کے بیمار چشم کا جوشش ‌ ‌ غم ہے غم خوار دیکھیے کیا ہو

۲۶۵

ہے آرزو بغل میں دوست شراب ہو — ساقی ہو اور بہار ہو چنگ و رباب ہو

جس وقت بے حجاب وہ پی کر شراب ہو — بے تاب دیکھتے ہی اسے آفتاب ہو

سیراب خضر آب بقا سے ہوا تو کیا — ممکن نہیں کہ لب سے ترے کامیاب ہو

حاصل ہوئی ہے عشق میں اپنے گدازگی — دل یہ چلا ہے عشق کے ہم راہ آب ہو

آتا ہے آج یار مرا برسر غضب — آجائے اس کے سامنے اب جس کو تاب ہو

آئے ہے یاد روئے عرق ناک گل رخاں — ابر مژہ سے کیوں نہ ترشح گلاب ہو

جوشش بہار بام و دیوار و در تلک — اس چشم اشک بار کا خانہ خراب ہو

۲۶۶
۱۳

ہم سے پوچھا خوش مرے آنے سے ہو — بول اٹھا میاں تم دیوانے سے ہو

کام جو کرتی ہے تیری چشم مست — نے دو شیشے سے نہ پیمانے سے ہو

عشق مرنے کو ابھی مرجائیے — تجھ سے چھٹکارا جو مرجانے سے ہو

کیوں پڑی ہے زلف کے دل میں گرہ — کھولے اس عقدے کو یہ شانے سے ہو

یاد زلفوں کی تصور چشم کا — مجھ ہی سے دیوانے مستانے سے ہو

قمری و بلبل بھی عاشق ہیں مگر — آگ میں کودے نہ پروانے سے ہو

آشنائی آشنا تجھ سے کرے — یہ نہ اپنے سے نہ بیگانے سے ہو

مے کدے میں تم کو دیکھا ہے کبھی — شیخ صاحب جانے پہچانے سے ہو

جلوہ گر اس میں پری رخسار ہیں — کس طرح دل کم پری خانے سے ہو

دل نے حاصل کی ہے یہ پژمردگی — گل کا جو احوال مرجھانے سے ہو

دل کی دولت منزلِ جاناں ملی — کعبے کو ہم پہونچے بت خانے سے ہو
رات دن سرگشتہ ہوں جوں گرد باد — کیوں نہ الفت مجھ کو ویرانے سے ہو
خال یا خط دیوے اے جوشش فریب — صید دل نے دام نے دانے سے ہو

اور کچھ ہو یا نہ ہو یہ کام ہو — وہ بغل میں میری صبح و شام ہو
قاصدا شاید اپنی سرگرمی تو کر — میرے اس کے نامہ و پیغام ہو
پھونک اے چشم فسوں گر وہ فسوں — جس سے اس بیمار کو آرام ہو
زلف اور رخ کی پرستش شرط ہے — کفر ہووے شیخ یا اسلام ہو
وحشیِ دشت جنوں اے زلف یار — کیوں نہ ہو پابند جب یہ دام ہو
دم نہ مارے برق اس کے روبرو — گر علم وہ تیغ خون آشام ہو
گر لبیں جوشش سے یہ شیریں لباں — شہد و شکر تلخی دشنام ہو

چاہیے بہتیرا کوئی پر کیا ہو — ہو وہی جو رضائے مولیٰ ہو
مہر و مہ اس کی آنکھ پر نہ چڑھے — اک نظر جس نے تجھ کو دیکھا ہو
... غیر کی سامنے کر دی — یا الٰہی کہیں بھی ایسا ہو
کیا تماشا ہو اے نسیم سحر — غنچۂ دل مرا اگر وا ہو
عشق میں جب سے ہم ہوئے رسوا — اس طرح سے نہ کوئی رسوا ہو
اس کی زنجیر زلف کو جوشش — جو کوئی دیکھے اس کو سودا ہو

مسکرانے پر تری دیکھے جو حیران غنچے کو — گل دکھائے چاک کا کیا گریبان غنچے کو

کب رہے گا دامن گل میں زر گل ای بلبلو — دیکھتا ہوں صورت دست و گریباں غنچے کو

شمع کی لو جان کر مارے ہے نت دامن صبا — کیوں چھپا لیتا نہیں گل زیر داماں غنچے کو

جب چمن میں بیٹھ کر وہ غنچہ لب ہنسنے لگا — تاب دل ہر گل کو دیکھا اور خنداں غنچے کو

باغ میں لے یار گوش و گوشوارہ کو دکھا — کیوں خجل کرتا ہے گل کو اور پشیماں غنچے کو

ہے تجھے جمعیت خاطر تو شاید دشمنی — جو کیا تو نے صبا جوں گل پریشاں غنچے کو

حیرت آجائے گا جوشش تجھ پہ مت تشبیہ دے — گل رخوں کے منہ سے کیا نسبت ہے ناداں غنچے کو

آگ دے دو جہاں کے حاصل کو — پاک کر عشق خرمن دل کو

چل نہیں سکتے مثل نقش قدم — دور سے دیکھتے ہیں منزل کو

تا نہ ہووے گزار حرص و ہوا — بند کر چھوڑیے در دل کو

جذبہ عشق کھینچ لاتا ہے — دور تک بستر سے ہم سے کاہل کو

گر تجھے دیکھنا ہو صورت حق — دل سے دھو ڈال نقش باطل کو

بے کسی سے یہی گلہ ہے مجھے — تھام لیتی ہے دست قاتل کو

فکر دنیا کہاں تلک جوشش — دور کر اس خیال باطل کو

ہے چاہیے جو ساکن دل بیقرار کو — جنبش میں لائیے رگ سنگ مزار کو

ساقی ترے لبوں پہ نظر پڑ گئی مری — کس طرح منہ لگاؤں مے خوش گوار کو

رہنے دے کوئے یار میں تا پائمال ہو — اے اشک مت بہا مری مشت غبار کو

داماں ترا ہوئے گا آلودہ گرد سے — پامال کیوں کرے ہے تو اس خاکسار کو

جوشش شب فراق میں درِ سرشک سے — معمور دیکھتا ہوں میں جیب و کنار کو

چھوڑ دے مار لات دنیا کو — کچھ نہیں ہے ثبات دنیا کو

ہاتھ آئی ہے جس کے دولت فقر — اُن نے ماری ہے لات دنیا کو

زال دنیا ہی سا وہ ہے بد ذات — جو کہے نیک ذات دنیا کو

دام الفت میں سب کو کھینچے ہے — آگئی ہے یہ گھات دنیا کو

پشتِ پا مارے مسندِ جم پر — سے جو لگائے نہ ہاتھ دنیا کو

ہے میسر دم بدم دیدار یار آئینے کو — جی میں آتا ہے کروں میں سنگسار آئینے کو

اپنی صورت پر نہ عاشق آپ ہو جائے کہیں — بے طرح وہ دیکھتا ہے بار بار آئینے کو

خاکساری ہی جلا دے خاطر روشن دلاں — جس طرح سے صاف کرتا ہے غبار آئینے کو

کون سی خوبی تھی اس میں یا زغیر از سادگی — عکس نے تیرے دیا رنگ بہار آئینے کو

ننگ آرائش سے تجھ کو کیوں نہ ہووے سادگی — زیب دیتا ہے کوئی نقش و نگار آئینے کو

بوالہوس کا ہو گیا منہ زرد خوفِ جان سے — جس گھڑی وہ ترک نکلا سج کے چار آئینے کو

ذکر کیا اُس سے ہم آغوشی کا جوشش جو کبھی — عکس سے اپنے نہ دیکھے ہم کنار آئینے کو

یوں پاس بٹھانے کو بٹھا یار کسی کو — پر دل میں جگہ دیجو نہ زنہار کسی کو

خنجر ہے مژہ تیر نگہ تیغ ہے ابرو — جیتا کوئی چھوڑیں ہیں یہ ہتھیار کسی کو

حیرانی یہ آئینے کی آئے ہے مجھے رحم — اللہ نہ دے حسرتِ دیدار کسی کو

سو طرح کے محبوب ہیں اس دہر میں لیکن — دیکھا نہیں میں تجھ سا طرحدار کسی کو

نکلا جو ہے دل بیچنے گھبرا کے اے جوشش — ٹھہرا ابھی ہے اس کا خریدار کسی کو

کیا سرسبز رونے نے مرے دشت بیاباں کو — بنایا آبلہ پائی نے گل خار مغیلاں کو

گریباں چاک کرنے کا ہمیں جس دم خیال آیا — لگا لا ڈھونڈ کر دامن ہی پہلے اپنے گریباں کو

ابھی ہو جائے اس دوران کو دوران سر پیدا — اگر ٹک دیکھے جامہ زیب تیری دور داماں کو

پریشانوں کو تیرے ہو گئی جمعیت خاطر — نظر بھر جس گھڑی دیکھا تری زلف پریشاں کو

لگا لوں کس طرح سینے سے ہوگا جان کا سودا — میں اپنے دل سے بہتر جانتا ہوں اس کے پیکاں کو

بت بے رحم ہوگا مہرباں یہ جان کر ہم نے — نیاز اس کی کیا تھا جان و دل کو دین ایماں کو

نہ لائے تاب لے جوشش ابھی بے تاب ہو جائے — اگر خورشید بھی دیکھے ہماری ماہ تاباں کو

ادھر زنداں کی الفت کھینچتی ہے اس دوانے کو
ادھر وحشت کھڑی رہتی ہے نت سر پر بلانے کو

جدھر دیکھوں ہوں میں یارب ادھر ہی اپنی ہی صورت
نگہ سنگ حوادث سے رکھ اس آئینہ خانے کو

مے گل رنگ غنچوں کی صراحی میں بھرے بلبل
بہار آئی ہے گلشن میں بھلا کس کے پلانے کو

جگر دل سینہ و سر ان میں سے جس کو مقرر کر
یہی چورنگ بہتر ہیں تری تیغ آزمانے کو

سخن کو اپنے دل میں کیوں نہاں رکھتا ہے اے جوشش

صدف میں رہنے دیتا ہے کوئی موتی کے دانے کو

پیری میں بھلا ڈھونڈے ہے کیا بخت جواں کو ۔ اب قطع محبت ہی ہوئی جسم سے جاں کو

موقوف کر اس بزم میں یہ چرب زبانی ۔ اے شمع تو کٹوائے ہے کیوں اپنی زباں کو

بے نام و نشانی ہی بڑا نام و نشاں ہے ۔ کیا نام و نشاں چاہیے بے نام و نشاں کو

اس منزل ہستی میں ٹھہرتا نہیں کوئی ۔ کیا جانے کہ یہ قافلہ جاتا ہے کہاں کو

انسان تو ہے صورت حق کعبے میں کیا ہے ۔ اے شیخ بھلا کیوں نہ کروں سجدے بتاں کو

جوشش گل مضمون چمن طبع کا تیرے ۔ دیکھے نہ کبھی تا بہ ابد روئے خزاں کو

قاتل زرا تو کہہ دے یہ تیغ نگاہ کو ۔ پہنچا دے اپنی داد کو اس دادخواہ کو

روشن دلوں کے گر نہیں در پے سیہ دلاں ۔ گردش میں کیوں رکھے ہے فلک مہر و ماہ کو

آنکھیں پر اشک آہ بہ لب رنگ زرد ہے ۔ کس طرح سے چھپائیے اس دل کی چاہ کو

زاہد نہ رہنے پائیں گے آباد دیر کے ۔ جب تک نہ ڈھائیے گا تری خانقاہ کو

یارب جو دی ہے الفت گل بلبلوں کے تئیں ۔ رنگ اثر سے دور نہ رکھ ان کی آہ کو

زاہد تجھے غرور مجھے خوف باز پرس ۔ پہنچے نہ بندگی تری میرے گناہ کو

جوشش ملے ہے دست تاسف کرے ہے غم ۔ دیکھے ہے جو کوئی مرے حال تباہ کو

دیکھتے ہی اس رخ پر نور کو ۔ بھول گئی اپنی تجلی طور کو

میرے داغ دل پہ رکھ کر اے طبیب ۔ کیوں جلایا مرہم کافور کو

جب کہوں احوال دل کہتا ہے یار ۔ دور کر اس قصۂ مشہور کو

جب سے دیکھی ہے تری زلفِ سیاہ — دوست رکھتا ہوں شبِ دیجور کو
دیدۂ گریاں نے جوشش ہجر میں — دی خجالت دیدۂ ناسور کو

۳۸۰
ناصح نہ نصیحت کر شیدائے محبت کو — رسوائی سے کیا ڈر ہے رسوائے محبت کو
ساقی ہی دھڑکا ہے پتھر سی تری باتیں — آسیب نہ پہنچے کہیں مینائے محبت کو
لازم ہے کنارہ تو ہر بحر کو یاں لیکن — ساحل نہ دیا حق نے دریائے محبت کو
پھرتا ہی رہا جب تک تھا قیس میں دم باقی — طے کر نہ سکا لیکن صحرائے محبت کو
حاضر ہے دل سوزاں میرا اسے آ دیکھے — دیکھا ہی کوئی چاہے گر جائے محبت کو
جوشش نہ خریدا کچھ اس عشق کی دکاں سے — سر دے کے کیا ہم نے سودائے محبت کو

۳۸۱
روتے ہیں اس کی یاد میں ہم اپنے بخت کو — داماں میں لیے جگر لخت لخت کو
نالاں ہے خلق سختی دوراں سے دیکھیو — مت اختیار کیجیو وضع کرخت کو
میں پھل رہا ہوں داغوں سے مت قتل کر مجھے — میاں کاٹتا نہیں کوئی پھلتے درخت کو
آہن کو آہِ گرم ہماری کرے گداز — نالہ ہمارا نرم کرے سنگ سخت کو
یہ تخت و تاج تیرا مبارک تجھے شہا — بس کیا کروں گا لے کے تری تاج و تخت کو
دکھاتے جلوہ کون سے رنگیں لباس کا — گلشن میں گل نے آگ جو دی اپنی رخت کو
جوشش کبھی نہ ہوئے گا بیدار خواب سے — یہ خوب آزما چکے ہیں اپنے بخت کو

۳۸۲
۵
جا کر کوئی سمجھا دے ٹک اس عہد شکن کو — تازہ نہ کرے از سر نو داغ کہن کو
نادان ہیں جو غنچہ دہن کہتے ہیں اس کو — غنچے سے تو نسبت ہی نہیں اس کے دہن کو

میرے دل پر داغ کا آ دیکھ تماشا ۔ جی چاہتا ہو یار اگر سیرِ چمن کو

بو مشک کی اس زلف سے کس طرح نہ آئے ۔ وہ دام میں رکھتے ہیں صد آہوئے ختن کو

اس بزم میں خاموش ہی رہ بول نہ جوشش — آ ویزۂ ہر گوش نہ کر دُرِّ سخن کو

۳۸۳

بنا ہی چھوڑیں ہیں آخر وہ جامِ جم دل کو ۔ مسلتے رہتے ہیں جو لوگ دم بہ دم دل کو

وہی خیال میں ہر دم رہا کرے لیکن ۔ تعلقات سے فرصت ملے ہے کم دل کو

کرم کیا ہے تو اے بے خودی یہ لازم ہے ۔ دکھا ہی چھوڑ تو ہستی سے تا عدم دل کو

بہت کٹھن ہے رہِ عشق جی دھڑکتا ہے ۔ الٰہی چھوڑ نہ جائیں یہ درد و غم دل کو

چلا ہی جائے ہے اس کی طرف نہیں تھمتا — ہزار رکھتے ہیں اپ تھام تھام ہم دل کو

۳۸۴

بس خجل کر تو چکی بارشِ نیسانی کو ۔ چشم موقوف ہی کر اس گہر افشانی کو

عارضِ یار پہ خط یوں ہے کہ جس طرح کوئی ۔ ورقِ گل پہ لکھے آیتِ قرآنی کو

دلِ سوزاں سے کنارہ ہی کر اے طفلِ سرشک ۔ آگ سے ربط کسی طرح نہ ہو پانی کو

میرِ سامانِ ازل سخت خجل ہوتا ہے ۔ عشق میں دیکھ مری بے سر و سامانی کو

پھرے روتے ہوئے حیران و پریشاں تب تک ۔ اشک دھو ڈال بھی میرے خطِ پیشانی کو

لب پہ اس کے نہ ہو یہ خالِ سیاہی جوشش — حبشی گنجِ گہر پر ہے نگہبانی کو

۳۸۵

تکلیف کا نہ نیک نہ دو مجھ خراب کو ۔ یکساں سمجھ چکا ہوں عذاب و ثواب کو

خوانِ فلک پہ کون رہے چشم دوختہ ۔ یک کاسہ شیر گو کہ ملا ماہتاب کو

کشتِ امید اہلِ ہوس خاک سبز ہو ۔ یہ تشنہ لب سمجھتے ہیں دریا سراب کو

میرے دل و جگر کو تو نے کر جلا دیا
اس طرح بھونتا ہے کوئی بھی کباب کو

آگاہ جو ہیں رتبۂ سوز و گداز سے
ہم چشم داغ دل نہ کہیں آفتاب کو

کل بزم میں خط لب جاناں نے مے کشاں
منسوخ ہی کیا خط جام شراب کو

سرجوش ہیں اپنے نالہ و آہ و فغاں سے ہم
مطرب نہ چھیڑ بربط و چنگ و رباب کو

بحثوں میں اُس سے یہ لب و لہجہ کہاں مجھے
کافی ہے خامشی ہی سوال و جواب کو

ساقی کدھر مزاج ہے تیرا شراب دے
مت کر خیال پنبۂ مینا سحاب کو

جوشش یہاں تو طاقت دیدار طاق ہے
گو آگ دیوے حسن کا شعلہ نقاب کو

٦ ۳ ۱۱

چمن میں مکدّر نہ رکھ باغباں کو
جلا آتش گل مری آشیاں کو

رہے کیوں نہ سایے میں ابرو کی مژگاں
اسی تیر سے ربط ہے اس کماں کو

لیا جی ہی یا فرہاد کا تو نے شیریں
غرض آفریں ہے تری امتحاں کو

اُٹھا کر کے آنکھ اُس کی آنکھوں کو دیکھے
کہاں طاقت اتنی ہے اس ناتواں کو

تری تیغ آدھی لہو سے بھری ہے
کیا قتل تو نے کسی نیم جاں کو

تپش دل کی چہرے سے اُسکے عیاں ہے
دکھاؤں جسے اپنے داغ نہاں کو

بھری ہے تری آگ ہر استخواں میں
ہما چھیڑ تو مت مرے استخواں کو

یہاں کتنے بے صرفہ ہوتے ہیں عاشق
ترا سود سمجھے ہیں اپنے زیاں کو

ستاتا ہی بے دست و پاؤں کو ناحق
ترا سر پھرا ہے کہو آسماں کو

نہ مجنوں نہ فرہاد ہوں میں و لیکن
سنو دوستاں ٹک مری داستاں کو

چلے جاتے ہیں چھوڑ کے جوشش کو تنہا — خدا جانے کیا ہو گیا ہم رہاں کو —

۳۸۷

کیا عشق نے نیست نابود ہم کو — کوئی سمجھے کیا خاک موجود ہم کو

نہ مرنے کا ڈر ہے نہ جینے کی خواہش — مساوات ہے بود و نابود ہم کو

سفیر دل درد پرور کے آگے — خوش آئے ہے کب لحن داؤد ہم کو

نہ بندی کہاں ہیں گئے اس بندگی سے — مگر عبد سمجھے وہ معبود ہم کو

کہاں تک کریں شکر احسان اس کا — رکھے ہے وہ ہر حال خوشنود ہم کو

جلو میں چلی فوج درد و الم کی — ہوئی عاشقی میں یہ بہبود ہم کو

جہاں مل گیا کوئی ہمدرد جوشش — ہوا اور بھی درد افزود ہم کو —

۳۲۸

ہے جب سے شوق آئینہ اس خوش نگاہ کو — دیکھوں ہوں ہم کنار سدا مہر و ماہ کو

اے آفتاب تو نے منور کیا جہاں — بخشی نہ روشنی مرے روز سیاہ کو

غنچوں نے پھینکی اپنی کلہ برسر ہوا — گلشن میں دیکھتے ہی مرے کج کلاہ کو

مانگے ہے داد سب سے جو تیغ نگہ تری — مارا ہے شاید آج کسی دادخواہ کو

جوشش امید عفو ہمیں کس طرح نہ ہو — رحمت کی یاد نے تو بھلایا گناہ کو —

۳۲۹

نہ دشت ہی میں رکھے ہے نہ کوہ پر مجھ کو — لیے پھرے ہے یہ وحشت کدھر کدھر مجھ کو

کہیں نکل گئے گھبرا کے کثرت غم سے — دل و جگر کی تو ملتی نہیں خبر مجھ کو

نہ ہوگی صبح قیامت کو جیب سے اپنے — جو دشمنی ہے گریباں سے ہر سحر مجھ کو

اگرچہ خاک ہوا میں پہ گردش طالع — لیے ہی پھرتی ہے ہر آن دربدر مجھ کو

نہ تڑپے لاش مری بعد قتل اے قاتل — جو دیکھنے دے منہ اپنا تو پھر نظر مجھ کو
کسی کے آگے مرا سر جھکا جھکا نہ جھکا — جہاں میں جوشش نہیں آتا یہ درد سر مجھ کو
تمام عمر پھرا ہی کیا میں اے جوشش — لیے پھری مری قسمت جدھر جدھر مجھ کو

۲۰۹

سمجھائے کوئی ہزار مجھ کو — بے یار نہیں قرار مجھ کو
جب تک نہ ہو سامنے وہ گل رو — بھاتا ہے نہ کوئی بہار مجھ کو
کب تک میں رہوں پڑا تڑپتا — اے تیغ نگاہ مار مجھ کو
اس سبزۂ خط کو کیوں منڈایا — ہے تجھ سے یہی غبار مجھ کو
بے تاب یہ دل جو ہے بغل میں — نت رکھتے ہے بے قرار مجھ کو
بس اس سکے تو بے شمار عاشق — کرتا ہے وہ کب شمار مجھ کو
دیتی ہے پلا شراب جوشش — یہ توبہ شکن بہار مجھ کو

۲۱۰

کیوں نہ ہو بار تری بزم میں جاناں مجھ کو — اشک سوزاں نے کیا سرو چراغاں مجھ کو
شیخ کیا روز قیامت سے ڈرائے ہے مجھے — صبح محشر ہے مرا چاک گریباں مجھ کو
دشمنی ہے جو اٹھے آبلہ پائی سے مری — دوست رکھتا ہے مگر خار بیاباں مجھ کو
یار کی گردش داماں کا دیوانہ ہوں — تجھ سے کیا خوف ہے اے گردش دوراں مجھ کو
سایۂ سود جنوں سر پہ سلامت ہی رہے — تجھ سے الفت ہوئی ہر گوشۂ زنداں مجھ کو
مار ڈالے ہی چھیڑ کے بولنا غم لیکن — جان دیتا ہے ترا عشوۂ پنہاں مجھ کو

۲۱۲

قتل کرتا ہے تو اگر مجھ کو — دیکھ لینے دے اک نظر مجھ کو

بیکسی تو بھی ٹل گئی آخر
اُس کے کوچے میں چھوڑ کر مجھ کو

کیا بلا ہے یہ حرصِ خانہ خراب
لیے پھرتی ہے در بہ در مجھ کو

بے ہنر جانتا ہوں اپنے تئیں
ایک آتا ہے یہ ہنر مجھ کو

عشق میں عمر جلد رو کے سوا
نہ ملا کوئی ہم سفر مجھ کو

جب سے اُس شعلہ رو کو دیکھا ہے
بے قراری ہے جوں شرر مجھ کو

کام رونے ہی سے ہے اے جوشش
شام سے ہے گئے تا سحر مجھ کو

۴۳

توانائی تو کرتی ہے جدا آغوش سے مجھ کو
گراں مت دیجیو اے ناتوانی دوش سے مجھ کو

رقیبو کیا کہوں اس کو سخن سمجھے نہیں ورنہ
سخن کی طرح ہو نا ربط اس کے گوش سے مجھ کو

کبھی پہنچا نہ حرفِ مدعا کانوں تلک اُس کے
شکایت ہے تو یہ ہے اس لبِ خاموش سے مجھ کو

میں اپنے نالہ و آہ و فغاں سے آپ ناخوش ہوں
رکھا محروم اس کی بزمِ ناؤنوش سے مجھ کو

ترا تو دین و ایماں ہے گلہ مستوں کا اے زاہد
ارادت کس طرح ہو تجھ سے خرقہ پوش سے مجھ کو

نہیں رونا ہی جو ظاہر میں وہ باطن میں گریاں ہے
یہ عقدہ کھل گیا ہے دیگ کے سرپوش سے مجھ کو

دل و دیں مفت اُس غارت گرِ ایماں کو دیوے گا
توقع یہ نہ تھی جوشش کے عقل و ہوش سے مجھ کو

۴۴
۱۰

نہ اٹھاتا اپنے در سے وہ سمجھ کے زشت مجھ کو
جو بتاتی جبہہ سا کر مری سرنوشت مجھ کو

ابھی مفت دہشت کیسی جو بہشت رو بہ رو ہے
ترے کوچے میں پڑا ہوں یہی ہے بہشت مجھ کو

اُسے کہہ سناؤں زور جو ہے سرگزشت ہجراں
یہی سوچ ہے و لیکن کہہ اٹھے نہ وحشت مجھ کو

رخِ لالہ گوں کا مجنوں خطِ سبز کا ہوں مفتوں
نہ بہار باغ بھائے نہ کنارِ کشت مجھ کو

مجھے پیر مے کدہ نے دیا جام بے خودی کا — نہ خبر حرم کی ہے نے خبر کنشت مجھ کو

نہ ہے حور سے مناسبت نہ مناسبت پری سے — نظر آئی سب سے بالاتر تری تو سرشت مجھ کو

جو خیال و خواب میں بھی نہ وہ ہم کنار ہووے — تو سرہانے بالش پر ہو بجائے خشت مجھ کو

ترے کوچے میں ملے ہے مرے دل کو چین جیسا — نہ ملے گی ایسی جاگہ کہیں اک بہشت مجھ کو

لب گور تک رہے گی مری ساتھ زال دنیا — نہیں چھوڑنے کی جوشش کبھی یہ پلشت مجھ کو

اُٹھ گئے یاں سے اپنے ہمدم تو — ہاتھ ملتے ہی رہ گئے ہم تو

یار آیا ہے دیکھ لوں اس کو — اے اجل دم لے تو کوئی دم تو

مونس تازہ ہیں یہ درد و الم — مدتوں کا رفیق ہے غم تو

اپنا عاشق نہ جان تو مجھ کو — اس کو جانے ہے ایک عالم تو

بے حلاوت نہیں خط لب یار — فی الحقیقت شکر ہے یہ سم تو

دل بھی بہہ جائے گا ترے ہمراہ — کاروان سرشک ٹک تھم تو

کیوں رکھوں داغ دل پرائے جوشش — داغ کو یہ کرے ہے مرہم تو

ذرا میرے دل کو جلا دیکھیے تو — یہ جلتا ہے کیوں کر بھلا دیکھیے تو

ارم کی تو کیا بات ہے شیخ صاحب — پر اس کی گلی کو بھی جا دیکھیے تو

رہ عشق میں تو بہت آفتیں ہیں — دکھائے ہے کیا کیا خدا دیکھیے تو

یہ پھوڑا ہے پکا ہوا مدتوں کا — تنک ہاتھ دل کو لگا دیکھیے تو

میں ہوں یار شاطر کہ ہوں بار خاطر — مجھے پاس اپنے بٹھا دیکھیے تو

مہر و مہ کی بھی جھپکتی ہیں آنکھیں — نقاب اپنے منہ سے اُٹھا دیکھیے تو
جدائی نے کیا حال اس کا کیا ہے — ٹک اک اپنے جوشش کو آ دیکھیے تو

ایضاً

مت تصور شمع کو اے مہ وشاں لے حسن کرد — یہ بھی عاشق ہے اسے مت داخلِ مجلس کرد
کہتے ہو گر وصف میں اُس کے مخمس شاعرو — مصرعِ قد کو اسی کے مصرعِ خامس کرد
مر گیا ہوں میں تصور میں کسی خوش چشم کے — نصبِ تربت پر مری یارو تم نرگس کرد
تم کو اے اکسیر سازو کیا گدازِ دل سے کام — یا کرد سیماب کشتہ یا گدازِ مس کرد
شیخ صاحب ہے اگر مستی و شوخی کا خیال — سیر ٹک تم مثنوی کا دفترِ سادس کرد

ایضاً

کیسے کیسے خوب رو آتے ہیں میری روبرو — دیکھتا ہوں کب میں ان کی طرف تیری روبرو
کیا تماشا ہو کہ اے لیلیٰ وشاں گلزار میں — بیس مجنوں بیٹھے بالوں کو بکھیرے روبرو
لوہو آنکھوں میں اُتری کس طرح یہ بوالہوس — تیرے کوچے میں کریں جب سو سو پھیری روبرو
پھر تا بندہ کو دکھلائی فلک روزِ سیاہ — گر نہ آئے تیرے مجرے کو سویری روبرو
مجھ کو آتے ہیں نظر کتنے ہوئے دو چار منہ — پھرتے ہیں اغیار جوشش اُس کو گھیرے روبرو

ایضاً

کہاں صورت کمان کی اور کہاں تیری میاں ابرو — عجب کج فہم ہیں جو تجھ کو سمجھے ہیں کماں ابرو
بغیر از مرگ چھٹکارا نظر آتا نہیں مجھ کو — لیے جاتی ہیں دل آنکھیں طلب کرتی ہیں جاں ابرو
ہلال ابرِ سیہ میں جس طرح چھپ جائے گردوں پر — ہوئی ہے آج اس کے بکھرے بالوں میں نہاں ابرو
فلک یہ دشمنی رکھتا نہ اس کے منت دار دل سے — جو رشکِ کہکشاں ہوتی نہ تیری زر فشاں ابرو
نہ رکھتے دوست اپنا ترک چشم مہ وشاں اس کو — اگر ہوتی نہ جوشش رشکِ تیغِ دو زباں ابرو

۲۱۰

اس تند خو سے دوستی پیدا نہ کیجیو — دیوانے اپنی جان کا سودا نہ کیجیو

آزردہ ہو کے ہم سے وہ ملنا بھی چھوڑ دے — اے نالہ دیکھیو کہیں ایسا نہ کیجیو

قاصد کسی کے نام سے خط دیجیو اُسے — مذکور اُس کے سامنے میرا نہ کیجیو

اے سادہ لوح آئینے جا اس کے روبرو — اس منہ پہ اپنے حسن کا دعویٰ نہ کیجیو

بے تابیوں کے ہاتھ سے گھبرا کے عشق میں — اے درد میرے دل سے کنارہ نہ کیجیو

کہنے سے تیری غیر سے کچھ بولتا نہیں — پر ساری عمر بولیاں مارا نہ کیجیو

جوشش گلی میں یار کی لایا تو ہی ولے — اپنی طرح کہیں مجھے رسوا نہ کیجیو

۲۱۱

بلبل کی طرح یاں نہ گلوں کی ہوس میں بیٹھ — سیر چمن محال ہے کنج قفس میں بیٹھ

اُس کے لبوں پہ بوالہوسوں میں نہ جی چلا — کھانے نہیں ہیں شہد ہجوم مگس میں بیٹھ

ہستی بے ثبات ہے تو مطمئن نہ رہ — جائے گا جوں حباب یہ گھر اک نفس میں بیٹھ

غافل نہ سرسری گزر اس رہ گزار سے — سُن گوش دل سے کس کی صدا ہے جرس میں بیٹھ

لڑنے کو اُٹھ کھڑا ہوا تو اک ہی بات میں — زاہد غضب کہاں دل صاحب نفس میں بیٹھ

خوبان دہر جمع ہیں اُٹھ بزم غیر سے — اے نرگس کج کلاہ تو اپنی پس میں بیٹھ

تسخیر کا بتوں کی نہ دم مار بوالہوس — ہوتے ہیں سرکش ایسے کسی کے بھی بس میں بیٹھ

ہے اہل امتیاز کی آنکھوں میں وہ ذلیل — جوشش جو کوئی فخر کرے اپنا دس میں بیٹھ

۲۱۲

جوں آئینہ یہ ستم رسیدہ — رہتا ہے مدام آب دیدہ

ماتم کدۂ جہاں میں جوں ابر — رونے کے لیئے ہوں آفریدہ

کیوں کر نہ ہوں رائیگاں دُرِ اشک | ہے دامن و جیب تو دریدہ

کوچے سے ترے اُٹھوں نہ ہرگز | جوں نقشِ قدم ہوں آرمیدہ

ظالم تری گردشِ نگہ کو | کب پہنچے ہے آہوئے رمیدہ

اُس شوخ کو جب سے میں دیا دل | اک حلق ہے مجھ سے یاں کشیدہ

تو نے تو کہی ہے اس زمیں میں — جوشش یہ غزل بہ از قصیدہ

۱۴۳

جن نے لوٹا یار کے دستِ حنائی کا مزہ | ہاتھ آیا اُس کے تئیں ساری خدائی کا مزہ

آزما لے دل پہ گر تیغ آزمائی ہو تجھے | ہے اسی چورنگ پر تیغ آزمائی کا مزہ

مر مٹوں گا در سے تیرے سر اب اٹھنے کا نہیں | مثلِ نقشِ پا ملا ہے جبہہ سائی کا مزہ

لذتِ عیشِ ابد گو ہو میسر وصل میں | پر نہ بھولے گا مرے دل سے جدائی کا مزہ

اے ہوس کیوں کر نہ مستغنی ہوں سب کے خاکستا | ہے کہاں شاہی میں اس در کی گدائی کا مزہ

ٹوٹتے ہیں ہاتھ سے بے تابیوں کے بال و پر | جب قفس میں یاد آتا ہے رہائی کا مزہ

آپ ہی ہوں ہر طرف آئینہ خانے کی طرح — ہے اسی عالم میں جوشش خودنمائی کا مزہ

۱۴۴

گل ریزِ مژہ کا سر و سامان ہے شعلہ | لے سر سے مرے تا بسرِ داماں ہے شعلہ

اُس ترک کے ٹک روئے عرق ناک کو دیکھو | سیماب کے قطروں کا نگہبان ہے شعلہ

گر درپے آزارِ ضعیفاں نہیں سرکش | کیوں خس سے بھلا دستِ گریباں ہے شعلہ

کب بار ملے خار و خس خرص و ہوا کو | اس بارگہِ دل کا تو درباں ہے شعلہ

مشہور ہے آتش کدۂ دہر میں سرکش | پر آہ کے آگے تو پشیماں ہے شعلہ

کمخواب میں کب ایسی جھلک ہوتی ہے سچ کہہ — پاجامہ ہے یہ یا تہ دامان ہے شعلہ
جوشش سے جگر سوختہ کا حال نہ پوچھو — پرکالۂ آتش ہے دل اور جان ہے شعلہ

شیخ مست وجد میں آ صورت محراب کو دیکھ — چشم رکھتا ہی تو ٹک موج مے ناب کو دیکھ
نہ وہ ساقی ہے نہ مطرب ہے نہ ہے چنگ و رباب — جی نکلتا ہے مرا جلوۂ مہتاب کو دیکھ
کام پایا اس لب شیریں سے ہوا ہیں جب سے — نفرت آتی ہے مجھے شربت عناب کو دیکھ
تجھ سوا اور تو کوئی نہیں ایسا بے درد — کہ نہ افسوس کرے اس تری بے تاب کو دیکھ
کس کا مقدور جو ہو سد رہ آکر جوشش — کوہ ہٹ جائے مری اشک کے سیلاب کو دیکھ

یا ترا جلوۂ نیرنگ دیکھ — ہوگیا ہے شمع کا کیا رنگ دیکھ
کوئی سر زانو سے اٹھا سکتا نہیں — اس زمانے کے ہیں کیا سرہنگ دیکھ
بے وفائی تجھ سے کی دل نے مرے — یہ نکالے ڈھنگ تیرے ڈھنگ دیکھ
محتسب کو مے کشی سے ہے گریز — شیشۂ مے سے ڈرے ہے سنگ دیکھ
دیکھتے ابرو کے دل ٹکڑے ہوا — کٹ گیا تلوار کو چورنگ دیکھ
پاؤں میں مہندی لگا کہتا ہے یار — کس طرح آؤں یہ عذر لنگ دیکھ
اپنی تو دریا دلی ساقی نہ چھوڑ — تنگ دل مت ہو مجھے دل تنگ دیکھ
نام سے چڑ ننگ سے رکھتے ہیں ننگ — اپنے دیوانوں کا نام و ننگ دیکھ
کیا کہوں جوشش شکوہ حسن یار — جس نے دیکھا ہوگیا وہ دنگ دیکھ

دم بہ دم کیوں نہ ہے شغل دم سرد کے ساتھ — آ پڑا کام مجھے اس دل پر درد کے ساتھ

شہ سوار ایک نظر کیا تو نہ پھر دیکھے گا
دل پر آرزو اڑتا ہی پھرے گرد کے ساتھ

عاشقِ پاک ملے بوالہوسوں سے کیوں کر
ربط ہوتا ہی نہیں مرد کو نامرد کے ساتھ

اے مہوّس نہ ہو رنگت پہ طلا کی نازاں
کیا ہے نسبت اُسے عاشق کی رخِ زرد کے ساتھ

سیر کر دفترِ قدرت کو جو دیکھا جوشش —
جلوۂ حق نظر آیا مجھے ہر فرد کے ساتھ

۱۴۸

بخت بد ہو نہ دے خونِ مرا اُس کے ہاتھ
گر کر آجائے ہے جوں دزدِ حنا اُس کے ہاتھ

مر گیا ہوں پہ مری خاک ہے سرگشتۂ دید
لگ گیا تھا کہیں دامن کو ذرا اُس کے ہاتھ

جب کرے شانہ صفت سست درازی کوئی
باندھلے وہیں تری زلفِ رسا اُس کے ہاتھ

سخت فرسودہ ہوئے ناخنِ تدبیر یہاں
نہ کھلے آہ ترے بندِ قبا اُس کے ہاتھ

برگِ گل پنجۂ خورشید خجالت کش ہیں
دیکھتا کیا کفِ پا اُس کے ہیں کیا اُس کے ہاتھ

ق

صبحِ گل گشت چمن میں کہیں اک دستۂ گل
کر کے ہیں ترکِ ادب جا ہی پڑا اُس کے ہاتھ

دیکھ کر ہو متبسّم مرے منہ پر مارا —
الغرض رکھے سلامت ہی خدا اُس کے ہاتھ

گوئے میدانِ وفا ہی سرِ عالم جوشش —
جب سے دی حسن نے چوگانِ جفا اُس کے ہاتھ

۱۴۹ / ۴

لطف و اشفاق و کرم اُن نے کیا کیا کچھ
ورنہ میرے دلِ مایوس میں تھا کیا کیا کچھ

نہ رہا تختِ سلیماں نہ رہی مسندِ جم
ہو گیا دم میں زمانے سے فنا کیا کیا کچھ

ہاتھ ڈالا ہے سرِ شام ہی زلفوں تیری
صبح تک دیکھیے آتی ہے بلا کیا کیا کچھ

نہ وہ سامانِ طرب ہے نہ وہ اسبابِ نشاط
آہ تاراجِ غمِ عشق ہوا کیا کیا کچھ

یہ ہماری ہی وفا ہے کہ سہے جاتے ہیں
ورنہ کرتے ہیں بتاں جور و جفا کیا کیا کچھ

درد و اندوہ و غم و رنج و محن اے جوشش — ہم کو اس چرخ ستم گر نے دیا کیا کیا کچھ

۲۲۰/۸

ہے زلف پہ اس کی دست شانہ — ٹک دیکھیو گردش زمانہ

تا خاک مری نہ خشت خم ہو — چھوڑوں نہ در شراب خانہ

عاشق وہ جی سے چاہتا ہے — سنتے ہیں یہ بات غائبانہ

کیوں ہو نہ تباہ کشتی دل — یہ عشق ہے بحر بے کرانہ

بلبل بھڑکی ہے آتش گل — جل جائے نہ خار آشیانہ

ہم مرگ طلب ہیں کیا کریں گے — اے خضر یہ عمر جاودانہ

مرتا ہوں خمار سے ہوئی صبح — ساقی مجھے دے مئے شبانہ

لکھیے اس کو بیاض دل پر — جوشش یہ غزل ہے عاشقانہ

۲۲۱/۷

مر رہتے ہیں در پہ ترے دو چار ہمیشہ — ہے جور و جفا تجھ کو سزاوار ہمیشہ

عاشق تو ترا مرنے کو ہے تیار ہمیشہ — دکھلا نہ مژہ خنجر خوں خوار ہمیشہ

اک چھیڑ نکالے ہے نئی یار ہمیشہ — رہتا ہے مرے درپے آزار ہمیشہ

اللہ سلامت رکھے تیرے لب شیریں — سنوایا کرے باتیں مزے دار ہمیشہ

ہے ڈر سے ترے عالم بالا تہ و بالا — لٹکے ہے تری عرش پہ تلوار ہمیشہ

جوں حلقۂ در در پہ ترے صبح سے تا صبح — رہتا ہے ترا طالب دیدار ہمیشہ

اظہار کروں جس سے میں احوال کو اپنے — احوال تباہ اس کا ہے یار ہمیشہ

۲۲۲/۶

جل گئے شمع سے ملتے ہی پر پروانہ — آہ کیا پوچھتے ہو اب خبر پروانہ

خود بخود بزم میں کاہیدہ ہوئی جاتی ہے — لگ گئی شمع کو شاید نظر پروانہ
کوئی غم خوار نہیں ایک مگر بے تابی — کہ پڑی پھرتی ہی نت گرد سر پروانہ
مار ڈالا تپش دل نے مقابل تجھنے — شمع تک ہونے نہ پایا گزر پروانہ
بے دھڑک آگ میں کودی ہی سمندر کی طرح — دیکھنا دیکھنا یارو جگر پروانہ
تا بسر شمع و رو پہنچے نہ کبھی اے جوشش — گر نہ ہو پائے طلب بال و پر پروانہ

۴۲۳
مار ہے سر پہ عشق کا تیشہ — نیک و بد کا نہ کیجیے اندیشہ
اے صنم تجھ سے کیوں نہ دل ٹوٹے — سنگ سے ٹوٹتا ہی ہے شیشہ
اٹھ گیا شیر بیشہ مجنوں سا — کیوں نہ خالی ہو عشق کا بیشہ
آتش عشق ہی سے ہے معمور — شمع کیہ نخل کا رگ و ریشہ
متوکل ہی رہیے اے جوشش — کیوں گدائی کا لیجیے پیشہ

۴۲۴
لاتے ہی مانگوں ہوں اپنا دل افسردہ — بھاتا نہیں ہاتھوں میں تیری گل پژمردہ
اب دیکھیے کیا ہوئے اس دل ہی سے بگڑی ہے — سرکار محبت میں جس دل کے ہیں آزردہ
ہے کون یہاں مانع ملنے کا رقیبوں سے — بے وجہ کسی سے تم کیوں ہوتے ہو آزردہ
ہر چند میں روتا ہوں پر خشکی طالع سے — ہے دامن تر میرا جوں دامن افشردہ
اس باغ میں اے جوشش مانند صنوبر کے — کیا زیست ہی کہ ہوئی پہلو میں دل مردہ

۴۲۵
دیکھیں ہیں مغاں کب ہم سوئے در میخانہ — یاں اور ہی مستی ہے بے شیشہ و پیمانہ
کرتے ہیں پرستش ہم آتش کدہ دل کی — نے قابل مسجد ہیں نے لائق بت خانہ

پابند خود آرائی مانند زنان تا کے — امداد طلب ہوں میں ای ہمت مردانہ

عشرت کی ہوس مطلق پائی گئی نہ گنجایش — یہ درد و الم دل میں ہیں جب تئیں ہم خانہ

سینے کو مرے روشن رکھتا ہی یہ داغ دل — جوں شمع شبستاں سے ہے رونق کاشانہ

گھر جب سے کیا دل میں سودای محبت نے — یکساں ہی سمجھتا ہوں آبادی و ویرانہ

۴۲۸/۳

دیکھیے دستِ یار میں پیالہ — ہوا اس انتظار میں پیالہ

مست و مدہوش کیوں نہ ہوں بلبل — لائی نرگس بہار میں پیالہ

۴۲۸/۷

چشم گر رونے کا تلاش ہے یہ — ایک ہی پل میں راز فاش ہے یہ

روئیے تا ہو سبز کشتِ امید — اب تردد ہے یہ تلاش ہے یہ

دیکھ قاتل نے مجھ کو مقتل میں — یہ نہ پوچھا کہ کس کی لاش ہے یہ

غم و غصہ ہی کھاتے گزری ہے — عاشقوں کا ترے معاش ہے یہ

در پہلو نہی کرے کیوں کر — اپنے یاروں میں یار باش ہے یہ

پردۂ چشم فرش رہ کرتا — کیا کروں یار بد قماش ہے یہ

دیدۂ تر کو دوست رکھ چشش — بہت تحفہ گلاب پاش ہے یہ

۴۲۷/۷

اگر جا ہوں ترا ہم بزم ہوں ظالم ہوس ہے یہ — کوئی دم بیٹھنے بھی پاؤں کوچے میں تو بس ہے یہ

غم و اندوہ سے یک دم مجھے فرصت نہیں ملتی — یہ مہینے کیسے ہیں کیسا برس ہے یہ

سرشکِ چشم سے آسیب پہنچے کیوں کے مژگاں کو — کہ وہ سیلاب کے مانند ہے اور مثل خس ہے یہ

نہ ہو مغرور اتنا ہستی موہوم پر اے دل — حباب آسا قیام اس کو نہیں کچھ یک نفس ہے یہ

ترے جاں سوختہ جس طرح سے یاں زیست کرتے ہیں ۔ اسی کو زیست کہتے ہیں تو کیا ہی خاک عبث ہو

تمہارے زلف و خط کا قیدی اک عالم نظر آیا ۔ خدا قائم رکھے اس کو عجب دام و قفس ہے

کبھی اس کی زباں لگتی نہیں باتوں سے ای جوشش ۔۔۔ مجھے رہ رہ یہی آتی ہے دل ہے یا جرس ہے

۴۲۸

بڑھتی جاتی ہے میری اس کی چاہ ۔ سچ ہے ہوتی ہے دل کو دل سے راہ

اس دہاں و کمر کی مت پوچھو ۔ کام کرتی نہیں کسی کی نگاہ

مرتے ہیں انتظار میں اس کے ۔ آ بھی جاوے کہیں وو یا اللہ

اس کی زلف سیہ ہے ایک بلا ۔ اس بلا سے خدا ہی دیوے پناہ

کھینچ کر مجھ پہ غیر کو ماری ۔ آفریں آفریں جزاک اللہ

ہے شب زلف کا تماشائی ۔۔۔ کیوں نہ جوشش کا ہوئے روز سیاہ

۴۲۹

اور تو میں کیا کہوں تاثیر آہ ۔ پھوٹ جائے سنگ میں یہ تیر آہ

طالع خوابیدہ شاید جاگ اٹھے ۔ ٹک ہلا اے درد دل زنجیر آہ

لٹ دھوئیں کی شمع پر ہی دیکھ لے ۔ گر نہ دیکھی ہو کبھی تصویر آہ

میرے تئیں رسوا کیا بدنام نے ۔ آہ میں کیا کیا کہوں تقصیر آہ

سنگ دل اس سا نہ ہوئے گا کوئی ۔ لگ کے جس کے دل سے اچٹا تیر آہ

آسماں جلنے لگے جوشش اگر ۔۔۔ ناتوانی ہو نہ دامن گیر آہ

۴۳۰

مر گیا اک پل میں بیمار نگاہ ۔ دیکھنا ٹک دیکھنا کار نگاہ

تیر کے تلوار کے ہیں دل پہ زخم ۔ آہ کیا کیا کچھ ہیں آزار نگاہ

اس قدر نازک ہے وہ نازک بدن — خوش نہیں آتا اُسے بارِ نگاہ

رشتۂ مرہم سے کب ہووے رفو — چاک دل کو چاہیے تارِ نگاہ

یار کی ابرو کو تو ابرو نہ جان — ہے یہی شمشیر خم دارِ نگاہ

زخم یاں ہر جنس کے ہیں مول لو — مردماں ہے گرم بازارِ نگاہ

کی نگہ کل تو نے سب کے حال پر — کیا نہ تھا جوشش سزاوارِ نگاہ

۴۳۱

اس شرمگیں کے منہ پہ نہ ہر دم نگاہ رکھ — سر رشتۂ نگاہ کو اپنے نگاہ رکھ

کس لطف سے ہے آئینہ دیکھا اس کے روبرو — گردوں نہ دل میں آرزوی مہر و ماہ رکھ

دیوانے چاہتا ہے اگر وصل یار ہو — بہتر بڑا رقیب ہے دل اُس سے راہ رکھ

دل دار ہو تو یا کہ دل آزار تیرا شوق — دل دے چکا میں خواہ نہ رکھ اس کو خواہ رکھ

عواے قتل کر تجھے منظور ہے جو دل — دامانِ تیغِ یار ہی کو تو گواہ رکھ

میں چاہتا ہوں تجھ کو تو چاہے ہے غیر کو — یہ کیا غضب ہے چاہنے والے کی چاہ رکھ

جوشش جدا ہے یار سے تو جانتا ہوں میں — اتنا بھی اضطراب خدا پر نگاہ رکھ

۴۳۲

شیخ کو کعبے سے جو مقصود ہے — وہ کنشتِ دل ہی میں موجود ہے

میرے جلنے کی کسی کو کیا خبر — سوزشِ دل آتشِ بے دود ہے

نے حرم سے کام ہے نے دیر سے — خانۂ دل ہی مرا مسجود ہے

فرق مت کر عاشق و معشوق میں — خود ایاز اور آپ ہی محمود ہے

کیا پری کیا حور کیا جن و بشر — سب میں وہ شاہد مرا مشہود ہے

مشربِ عشّاق میں اے زاہدو — اُس کا جو مخلوق ہے معبود ہے
سنگ و آہن کو یہ کرتی ہے گداز — آہ ہے یا نغمۂ داؤد ہے
کس سے اے جوشش کہوں بن دردِ دل — میرے اس کے بولنا مفقود ہے

۳۲۳ / ۶

اپنی وہ بے ثباتِ ہستی ہے — کہ سدا نیستی کو ہنستی ہے
نام سنتے ہو جس کا ویرانہ — وہی سودائیوں کی بستی ہے
شمع سے ہاتھ کھینچ اے گل گیر — اپنی بھی کیا درازدستی ہے
چشمِ وحدت سے گر کوئی دیکھے — بت پرستی بھی حق پرستی ہے
ایک بوسے پہ جنسِ دل کو نہ چھوڑ — یار اِن مولوں بہت سستی ہے
اپنے ابرِ تَرہ سے اے جوشش — جائے آب آگ ہی برستی ہے

۳۲۴ / ۸

لب پر جو مرے آہِ غم آلود نہیں ہے — اظہارِ محبت مجھے مقصود نہیں ہے
ہم جیسے فقیروں کو تو یوں بھی نہ کہے وہ — پھر آئیو کچھ اس گھڑی موجود نہیں ہے
کہتے ہوں ہیں یہ گبر و مسلمان کے منہ پر — وہ عبد نہیں جس کا تو معبود نہیں ہے
نرمائی ہے کس طرح سے اُس آہنِ دل کو — یہ آہ اگر نغمۂ داؤد نہیں ہے
پھرتے ہیں کئی قیس سے حیران و پریشاں — اس عشق کی سرکار میں بہبود نہیں ہے
تاثیر مدد کیجیو اب سینے میں اپنے — اس نالے سے اک آہ بھی افزود نہیں ہے
خوبیِ ایاز آپ ہی نظر آ گئی ہوتی — افسوس ترے عہد میں محمود نہیں ہے
اس آتشِ فرقت کے سوا دہر میں جوشش — دیکھا تو کہیں آتشِ بے دود نہیں ہے

۴۳۵/۷

جی ہیں جس وقت کہ مضمون کمر آتا ہے — بس کہ نازک ہیں میاں باندھتے ڈر آتا ہے
یاد آتی ہے حلاوت تری لب کی مجھ کو — اے شکرلب جو کہیں ذکر شکر آتا ہے
اس قدر گھر کیا صورت نے تری آنکھوں میں — جس طرف دیکھتے ہیں تو ہی نظر آتا ہے
چوب داروں سے مجھے دست وگریباں دیکھا — پر نہ بولا اسے آنے دو اگر آتا ہے
کس طرح یار مجھے کہیے نہ خورشید لقا — دیکھتے ہی مجھے اشک آنکھوں میں بھر آتا ہے
کچھ بھی موجود ہے سامان ضیافت ای دل — آج سنتے ہیں وہ خوں خوار ادھر آتا ہے
چشم تر آہ بہ لب خستہ جگر ہوں جوشش — حال اپنا مجھے بے طرح نظر آتا ہے

۴۳۶/۵

ہوا نہ یاد مجھے بحر و بر تو کیا غم ہے — مجھے محیط جو سمجھا محیط عالم ہے
محققوں سے یہ نکتہ مجھے ہوا معلوم — خلاف طبع جو ہووے وہی جہنم ہے
لگا ہے جب سے مرے ہاتھ کنج تنہائی — سوائے دل نہ کوئی یار ہے نہ ہمدم ہے
کسی کا سایۂ تیغ نگاہ اے جراح — ہمارے زخم جگر پر بجائے مرہم ہے
مدام ہو نہیں سکتی ہے صیقل اے جوشش — وگرنہ دل بھی مرا آئینے سے کیا کم ہے

۴۳۷/۸

تو عبث بوسہ طلب اس سے ہے سالوسی ہے — آخر الامر پشیمانی و مایوسی ہے
ہم سخن یار سے ہوں ہیں یہ کہاں فرصت وقت — مدعی آٹھ پہر در پے جاسوسی ہے
سامنے ہوتے ہی اس کے نہ رہی اپنی خبر — نگہ ہوش رہا یار کی جادوسی ہے
بوریا دکلہ فقر ہمارے نزدیک — تخت اسکندری و افسر کاؤسی ہے
یار کچھ کام نہیں طوف حرم سے مجھ کو — آستاں بوسی کعبہ ترے ابرو سی ہے

مغربی اور جنوبی حلبی اور ہندی — اتنی تلواریں ہیں کوئی بھی تری برسی ہے
کیا نظر آئے کمر زلف کمر تک پہنچی — زلف کے بالوں میں پنہاں وہ کمر مو سی ہے
مانع فکر سخن ہو جو مت اے جوشش — شعر کہنے سے میں ناچار ہوں کاہلی سی ہے

۴۳۸
اس کو تو غنچہ لب اور غنچہ دہن کہتا ہے — کوئی بھی اہل سخن ایسا سخن کہتا ہے
رنگ و سنگ انگ سب اُس میں ہیں یہ ڈھنگ کہاں — کون دانتوں کو ترے دُرِّ عدن کہتا ہے
چشم بد دور سلامت ہی رہ اے باغ و بہار — جو تجھے دیکھتا ہے رشک چمن کہتا ہے
جب نظر آتے ہیں گل ہر یہاں لالہ رخاں — داغ تازہ ہوں یہی داغ کہن کہتا ہے
اُن نے دیکھا نہیں تجھ کو نہ بدن کو تیرے — جھوٹ کہتا ہے جو کوئی سیم بدن کہتا ہے
جوشش اس باغ جہاں میں ترے خوش قامت کو — راست کہتا ہے جو کوئی سرو چمن کہتا ہے

۴۳۹
اے زلف اس کے منہ سے تو تو لپٹ رہی ہے — گیسو کو کیا تہمت وہ آپ کٹ رہی ہے
ہو کس طرح میسر اس بحر حسن کی سیر — ابرو کی ایک کشتی سو بھی الٹ رہی ہے
دل دینے کی حقیقت ہم خوب جانتے ہیں — ہے غم کسی کا اس کو جو زلف لٹ رہی ہے
محروم ہم ہی ہیں اس جہاں سرا میں ورنہ — کس کس طرح کی نعمت خلقت کو بٹ رہی ہے
خالی نہیں خلل سے جوشش یہ خیبر دل — دن رات فوج غم کی اس سے چمٹ رہی ہے

۴۴۰
فرہاد یہ سبب فائدہ خارا شکنی ہے — گھر کیجیے کسی دل میں یہی کوہ کنی ہے
جو چاہیے اے چرخ تجھے مانگ تو مجھ سے — ہر چند گدا ہوں میں یہ دل میرا غنی ہے
تیرے لب جاں بخش کے اے یار مقابل — نے لعل بدخشاں نہ عقیق یمنی ہے

بجھنے کا نہیں آج میں بے تابیٔ دل سے
اے صبر مری جان ہی پر آن بنی ہے

بو کس کی یہ آتی ہے صبا تجھ سے کہ تجھ پاس
نے نافۂ تاتار نہ مشک ختنی ہے

غیر دل ہی کو کیا قتل کرے گی تری ابرو
ظالم یہ گنہ گار بھی گردن زدنی ہے

وہ خار سے محفوظ تجھے رنج قبا سے
گل میں تو کہاں تیری سی نازک بدنی ہے

کس چیز کا غم ہے مجھے کس چیز کی شادی
جوشش نہ یہاں خرچ ہے نے آمدنی ہے

٢٤١
٧

نہ مرا دوست کوئی ہے نہ مرا دشمن ہے
ایک یہ دل ہی غرض دوست ہے یا دشمن ہے

سربلندی نہ کر اس بحر میں مانند حباب
اے گدا پیشہ تری حرص و ہوا دشمن ہے

شکوۂ دشمنیٔ غیر نہ کر کیا حاصل
آپ ہی اپنا دوانے تو بڑا دشمن ہے

دیکھ سکتا نہیں اک دم بھی مجھے در پہ ترے
آہ کیا چرخ ستمگار مرا دشمن ہے

لکھ دیا رنج خدائی کا مری قسمت میں
کس قدر دیکھو تو نوشتۂ قضا دشمن ہے

دشمن داغ جگر ہے یہ دم سرد مرا
جس طرح شمع شبستاں کی صبا دشمن ہے

ایسی خوں خوار پہ موقوف نہیں اے جوشش
جس کو اس بزم میں دیکھوں ہوں مرا دشمن ہے

٢٤٢
٥

آئینہ آٹھ پہر چشم جو تر رکھتا ہے
کیا کسی روئے درخشاں پہ نظر رکھتا ہے

خانۂ عشق کو اسباب تعلق سے کیا
دل وہ گھر ہے کہ نہ دیوار نہ در رکھتا ہے

نالۂ گرم موثر ہو ترے دل میں نہ ہو
یہ دم سرد ہمارا تو اثر رکھتا ہے

کس طرح تجھ سے ملاقات بسر ہوئے
یہ دعا گو ترا نے زور نہ زر رکھتا ہے

کس طرح کہیے نہ جوشش کو بھلا صاحب درد
آہ و نالہ ہی سے شغل آٹھ پہر رکھتا ہے

۲۴۴

خوش نما گرچہ مہ کا ہالہ ہے تیرے کانوں کا بالا بالا ہے

در مے خانہ کا گدا ہوں میں لب پیالہ مرا پیالہ ہے

دل صد پارہ بہ بغل میں نہ ہو درد دکھ کا مرے رسالہ ہے

اس نگہ اس مژہ کی کچھ مت پوچھ ایک برچھی ہے ایک بھالا ہے

ہے دم دہوش اپنا بے ہوشی ہوش جب سے یہاں سنبھالا ہے

ق

کیسے وعدہ خلافن سے جوشش حق تعالیٰ نے کام ڈالا ہے

مجھ کو ہے انتظار و بے تابی اس کو حیلہ ہے اور حوالہ ہے

۲۴۵

پہلو میں سوختوں کے نے دل ہے نہ جگر ہے آتش کدہ ہے سینہ یاں شعلہ یا شرر ہے

کس طرح سے نہ ہوئے عاشق بھلا سیہ رو اقلیم حسن میں تو دو شام اک سحر ہے

ٹوٹے ہزار مجھ پر یاں آسمان غم کا کچھ غم نہیں ہے میری اللہ پر نظر ہے

جو جاتا ہے سو نہیں آتا ہے یاں سے شاید ملک عدم کا رستہ بے خوف بے خطر ہے

طے کس طرح سے ہوگی جوشش رہ محبت نے کوئی راہبر ہے نہ کوئی ہم سفر ہے

۲۴۶

دیدۂ خوں بار میرا اس قدر خوں بار ہے کلبۂ احزاں میں نقش بوریا گلزار ہے

اٹھ گیا دنیا سے دل اب بادشاہ وقت ہوں ملتجی ہونا کسی سے مجھ کو کیا درکار ہے

ق

ایک دن کا ماجرا ہے میں اٹھا تھا سیر کو دیکھتا کیا ہوں یہ جھگڑا بر سر بازار ہے

برہمن کہتا ہے بت خانہ میں ہے ذات احد شیخ کہتا ہے غلط کعبے ہی میں وہ یار ہے

اس میں جوشش بول اٹھا سنتے ہو شیخ و برہمن جانے دو اپنی طرف دیکھو یہ کیا تکرار ہے

۲۴۴ ۹
آئینۂ دل میں کچھ اگر ہے — تیرا ہی جمال جلوہ گر ہے
ہم مر گئے تیری جستجو میں — بے رحم کہاں ہے تو کدھر ہے
رہ رو نہیں چاہتی رہِ عشق — واں شوق ہی اپنا راہبر ہے

ق
کیوں مارے ہے لافِ حجِ اکبر — اپنے پیے پر بھی کچھ نظر ہے
کعبے سی جگہ پہنچ پھر آیا — تو حاجی نہیں ہے گدی خر ہے
اُس در ہی کی آرزو میں کوشش — یہ مشتِ غبار در بہ در ہے

۲۴۴ ۵
سلامت پا میں اب تک آبلہ ہے — مجھے خارِ بیاباں سے گلہ ہے
فقیروں کے بھی در تک گاہ گاہ — اگر کیجے کرم کیا فاصلہ ہے
چلا جاتا ہے اشکِ تسلیمِ دل سے — تھکے ہرگز نہ یہ وہ قافلہ ہے
خدا حافظ ترا اے بے مروّت — رقیبوں سے بہت تو لاگ چلا ہے
طلب گار ایک بوسے کا ہی اُس سے — ترا جوشش بہت کم حوصلہ ہے

۲۴۴ ۷
اوجِ فلک پہ ماہ بھی کیسا جمیل ہے — تیرے شکوہِ حسن کے آگے ذلیل ہے
شانہ بیان کر نہیں سکتا بہ صد زباں — افسانہ تیری زلف کا طول و طویل ہے
عشوے میں اور کرشمے میں ناز و ادا میں یا — تیرا عدیل کون ہے تو بے عدیل ہے
نسریا و کیا کرے گا وہ دم مارتا نہیں — اُس چشمِ سرمہ سا کا جو کوئی قتیل ہے
باغِ بہشت ہے یہ مرا داغ دار دل — چشمہ ہماری چشم کا جوں سلسبیل ہے
دیتا نہیں ہے بادۂ عشرت کسی کو یاں — ساقیِ روزگار بھی کیا ہی بخیل ہے

رو رو غمِ حسین میں جوشش پکارہے — نذرانا امام پیاسے نہ جانا سبیل ہے

جاہ و حشم کی خواہش و دولت کی آرزو ہے ۴۴۹/۶ دو دن کی زندگانی تس پہ یہ جستجو ہے
صورت پرست ہوں میں مانند آئینے کے — جو کچھ ہے میرے دل میں سو میرے روبرو ہے
پیدا ہوئی ہے دل میں جن کے ضیائے وحدت — مانند شمع اُن کے نے پشت ہے نہ رو ہے
کس طرح سے یہ دل ہو آلودۂ کدورت — اشک رواں ہمارا سرگرم شست و شو ہے
ہم کون ہیں جہاں میں سب ذات ہے اُسی کی — سمجھا جنھوں نے کچھ کو اُن کی یہ گفتگو ہے
وابستہ جان سے ہے خوبیِ جسم جوشش — مرجھا گیا جہاں گل نے رنگ ہے نہ بو ہے

سوزاں جوں شمع آستیں ہے ۴۵۰/۸ کیا قطرۂ اشک آتشیں ہے
اے ناصحو کیا بکا رہے ہو — دل کہنے میں اس گھڑی نہیں ہے
کوچے سے جدا نہ جان ہم کو — گو ہم ہیں یہاں پہ دل وہیں ہے
کیا خوب کی اُس کے دل میں تاثیر — اے آہ تجھے صد آفریں ہے
جلنے کی تجھے قسم ہے اے شمع — مجھ سا بھی جگر جلا کہیں ہے
خوش رہ چکے ہم اگر تمھاری — یہ چین ہے اور یہ جبیں ہے
محجوب ہے عکس سے بھی اپنے — کتنا وہ یار شرمگیں ہے
جوشش کانوں تلک نہ پہنچے — میرا وہ نالۂ حزیں ہے

آج گلشن میں کس کا پرتو ہے ۴۵۱/۶ ہر کلی گل کی شمع کی لو ہے
خضر ہر چند پیتے آبِ حیات — زندگی جیسے پانی کی رو ہے

پیسے ہے اُس کو آسیائے فلک — جس کے پاس ایک مشت بھی جو ہے

غیر سے لینا امتحانِ وفا — یہ جفا مجھ پہ از سرِ نو ہے

ہے کدھر وہ غزال جس کے لئے — رات دن مجھ کو یہ تگ و دَو ہے

ہے یہ جوشش وفا سرشتوں میں — تو جو کہتا ہے بے وفا تو ہے

۴۵۲

ہر دم ہیں یاں ترقیٔ دم کو زوال ہے — اس زندگی پہ لوگوں کو کیا کیا خیال ہے

اُس گل عذار کے لبِ شیریں پہ خال ہے — یا چشمۂ بہشت پہ بیٹھا بلال ہے

اے سیلِ اشک چشم بہا دے ابھی کہیں — دل پر مرے جمی ہوئی گردِ ملال ہے

دیکھی تھی تیری ابروئے خوں ریز ایک دن — کاہیدہ اُس ہی دن سے فلک پر ہلال ہے

جامِ شراب منہ سے لگے عمر دم میں ہوں — مے خوار دے جواب یہ میرا سوال ہے

اُس یار سے میں کیا طلبِ معذرت کروں — مجھ کو تو اپنے فعل سے حد انفعال ہے

جوشش کمال کی نہ طلب کیجو زینہار — سنتے ہیں ہر کمال کو آخر زوال ہے

۴۵۳

دیتا نہیں شراب مجھے آپ مست ہے — ساقیٔ روزگار بھی حد تنگ دست ہے

کوئی سوائے شانہ وہاں چھوٹتا نہیں — دیکھیو تو کوئے زلف میں کیا بند و بست ہے

بے فائدہ الجھتے ہو اے شیخ دیر میں — عاشق خدا پرست ہے نے بت پرست ہے

اے بوالہوس نہ رکھیو قدم راہِ عشق میں — واں ہر قدم میں شیشۂ دل کو شکست ہے

جوشش خدا کے واسطے ٹک چشمِ غور سے — دیکھو اس غزل میں قافیوں کی کیا نشست ہے

۴۵۴

ہاتھ میں تیرے زلف و شانہ ہے — ایک عالم ترا دوانہ ہے

جب تلک جسم و جان میں ہے ربط — میں ہوں اور تیرا آستانہ ہے

مجھ کو ہے انتظار بے تابی — اُس کو جیسا ہے اور بہانہ ہے

کاروانِ سرشک کا ہے سفر — نہ کہیں ٹھور نے ٹھکانا ہے

کر زبانِ شکایت اب کوتاہ — جوشش اُس طرح کا زمانہ ہے

—

۴۵۵/ہ

یار جو ہے بے وفا کچھ نہیں کیا ہے — آدمی کچھ ہے وہی جس میں وفا ہے

دیکھ تجھے ایک نظر ہو گیا بے خود — کیا کہوں میں تجھ کو آہ یار تو کیا ہے

شربتِ دیدار دے مجھ کو دوائے درد — درد کی میرے یہی یار دوا ہے

جوشش دیوانہ کو بادہ سے مطلب — مست تری چشم کا مست سدا ہے

—

۴۵۶/ے

ہم صفیرو کیا کروں بابِ قفس تو باز ہے — قدرتِ رفتار ہے نے طاقتِ پرواز ہے

یار تو مجھ کو جلا اک بوسۂ جاں بخش سے — تا کہے عالم فلانی صاحبِ اعجاز ہے

ہے دلِ ہر غنچۂ گل آج لبریزِ شرر — قہر اے بلبل ترا یہ شعلۂ آواز ہے

جس جگہ ہو جلوہ فرما وہ مرا خورشید رو — چادرِ مہتاب بھی واں فرشِ پا انداز ہے

نے ہے وہ آہ و فغاں نے نالہ نے دردِ الم — اک دمِ سرد اب ہے جو ہر دم مرا دمساز ہے

ہوتے ہی عاشق گئے تاب و تواں صبر و قرار — دیکھیے انجام کیا ہو جس کا یہ آغاز ہے

ہیچ ہے جوشش میرے اُس کے کس طرح سودا بنے — میں نیاز اُس کی کروں ہوں وہ اس کو ناز ہے

—

۴۵۶/ہ

سینہ ہے چاک چاک جگر داغ دار ہے — جوں لالہ اس چمن سے یہی یادگار ہے

یاں داغِ عشق گلشنِ دل میں بجائے گل — نے خطرۂ خزاں ہے نہ فکرِ بہار ہے

قاصد شتاب آ کہ تری انتظار میں — بے تاب و بے قرار یہ امیدوار ہے

کچھ خوف آفتابِ قیامت نہیں اگر — سر پر ہمارے سایۂ دیوارِ یار ہے

جوشش نزاکتِ کمرِ یار کیا کہوں — پیچیدگیِ تارِ نگہ اُس پہ بار ہے

۵۸

سُن مرا قصہ اگر سننا تجھے منظور ہے — داستانِ مجنوں و فرہاد تو مشہور ہے

پرتوِ رخ سے شبِ مہتاب سی ہی جلوہ گر — کون کہتا ہے کہ زلف اُس کی شبِ دیجور ہے

شوق سے کر سیرِ گلشن واں نہیں کوئی اہلِ دید — ایک نرگس ہے وہ آپ ہی آنکھوں سے معذور ہے

... اُس لبِ نوشیں کے از بس کھائی نیش — یہ نہیں معلوم دل یا خانۂ زنبور ہے

یہ بہارِ حسن تو دو چار دن ہے مثلِ گل — اے بتِ مغرور تو کس بات پر مغرور ہے

تاکہ کر سنگِ حوادث کس کو مارے گا فلک — شیشۂ دل تو مرے پہلو میں چکنا چور ہے

گل رخاں بے زور و زر ملتے نہیں ہیں یا نصیب — پاس جوشش کے نہ زر نے زور نے مقدور ہے

۵۹

تو دو حسن و جمال رکھتا ہے — جس سے یہ انفعال رکھتا ہے

سادہ رو دیکھتا ہے آئینہ — خواہشِ خط و خال رکھتا ہے

یار کی زلف کا خیال ہے مجھے — سخت آشفتہ حال رکھتا ہے

جا مرے دل میں نخلِ آہ کی طرح — وہ مرا نونہال رکھتا ہے

ق

عہد میں اُن لبوں کے زاہد بھی — مے کشی کا خیال رکھتا ہے

محتسب ہو نہ مانعِ بادہ — شیخ تو کیا مجال رکھتا ہے

شاعری اک زوال ہے جوشش — سمجھے وہ جو کمال رکھتا ہے

۴۶۰/۵

آ گے اُس کے سنگ ہی شمشیر ہے — آہ کس کے قتل کی تدبیر ہے

شمع کے مانند آتش کی بزم میں — اشک بھی میرا گریباں گیر ہے

سوزِ جاں سے آشنا یہ چاک دل — مثل چاک سینۂ گل گیر ہے

زرد جوں زر کیوں نہ ہو یہ خاکسار — خاک کوچے کی ترے اکسیر ہے

جوں صدا جوشش دلِ وحشی مرا — خانہ زادِ حلقۂ زنجیر ہے

—

۴۶۱/۶

خلق جب سے ہم ہوئے دردِ الم سے کام ہے — یہ سمجھتے ہی نہیں آرام کس کا نام ہے

ایک کارِ عشق ہے جو روزِ اول ہے ہنوز — ورنہ یاں ہر کام کے آغاز کا انجام ہے

صید دل کرتا ہے وہ بت زلف و خط و خال سے — پاس اُس کے نے قفس نے دانہ و نے دام ہے

بندۂ زنارِ زلف و مصحفِ رخسار ہوں — جستجو سے کفر سے نے خواہشِ اسلام ہے

کس طرح ہووے تسلی اس دلِ بیتاب کو — ان دونوں موقوف اُس سے نامہ و پیغام ہے

ایک جا دیکھی نہ ہو تو نے کبھی گر صبح و شام — زلف و رخ کو دیکھ لے یہ صبح ہے وہ شام ہے

اب تو اٹھنے کا نہیں اس در سے جوشش زینہار — پائمالِ یار ہوں مجھ کو یہی آرام ہے

—

۴۶۲/۹

اسبابِ تعلق سے مزاج اُس کا بری ہے — دنیا میں جسے خواہشِ بے دردسری ہے

اس دل میں ترے حسن کی وہ جلوہ گری ہے — جو دیکھے ہے کہتا ہے کہ شیشے میں پری ہے

آئینے کو تو سامنے رکھتا تو ہے لیکن — دل میں مرے بھی حسرتِ دیدار بھری ہے

کرتا ہے تو نت آرسی و خوبی میں تفاوت — اے آئینے بتلا تو یہ کیا دیدہ وری ہے

گر ہے ہوسِ نام تو فرہاد صفت ہو — عشاق کی مرنے ہی میں کچھ نام وری ہے

جوں سروِ مجھے سنگ سے آزار نہ پہنچے — جوشش ثمرِ عیش مری بے ثمری ہے

۲۶۳

تو آپ یاں ہی دل سو کسی رہ گزر میں ہے — اے طفل ہرزہ گرد تو میری نظر میں ہے
اُس کو کہاں قیام جو اس رہ گزر میں ہے — مانند ریگ شیشۂ ساعت سفر میں ہے
ممکن نہیں جو کر سکے دعوائے ہمسری — وہ ابر میں کہاں ہے جو اس چشم تر میں ہے
کس واسطے ہو غنچۂ دل اُس سے منفتح — کیا آہ میں نہیں کہ نسیم سحر میں ہے
تسلیم دل میں تو نہیں ملتا ترا سراغ — اے کاروانِ اشک تو کس رہ گزر میں ہے
آشنا زد سنگ دل نہیں جو مہربان ہو — اے آہ سرد کس لیے فکر اثر میں ہے
تیغِ جفائے یار کے منہ پر سے کیوں ٹلیں — عشاق کو تو عیش ابد ترکِ سر میں ہے
ملتا ہے جو مزہ مجھے اس کے کلام میں — جوشش کب اس طرح کی حلاوت شکر میں ہے

۲۶۴

میں آ نہ سکوں اور صبا جا کے رہی ہو — کوچے میں ترے یار عجب باؤ بہی ہے
جی چاہے تو ملیے جو نہ چاہے تو نہ ملیے — دل میں تو ہمارے نہ یہ ہی ہے نہ وہی ہے
جوشش تو بیاں تک ہوا رسوائے خلائق — جو دیکھے ہے کہتا ہے یہ دیوانہ وہی ہے

۲۶۵

یاں ہر گھڑی جو رونے کا تار بندھ رہا ہے — تیرا ہی دھیان مجھ کو لے یار بندھ رہا ہے
مارے گا تو کسی کو میں خوب جانتا ہوں — دامن کمر سے تیری خوں خوار بندھ رہا ہے
ابر و ہوا و شیشہ و گل اور مل ہے آہی — سامان مے کشی کا مے خوار بندھ رہا ہے
توسن کو ناز کے تو جولاں دے جتنا چاہے — فتراک سے تری دل دلدار بندھ رہا ہے
عاشق ترے سے جتنے وہ خون ہی میں مر گئے — پھر کس کے واسطے اب ہتھیار بندھ رہا ہے

نادان ہے کوئی اس پہ ڈالے گا ہاتھ جوشش — زلفوں میں اس کی دل سا ہشیار بندھا ہے

۴۶۶

چشم پر آب دیدۂ گرداب اشک ہے — جیدھر نگاہ پڑتی ہے سیلاب اشک ہے

تاثیر ہے یہ گریۂ عاشق کیوں نہ ہو — آتش خجل ہو جس سے یہ وہ آب اشک ہے

کیوں کر رہے نہ آنکھوں میں اے مردمان چشم — یہ خون دل یہ لخت جگر تاب اشک ہے

مژگاں سے کیوں نہ تحفۂ مرجاں ہو منفعل — ہے تو یہ خار خشک پہ شاداب اشک ہے

یاں تک کیا ضعیف غم عشق نے مجھے — نے طاقت آہ کی ہے نہ اب تاب اشک ہے

سوز جگر ہجوم غم عشق و درد دل — سامان آہ و نالہ و اسباب اشک ہے

جوشش رکھ احتیاط سے دامان جیب میں — ضائع نہ کر کہ یہ در نایاب اشک ہے

۴۶۷

جدائی میں تری ظالم مری کب آنکھ لگتی ہے — جگا دیتی ہے بیتابی دل جب آنکھ لگتی ہے

یہاں تو نالہ و آہ و فغاں ہے بے قراری ہے — کسی کی کس طرح راتوں کو یارب آنکھ لگتی ہے

ہوا پامال راہ انتظار آرام و عیش اپنا — پڑے ہے چین کس دن کون سی شب آنکھ لگتی ہے

جدا افسردہ کیا ہے دل کو اس کی بے وفائی نے — کہاں ہے وہ تعشق کس سے یاں اب آنکھ لگتی ہے

رکھے ہے دشمنی کیا خفتگی بخت اے جوشش — ہم آغوش ان سے جب ہوتا ہوں تب آنکھ لگتی ہے

۴۶۸

مست وہ بادہ نوش آتا ہے — دشمن عقل و ہوش آتا ہے

خانۂ چشم کا خدا حافظ — اشک طوفاں بجوش آتا ہے

دور ساغر ہے جس کی گردش چشم — بادہ وہ مے فروش آتا ہے

کیوں نہ ایذا ہو خواہش لب میں — ہاتھ بے نیش نوش آتا ہے

لا ابھی ساقی شرابِ ابرِ سیاہ — کیا بہ جوشش دخترکش آتا ہے
لوگ ہوتے ہیں پی کے مے بے ہوش — مجھ کو پینے سے ہوش آتا ہے
کوچۂ زلفِ یار سے جوشش — کب بہ حلقہ بہ گوش آتا ہے

۴۶۹
۹

دل میں بھری ہے آگ اور آنکھوں میں آب ہے — مانندِ شمع حال ہمارا خراب ہے
دل سے جو تیرے اشک نہ آئے عجب نہیں — بریاں ہو جب کباب تو اس میں کب آب ہے
دل کس طرح چمن میں لگے آج باغباں — نے ابر نے ہوا ہے نہ جامِ شراب ہے
غافل کر اس کی سیر تو غفلت کی چشم سے — ہستی بے ثبات خیالات خواب ہے
خالِ سیہ نہ ہوئے یہ رخسار یار پر — دیوان حسن کا نقط انتخاب ہے
عالم خراب ہوئے جو وہ بے حجاب ہو — بے خبر کچھ اسی میں کہ منہ پر نقاب ہے
لذت ہے خاک عشق کی پیری میں ہمدماں — معشوق خرد سال ہے عہد شباب ہے
اس مے کدے میں کون ہو ساقی سے ملتجی — خونِ جگر شراب ہے اور دل کباب ہے
دیکھا ہے جیسے زلف کو شانے کے ہاتھ میں — جوشش ہمارے دل کو عجب پیچ و تاب ہے

منظور تم کو پیارے اگر امتحان ہے — پھر دیر کیا ہے لیجیے حاضر یہ جان ہے
قاتل دعائے خیر میں اس نیم جان کے — اٹھنے سے ہاتھ رہ گئے ہلتی زبان ہے
جوشش کی چشم تر پہ یہ رخسار قطرہ نہ ہو — آتی ہے فوج اشک یہ اس کا نشان ہے

جس طرح دل کا داغ جلتا ہے — اس طرح کب چراغ جلتا ہے
یار گو ہے بہار پر تجھ بن — اپنی بھاویں تو باغ جلتا ہے

آتشِ گل سے کر حذر بلبل — ورنہ بالِ فراغ جلتا ہے

شمع ساں ہوں گدازِ آتشِ عشق — دل جلا اور دماغ جلتا ہے

۲۷۲

لوحِ دل پر جو کوئی نقش نہ رکھتا ہو — کام وہ ہستی موہوم سے کیا رکھتا ہے

خونِ دل کا تو مرے ہی نمکیں لے خوں جو آ — ایک یہ لختِ جگر زور مزہ رکھتا ہے

شکوۂ تفرقۂ دہر عبث ہے جوشش — شوق تیرا ہی تجھے اس سے جدا رکھتا ہے

۲۷۳

وہ ہے اور مشقِ ظلم رانی ہے — میں ہوں اور ذوقِ جاں فشانی ہے

خاکساروں میں کیوں نہ ہوں مشہور — تیرے کوچے کی خاک چھانی ہے

چشمِ تر کیوں نہ رہے مثلِ حباب — ایک ہی دم کی زندگانی ہے

چُنے آنکھوں نے خوانِ لختِ جگر — آہ یہ کس کی میہمانی ہے

سانس لیتے کراہتا ہوں میں — آہ کیا ضعف و ناتوانی ہے

سن مری سرگزشت وہ بولا — کس دوانے کی یہ کہانی ہے

میرے سوز و گداز کے آگے — شمع خجلت سے پانی پانی ہے

...ت ہی جھیکنا ہے اے جوشش — جب تلک اپنی زندگانی ہے

۲۷۴

کیوں نصیبوں کو اپنے روتا ہے — جو خدا چاہتا ہے ہوتا ہے

۲۷۵

. . . ہے سو جاں بہ لب ہے — مرنے کا تعجب نہیں جینا ہی عجب ہے

یوں تو تری ہر بات میں ہی جان کا سودا — لیکن یہ جھڑک بولنا اے جان غضب ہے

کچھ کان بھرے غیر نے یا تھی مری تقصیر — تو بے سبب آزردہ نہیں کچھ تو سبب ہے

تو اپنے سر انجام سے غافل نہ ہو جوشش — کیا جانے سفرِ ہستیِ موہوم کا کب ہے

۲۷۶ / ب

چشمکی وہ اُس کی صاحبِ تاثیر سنگ ہے — لکھتے ہی دل کے پار ہوا تیر سنگ ہے

کیا احتیاج سنگ تجھے تیز کر واسطے — سرمہ ہی اپنے نگاہ کی شمشیر سنگ ہے

پتھراؤ سے نہ ہاتھ اٹھانا تو زینہار — لے، بت تری دوانے کی تعزیر سنگ ہے

دل میں ترے بھری ہے مہوس سے ہوس — اس شیشے کے تو واسطے اکسیر سنگ ہے

جو حرف اس پہ بیٹھا ہوا نقش کالحجر — دل کر کے جس کو کرتے ہیں تعبیر سنگ ہے

کچھ بول بھی لے کوہ تحمل صدا سے کوہ — سنتا نہیں کہ صاحبِ تقریر سنگ ہے

یاں تک پری رخوں نے کیا شیشۂ دل کا چور — چھاتی پر اب نہالی کی تصویر سنگ ہے

عاجز کیا ہے سختیِ دل نے بہت مجھے — حکّاک کے پسر تو اسے تیر سنگ ہے

تلوار تیز کر کے نہ دی تو نے اُس کے ہاتھ — عاشق کے قتل میں تری تقصیر سنگ ہے

جوشش ہماری دل میں ہے یوں ان بتوں کی قدر — جوں بت کدے میں صاحبِ توقیر سنگ ہے

۲۷۷

یہ دل جو بغل میں خیال آفریں ہے — گر خرمنِ حرص کا خوشہ چیں ہے

ہوا جوں کماں خشک زاہد و لیکن — ہنوز اُس کے تیرِ طمع دل نشیں ہے

اجل تو اُٹھا کر کے لے چل یہاں سے — مجھے مطلق اُٹھنے کی طاقت نہیں ہے

ق

اِدھر دھجیاں ہو رہا ہے گریباں — اُدھر خونِ دل سے بھری آستیں ہے

یہ کیا حال ہے تیرا دیوانے سچ کہہ — ہماری طرح تو بھی عاشق کہیں ہے

نظر کام کرتی نہیں جس کمر پر — اُسے دیکھ جوشش جو باریک بیں ہے

۴۷۸/۴ اُس کان ملاحت کی اگر یاد نہیں ہے
یہ خون دل اور لختِ جگر کیوں نمکیں ہے

کیا جانیے کیا لطف ہے سینے میں ہمارے
جس تیر کو کھینچوں ہوں نکلتا ہی نہیں ہے

سنتا ہے جہاں شور یہ کہتا ہے وہ ظالم
اس گرد میں شاید وو دانا بھی کہیں ہے

۴۷۹/۴ دم مارے ترے آگے کیا ماہ کی قدرت ہے
مکھڑا ترا ٹے پیارے اللہ کی قدرت ہے

ناطق فتی دل سے گھبرانے مجھے ایسا ہے
نے تاب ہے نالے کی نے آہ کی قدرت ہے

۴۸۰/۴ آنکھوں میں اپنی دشت و بیاباں بہشت ہے
جب تک بغل میں یہ دلِ وحشت سرشت ہے

گھر میں ہی کیوں نہ سجدے کیا کیجیے زاہد
کعبے میں اور کیا ہے یہی سنگ و خشت ہے

۴۸۱/۴ پھیٹا تو ایک بیچا ہے اور جامہ چیت ہے
اس کا یہی نچے کی بھی کیا سج درست ہے

زور آوری سے کیسا ہی مضمون باندھیے
الفاظ جس کے سست ہیں وہ شعر سست ہے

۴۸۲/۹ جب جدائی میں شام ہوتی ہے
نیند سب کی حرام ہوتی ہے

ترک تازی پہ تو جو باندھے کمر
ابھی ترکی تمام ہوتی ہے

دیکھ بولی زلیخا یوسف کو
یہی شکل غلام ہوتی ہے

بھول جاتا ہوں میں خدائی کو
اُس سے جب رام رام ہوتی ہے

اک اشارے سے ابرو خوں ریز
باعثِ قتلِ عام ہوتی ہے

جب وہ آتا ہے منزلِ دل میں
اور ہی دھوم دھام ہوتی ہے

زلف و رخ کے خیال ہی میں سدا
صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے

رد کشِ ابروے یار کی جب ہو
تیغ گو بے نیام ہوتی ہے

فوج درد و الم کی اے جوشش — مجھ پہ یورش مدام ہوتی ہے

جو کچھ شمع کی جسم و جاں کی طرح ہے ۱۲۴۳ھ وہی اس دل ناتواں کی طرح ہے

نہ گل میں ترا رنگ و بو دیکھتا ہوں — نہ غنچے میں تیرے دہاں کی طرح ہے

ترے ہجر میں اشک اقلیم دل سے — رواں ہر گھڑی کارواں کی طرح ہے

رقیبوں کے خواہاں حبیبوں کے دشمن — یہی اب کے نواب و خاں کی طرح ہے

بھلا کس سے تشبیہ دوں ان کو جوشش — سبھوں سے نرالی بتاں کی طرح ہے

کچھ کام نہیں ہمیں وفا سے ۱۲۴۴ھ تو ہاتھ نہ کھینچیو جفا سے

کل سب کے گلے گلے ملے تم — تھے ہم بھی تو صورت آشنا سے

ظالم تجھے حق رکھے سلامت — ہم مر گئے تو تری بلا سے

دیکھا بس آب تیغ تجھ کو — پیاسے مرتے ہیں تیری پیاسے

جوں آئینہ اس جہاں میں جوشش — معمور ہے دل مرا صفا سے

یار محظوظ ہے رقیبوں سے ۱۲۴۵ھ بولتا کب ہے ہم غریبوں سے

بار پائیں ہم اس کی محفل میں — یہ توقع کہاں نصیبوں سے

دردِ دل کی مرے دوا نہ کریں — ہے یہی آرزو طبیبوں سے

باغباں ان کو باغ سے مت ہانک — چہل رہتی ہے عندلیبوں سے

دوستی اس سے کی بڑی جوشش — دشمنی ہو گئی حبیبوں سے

مجھ کو آنکھوں نے کیا سرو چراغاں اشک سے ۱۲۴۶ھ شعلہ زن ہوں جیب سے تا بہ داماں اشک سے

آئینہ ساں اُس رخِ حیرت فزا کے روبرو — زت بھری رہتی ہی میری چشمِ حیراں اشک سے
منہ لگاکر منہ سے اُس کے رات روئی اس قدر — جمع ہو گئیں یار کی زلفِ پریشاں اشک سے
ہاتھ کیوں ڈالے ہی گردن پر مری اب اے جنوں — جل گیا مدت ہوئی میرا گریباں اشک سے
یاد میں اُس گل بدن کی آہ روئے یاں تلک — ہو گئے سرسبز میرے خارِ مژگاں اشک سے
تیر تیرے دل پہ جو بیٹھے تھے اے ابرو کماں — اب تلک نکلیں ہیں ان تیروں کے پیکاں اشک سے
کم نہیں ہونے کی جو شش سوزشِ دل مثلِ شمع — تر کرے گو چشمِ گریاں تا بہ داماں اشک سے

—

۴۸۵/۸

ہر چند کہ دیکھے ہے وہ بیمار کی آنکھوں سے — ہر نکلے ہے بے رحمی اُس یار کی آنکھوں سے
شدت سے لگا ہنستے احوال پہ گریہ کے — آنسو بھی کبھی ٹپکے مکار کی آنکھوں سے
. . . کیا شرح و بیاں کیجیے — بیماری نمایاں ہے بیمار کی آنکھوں سے
ہے تیغ نگہ کھینچے شمشیر بکف مژگاں — اب جیتے نہیں بچتے خوں خوار کی آنکھوں سے
. . . کی آنکھوں سے آنکھیں تری بہتر ہیں — کیا اچھی ہیں ای پیارے دو چار کی آنکھوں سے
. . . سے کر ہم چشمی اے آئینے — غافل نہ ملا آنکھیں بیدار کی آنکھوں سے
ہر طرح اُسے دیکھا وہ دیکھ ہی لیتا ہے — عیاری کرے کیا کوئی عیار کی آنکھوں سے
اتنی بھی رسائی ہو جو شش تو غنیمت ہے — خاکِ کفِ پا ملیے دلدار کی آنکھوں سے

—

۴۸۸/۶

کام کیا مجھ کو ربطِ عالم سے — آشنا ہوں میں اک تری دم سے
جان تک تجھ کو دے چکے ہم تو — اور تو چاہتا ہی کیا ہم سے
آستیں کا مری خدا حافظ — آگ نکلے ہے دیدۂ نم سے

گر نہ ہوئے امیدِ شادیِ وصل — جی نکل جائے ہجر کے غم سے

وہی آرام سے ہے اے جوشش — اُٹھ گیا جو کوئی کہ عالم سے

منہ بنائے ہوئے پھرتا ہے وہ کل سے ہم سے — کوئی آج اُس کو ملا دے کسی کل سے ہم سے

نالہ و آہ فغاں کیوں نہ ہوں ہم دم اپنے — دوستی عشق کو ہے روزِ ازل سے ہم سے

نالہ خاموش پھر آزردہ نہ ہو جائے کہیں — آج بولا ہے وہ کس ردّ و بدل سے ہم سے

خوف رکھتے ہیں تری کم نگہی کا ورنہ — یار ڈرتے ہیں کوئی تیغِ اجل سے ہم سے

جوشش اُس عربدہ جو ترک ستمگار نے آج — آشتی کی ہے بڑی جنگ و جدل سے ہم سے

کیا شمع کو ہو نسبت اُس شوخ سیم بر سے — داغِ غلام جس کے ہیں سینکڑوں قمر سے

کیوں کر نہ کہیے نازک وہ ہے تری کمر کو — وہ تاب آگ سے کھائے یہ گرمیِ نظر سے

جلوے نے تیرے بخشی یہ باغ کو تجلی — ہویدا ہر شجر کو ہے طور کے شجر سے

جل کر تمام سینہ اک آبلہ ہوا ہے — نکلے ہے یا الٰہی کیا آگ چشمِ تر سے

نوکِ مژہ پہ قطرے آنسو کے جم رہے ہیں — حیرت زدوں کو تیرے کیا کام ہے گہر سے

نوبت یہاں تلک تو پہنچی ہے اب ہنر کی — ہر بے ہنر کو دعویٰ ہے صاحبِ ہنر سے

ہے عشق کا سرمایہ تسلیم دل کا ہی — گو بادشاہ بھی ہو بدتر ہے یاں نفر سے

جب تک کہ دھڑ پہ سر تھا لاکھوں ہی دردِ سر تھا — سر دے کے تجھ کو قاتل چھوٹا ہیں دردِ سر سے

ٹک کھول چشمِ غفلت جوشش ہو جائے عبرت — میاں سرسری گزرنا دنیا کی رہ گزر سے

لاکھوں ہی ہیں کیے قتل گستہ گار تجھی سے — رہتی ہے ہر گھڑی ایک تری تلوار مجھی سے

ہر ایک گنہ گار کی یاں ایک سزا ہے — گردن زدنی ہیں تو گنہگار مجھی سے
کہتے ہیں تری تیغ کو ہے قاتل عالم — اے کاش ہو اس کو سروکار مجھی سے
منصف تو بد دل پہ یہی ڈر ہے کہ مجھ کو — بخشیں نہ کہیں میرے طرفدار مجھی سے
منظور اسے جور و جفا ہے یہ ہے جوشش — رہتا ہے خفا اک وہ ستمگار مجھی سے

۴۹۲/۹

یار نکلا نہ تا سحر گھر سے — بند رہ گئے ہاتھ حلقۂ در سے
گر یہی رستخیز نالہ ہے — مجھ کو ڈر کیا ہے شور محشر سے
آستیں جل بجھے گی شمع صفت — ہاتھ اٹھا میرے دیدۂ تر سے
اہل جوہر نہیں فراغ نصیب — تیغ زنجیر میں ہے جوہر سے
ہوتی ہے اب روانہ کشتی مے — ابر دل کھول کر کہو برسے
اپنے سینے میں داغ آتش زا — ہیں پڑے سیکڑوں سمندر سے
فیض پروردہ سے نہیں کہ نہیں — لب صدف کا ہے تر آب گوہر سے
دل حیراں مرا حضور اس کے — چھین لے آئینہ سکندر سے
عمل بد عمل میں ہیں جوشش — دل مرا کانپتا ہے اس ڈر سے

۴۹۳/۷

روشن ہوا یہ خانۂ دل اس کے نور سے — موسے ہمیں غرض نہیں کچھ کوہ طور سے
آئین عاشقی میں ترقی کی آرزو — رہتی ہے میرے عجز کو اس کے غرور سے
اے غافلو یہ زندگی ناپائیدار ہے — باور نہ ہو تو پوچھ لو اہل قبور سے
نقش حصیر اپنے بدن پر ہے پیرہن — سنجاب سے ہے کام نہ مطلب سمور سے

جز اشک دھوئے کون مرے منہ سے گرد غم — غربت زدہ ہوں آ رہا ہوں میں راہ دور سے
آپ ہی بس جل بجھوں گا سحر تک رنگ شمع — مجھ کو اٹھا نہ دیجیو اپنے حضور سے
پھنس جائے گا تو دام تعلق میں یک بیک — جوشش نہ تھی امید یہ تیرے شعور سے

۲۹۴ ہے

جدا ہوں جیب سے ہیں اشک شعلہ رو سے — پھپھولے نکلے ہیں ہر ایک مو سے
میاں تم میرے گھر آؤ نہ آؤ — اٹھایا میں نے دل اس آرزو سے

۲۹۵ ہے

بکھرے بالوں میں ہے نکھرا ترا حسن خوبی سے — ابر میں مہ کو نہ دیکھا کبھی اس خوبی سے
کبھی غمزہ تھا کبھی عشوہ کبھی ناز و ادا — لے لیا دل کو مری جان نے کس خوبی سے
غافلوں کو نہیں کچھ خاک در عشق کی قدر — مطلع جوں نہیں اکسیر کی مس خوبی سے
خم رخی خوب نہیں مانو کہا آؤ مسلہ — آ گئے تم ہنستے ہنستے جس خوبی سے تس خوبی سے
دشمن حسن و حواس آہ تجھے دیکھتے ہی — نہ حواس اپنے رہے اور نہ حسن خوبی سے
مبتلا درد سر عشق میں ہے یک عالم — صندل اس طرح لگاتا ہے دو گھس خوبی سے
گردش چرخ سے ناداں نہ ہو گردانا ہے — جوشش اس انتہا میں بیٹھ کے پس خوبی سے

۲۹۶ ہے

اگر دو چار بھی ہو جائے ہے کہیں مجھ سے — تو یہ غضب ہے کہ وہ بولتا نہیں مجھ سے
سیاہ بخت بھی ہوتے ہیں میاں کہیں مجھ سے — کہ سرخ رو نہ ہوئی تیری تیغ کیں مجھ سے
گئے گلابی مرے ہاتھ تھی کہیں اس سے — شب گزشتہ عجب حرکتیں رہیں مجھ سے
میں ان رقیب چکوروں سے تو نہیں ملتا — ہی ہے چیں بہ جبیں کیوں وہ نازنیں مجھ سے
ہجوم نالہ و آہ و فغاں سے یک دم میں — بہ تنگ آ گئے سب میری ہمنشیں مجھ سے

اس اشک کو میں کھایا ہی کیا جلا دینا
کہوں ہزار غزل اس زمین میں جوشش
.... ستم سے
اللہ تا قیامت تجھ کو رکھے سلامت
...... تیرے میں سر سے ہاتھ اُٹھاؤں
چاند مکھڑے سے تری ہی بار کم ہر طرح سے
یا جا ہو جاؤں گا یا ہوں گا خاک رہ گزر
چاہیے کی اپنے تو جس طرح چاہے لے ہم
گر جفا گر جو رہے گا ہی تعدی گہ ستم
خواہ بت خانہ ہو مسکن خواہ بیت اللہ ہو
گوش دل سے اپنے اے بیدرد تو سن یا نہ سن
ہجر میں روئیں گے یا نالے کریں گے تو نہ رو
وہ کبھی عشوے کرے ہے اور کبھی ناز و ادا
دور اشک سے تپ دل پر غم نہ ہو سکے
جمعیت جہان کو برہم کرے فلک
گو ہاتھ آئی تخت سلیماں پہ تا بہ مرگ
جب تک کہ دو پیالے یہ آنکھیں پلا نہ دیں

گلہ رکھے ہی جو دامان و آستیں مجھ سے
—— ....
۲۹۷/۳ برباد رکھو پیارے پیارا نہ ہو گئے ہم سے
کیا کیا ستم نہ دیکھے ہم تیرے کرم سے
—— لیکن نہ ہم اٹھاؤں ظالم تری قدم سے
۲۹۸/۹ نظروں میں اٹکل چکے ہیں اس کو ہم ہر طرح سے
لے رہوں گا یار میں تیرے قدم ہر طرح سے
ہم تو ہیں تیار کھانے کو قسم ہر طرح سے
حال پر میرے وہ کرتا ہی کرم ہر طرح سے
تیرے ہی بندے کہائیں گے صنم ہر طرح سے
ہم کہیں گے قصۂ درد و الم ہر طرح سے
یار ہم کر لیں گے اپنا آپ غم ہر طرح سے
—— ہم پہ ہو رہتا ہے اے جوشش ستم ہر طرح سے
۲۹۹/۵ باراں سے سوز برق کبھی کم نہ ہو سکے۔
لیکن یہ بزم غم کبھی برہم نہ ہو سکے
وارستگاں سے منت خاتم نہ ہو سکے
مستوں سے تیرے سیر دو عالم ہو سکے

اس بحر موج خیز میں جوشش حباب وار — سیراب میرے دیدۂ پرنم نہ ہو سکے

۵۰۰ جینا ہوائے دہر میں تجھ بن نہ ہو سکے — صحبت برار زیست کسی دن نہ ہو سکے

شبنم کی طرح سامنے اس آفتاب کے — ہونے کو تو ہوئے تھے ولیکن نہ ہو سکے

عقرب کی کیا مجال جو ہو جائے دو بدو — زلف سیہ کے سامنے ناگن نہ ہو سکے

ہے سحر سامری تری آنکھوں کا اختراع — تیرا حریف تو کوئی کاہن نہ ہو سکے

جوشش کرے دو قتل تو دشمن بلکہ بغیر — کوئی مرا ممد و معاون نہ ہو سکے

۵۰۱ تیری عداوت سے جدا یار نہیں ہونے کے — ہم کہیں اور گرفتار نہیں ہونے کے

گو کہ اس خانۂ ہستی سے کریں نقل مکاں — یہ تری چشم کے بیمار نہیں ہونے کے

آئینہ رو ہی وہ اور ہم ہیں غبار رہ عشق — اس کی خاطر پہ کبھی بار نہیں ہونے کے

گور میں تو نے سلایا ہے جو سبھوں کو اے بخت — شور محشر سے بھی بیدار نہیں ہونے کے

بیچتا ہوئے جو دل تجھ کو تو بیچ اے جوشش — پھر بتاں اس کے خریدار نہیں ہونے کے

۵۰۲ دامان کو دکھا دے کیا دن بہار کے — قربان ہوں میں اس قطرۂ اشک بار کے

لالے کی پنکھڑی نہ ہو دامان میں مرے — ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں دل داغدار کے

ساقی کہیں شتاب بھی اس بہار میں — جوشش کی جان نکلے ہے مارے خمار کے

۵۰۳ متروک جگر نالے ہیں مردود اثر کے — جز تیر ہوائی نہ ادھر کے نہ ادھر کے

کیوں کر نہ گرے قاصد اشک اپنی نظر سے — کس کام کے ہیں یہ نہ خبر کے نہ نظر کے

ہوتی ہے ترقی مری بے تابی دل کو — اے کاش . . . آنکھ نہ بھر کے

غیروں سے تجھے دیکھ کے سرگرم محبت   ہم رہ گئے ناچار دمِ سرد ہی بھر کے
رسوائے خلائق تجھے کر چھوڑیں گے آخر   ڈر طفل ستمگروں سے کہ یہ بھبکی ہیں گھر کے
اس کے لب و دندان کے مشتاق ہیں جوشش — نے لعل کے طالب ہیں نہ مشتاق گہر کے

کثرت ہے تباہ دل شدوں کی   ۵۰۴   لینا خبر اپنے بیخودوں کی
اے سرو سہی کے ایک گلشن   چلیو مت چال خوش قدوں کی
کیوں کر وہ کرے سلوک ہم سے   خاطر ہے نہ ہمسروں کی
تعمیر کنشت دل ہوا جب   زاہد نہ بنا تھی مسجدوں کی
کہنا مت مان واعظوں کا   بیہودہ ہے بات بیہدوں کی
داڑھی نہ رہے گی شیخ صاحب — صحبت میں نہ بیٹھو امردوں کی

نت نئے عذر ہیں نہ آنے کے   ۵۰۵   ہم ہیں دیوانے اس بہانے کے
شوق سے تو مجھے نشانہ کر   ہوں میں قائل ترے نشانے کے
مجھ سے جوشش تو کچھ سبب مت پوچھ   ق   واں سے آنے کے یاں سے جانے کے
چپ ہی رہ جا یہ کھیل ہیں یارب — اس کی قدرت کے کارخانے کے

متفق سب ہیں کہ ہے دنیا جگہ آرام کی   ۵۰۶   اس میں گر تو ہی نہیں ملتا تو پھر کس کام کی
سالہا گذری کہ ہم بیٹھے ہیں تیری منتظر   اے کبوتر خوش لگی تجھ کو ہوا کس بام کی
مار ڈالا درد دل نے انتہائے عشق میں   تھی یہی تدبیر اس آغاز کے انجام کی
تو جو ہم کو یاد فرماتا نہیں لے بے وفا   چال کیا دنیا سے اٹھ گئی نامہ و پیغام کی

جانتے بھی ہم نہیں اس میکدے میں پا نصیب
شکل کیا مینا کی ہے اور کیا ہے صورت جام کی

کفر پر مت طعن کر اے شیخ میری رو بتو
مجھ کو ہے معلوم کیفیت ترے اسلام کی

کیوں نہ چھیڑوں اس کو اے جوشش کہ بھاتی ہے مجھے
خوبی اس کی جھڑکیوں کی تشنگی دشنام کی

—

گرم غیروں سے آشنائی کی
یار نے حد ہی بے وفائی کی

روز محشر تو روز محشر ہے
بری ہوتی ہے شب جدائی کی

نہ مٹا جو لکھا تھا قسمت میں
ہم نے ہر چند جبہہ سائی کی

بے وفا وہ نکل گیا جوشش
بھولے جو اس سے آشنائی کی

—

چھوڑ دی چال ظلم رانی کی
اُن نے کیا خاک مہربانی کی

کیوں ڈرائے ہے اے اجل ہم کو
ہے ہوس کس کو زندگانی کی

ایسے جینے سے موت بہتر ہے
اس کی خاطر پہ جب گرانی کی

اے خضر تجھ ہی کو مبارک ہو
آرزو عمر جاودانی کی

صاف دل تو وہ بدگمان نہ ہوا
ہم نے ہر چند جاں فشانی کی

ہم رہے پائے اعتراض ہی میں
غیر پر اُن نے مہربانی کی

چشم نے رات تا سحر جوشش
اس کے پاؤں پہ در فشانی کی

—

طبیعت آج بہکی ہے ہمارے دیدۂ تر کی
دبیر چرخ سے کہہ دو خبر لے اپنے دفتر کی

صفائی خط کی ان کے کون پا سکتا ہے کیا قدرت
ادھر جاتی ہے قلعی یاں تو آئینے کے جوہر کی

کہاں سے ہو سکے رشتہ تجلی خیز دستہ کا
پڑی اس راہ میں روح الامیں کو اپنے شہپر کی

لگے گھبرانے اپنی بیقراری اُس کو سب بھولے
اگر دیکھے کبھی سیماب صورت تیری مضطر کی

کیا باد صبا نے نافۂ تاتار ہر گل کو
گرہ جب کھل گئی گلشن میں اُس زلف معنبر کی

لب شیریں تری شیریں سخن سے ایسے شیریں ہیں
کہ جن کے سامنے قدر اُٹھ گئی قند مکرر کی

لب ہر زخم پر ہی جوشش تجاہل اے جوشش —
نہ کام آئی ہمارے آب داری اُس کے خنجر کی

۸

نہیں دل کو ہمارے تاب اُس سنگ ملامت کی
ہمیں رسوا کیا اے عشق تو نے کیا قیامت کی

خدا نے دن یہ دکھلائے کہ ہم بزم میں ورنہ
نہ تھی تجھ سے توقع بے وفا صاحب سلامت کی

دل و جاں نے جبھی نیت نماز عشق کی باندھی
وضو کر اشک سے اس دیدۂ تر نے امامت کی

زباں پر بات آئی تھی کہ ہم آکر گلے لگ جاتے
ہمارے جی کی سمجھی اس گھڑی تم نے کرامت کی

صحیفہ دل ہی کا مجموعہ راز الٰہی ہے
دگر نہ بہت دیکھی ہیں کتابیں اس ضخامت کی

پڑا پھرتا ہوں سرگرداں خیال زلف میں کب سے
کبھی جاتی نہیں تجھ اپنے ایاموں کی شامت کی

کہیں ابر کرم بھی یہ نہ جانے جی دھڑکتا ہے
ہوئی بے طرح شدت مرے اشک ندامت کی

اسے کیونکر کہوں میں فتنۂ ایام اے جوشش —
قیامت ہو چکی رو کش نہ جس کے قد و قامت کی

۱۱ ۸

سمجھے یہ ہم جب اس کے گرفتار ہو چکے
ہونے تھے خلق جتنے جفاکار ہو چکے

سر پر نمود ہو گل داغ جنوں شتاب
یہ گل تو زیب گوشۂ دستار ہو چکے

حاضر ہیں بندگی میں ہمیں مار ڈالیے
دیکھا تمہارے منہ کو گنہگار ہو چکے

مشہور عاشقی میں ہوئے اس گناہ کی
جو کچھ سزا ہو اس کی سزاوار ہو چکے

گر ہے یہی دوا یہی تشخیص اے طبیب
ہم تجھ سے اس کی چشم کے بیمار ہو چکے

ہے کشتیِ وجود فنا دم میں جوں حباب
اس بحر کے کنارے سے ہم پار ہو چکے

اے شیخ عزم طوفِ حرم تھا پہ کیا کریں
اب وہم ان بتوں کے پرستار ہو چکے

پرسشش سنائی کا یہ غم ہجر تابکے ——
ہم اپنی زندگانی سے بیزار ہو چکے

۵۱۲ / ۲

چشم کس طرح نہ حیرت سے ہو پامال اس کی
مردمِ دیدۂ آئینہ ہے تمثال اس کی

مست کر پاک ہی وہ شیشے کی جوں ریزتی
مردماں دیکھو تو پھر آنکھیں ہیں کیوں لال اس کی

نے کسی نے ترے بیمار کو مارا اے چشم
جز قضا کون کرے پرسشِ احوال اس کی

ہالۂ ماہ نہ آنکھوں پہ چڑھے ہو نہ بہل
بس کہ دل چسپ ہے خوبیِ خط و خال اس کی

غنچۂ دل کی جگہ سمجھیے تیر آتا ہے
ٹوٹ کر سینے میں رہ جائے اگر بھال اس کی

دیکھیو دیکھیو مت اس کی طرف اے پرسشش ——
آفتِ جان ہے رخ زلف ہے جنجال اس کی

۵۱۳ / ۲

وہ جوانی کے جو تھے ایام آخر ہو چکے
پیری آئی اب کہاں آرام آخر ہو چکے

ضبط اشک و آہ سے کیا فائدہ اے ہمدم اب ——
رو دیے دل کھول کر بدنام آخر ہو چکے

۵۱۴ / ۱۰

پہنچی ہے خبر کیا اسے ابروئے صنم کی
خم بار خجالت سے ہے محرابِ حرم کی

آنکھوں کو کیا فرشِ رہ اے یار ولیکن
اڑ کر نہ پڑی خاک کبھی تیرے قدم کی

کس طرح کہوں حالِ دلِ زار کسی سے
نالوں سے نہیں ملتی ہے فرصت مجھے دم کی

مطلق نہیں آگاہ وہ آئینِ وفا سے
کرتا ہے شکایت جو ترے ظلم و ستم کی

طالب جو ہوا اس کے دہن اور کمر کا
اس ہستیِ موہوم سے لی راہ عدم کی

اے شیخ جو تو کعبۂ دل دار کو دیکھے
دل میں نہ رہے تیری ہوس باغِ ارم کی

وہ جلیے تو معلوم جو کچھ رشتے تھے باہم — بے رحم نے ان روز دل ملاقات بھی کم کی
پھر کہا قسم اسے وعدہ فراموش تو ہم ہے — بھاتی ہے ادا مجھ کو تری جھوٹی قسم کی
سمجھا تھا تجھے کر چھوڑیں گے مے خوار ہی اے شیخ — ساقی نے صراحی کی جو گردن کبھی خم کی
جوشش کی طرف دیکھئے ہے دزدیدہ نگہ سے — ہے سب سے جدی وضع ترے لطف و کرم کی

٥١٥/٦

سادہ رو یاں جو خط نکالیں گے — ایک عالم کو مار ڈالیں گے
تیر اس کا جو ادھر آئے گا — اپنی چھاتی سے ہم نکالیں گے
قتل کرنا نہیں جو تو ہم کو — ہم بھی کیا تجھ سے خوں بہالیں گے
امتحانِ سناں سے کیوں ڈریے — جان لیویں گے اور کیا لیں گے
جیتے ہم رہ چکے اگر اے دل — تجھ سا دشمن بغل میں پالیں گے
اِس زمیں میں جو کوئی کہے گا غزل — ہم غزل سے غزل لڑا لیں گے

٥١٦/٧

لوح ہستی کو نہ لے تیغ و خنجر چیریں گے — ذکر اللہ ہی سے چیریں گے اگر چیریں گے
عشق کی راہ میں سر کاٹ کے دھر دیویں گے — .... جو سر چیریں گے
داغ دل پر میرے کوئی ہاتھ نہیں رکھ سکتا — .... سپر چیریں گے
غیر کے کہنے میں مت چل زکریا کی طرح — ورنہ یاں تجھ کو بھی آرے تلے دھر چیریں گے
دل کے پھوڑے نے ستایا ہی یہ سنتی ہیں خبر — اُس کو جراح مسترہ تا بہ سحر چیریں گے

ق

ہم نے جوشش یہ سنا ہے کہ ہنر مند کئی — کہتے ہیں سب سے ہو کیسا ہی جگر چیریں گے
بیٹھے چیرا کریں خارا و بلور و الماس — دل وہ پتھر نہیں جو اہل ہنر چیریں گے

۵۱۷ گو اپنے ہاتھ مفت ہی دونوں جہاں لگے — لیکن بغیر کوئے صنم جی کہاں لگے
دیر و حرم تو کیا ہے سنا شیخ و برہمن — جنت بھی ہے جہنم اگر جی نہ واں لگے

۵۱۸ روز عاشق ترا آنے کو اے جانی آئے — سُبکی ہے جو ترے دل پہ گرانی آئے
کس سے تصویر تری کھنچ سکے اے آئینہ رو — منہ سے لگے دیکھنے گر سامنے مانی آئے
ہم کو تو یاد نہیں ہم پہ جو گزری تجھ بن — تیرے آگے کہیں کس کو یہ کہانی آئے
آنکھیں روشن ہوں مری حضرت یعقوب کی طرح — جس گھڑی سامنے وہ یوسف ثانی آئے
چین کیا خاک ملے دل کو مری پیری میں — ہر گھڑی یاد جب ایام جوانی آئے
گرم ہو بزم سخن اس سے جہاں میں جوشش — شمع کی طرح جسے چرب زبانی آئے

۵۱۹ یہ تو ممکن نہیں آغوش میں وہ یار آئے — نام لیتے ہوئے عاشق کا جسے عار آئے
خوش ہے یوں سینے میں دل دام تعلق سے نکل — چھوٹ کر باغ میں جوں مرغ گرفتار آئے
جنس بازار محبت ہے مرا دل لے درد — بیچیے گر کوئی انجھ سا ہی خریدار آئے
دل رنجور نے دی مہر خموشی لب پر — آہ کیا پھر عیادت کو کوئی غمخوار آئے
کھینچ لائے نہ اگر عفو کی امید اس کو — کس طرح سامنے تیرے یہ گنہگار آئے
سرکشوں سے نہ رکھا چاہیے توقع جوشش — کب قدم بوس کو خار سر دیوار آئے

۵۲۰ رونے پہ جس گھڑی یہ چشم پُرآب آئے — رستے ہیں یہ چکے گر مینہ پر سحاب آئے
صحبت بر آر کب ہو آئینہ خاطروں سے — جب عکس ہی سے اپنے اس کو حجاب آئے
قانون دل کی آواز کانوں میں جب بھری ہو — خاطر میں کب صدائے چنگ و رباب آئے

ہے چشم مست تیری غارت گر دل و دیں ۔۔۔ کیا تیرے پاس کوئی خانہ خراب آئے
رہیو انیس دل تم اے صبر و تاب و طاقت ۔۔۔ نامے کا میرے جب تک واں سے جواب آئے
جوشش بھری ہوئی ہیں ٹکڑے جگر کے دل کے ۔۔۔ اس چشم خوں فشاں میں کس طرح خواب آئے

۵۲۱/۴
رونے پر جب یہ چشم تر آئے ۔۔۔ کوہ کے پانی تا کمر آئے
رو بہ رو اس کے تو نہ رو جوشش ۔۔۔ کہیں اس کا بھی دل نہ بھر آئے

۵۲۲/۹
بھاتی نہیں زیادہ تری گفتگو مجھے ۔۔۔ میں خوب جانتا ہوں تجھے اور تو مجھے
پڑتی ہے جب نگاہ مری ماہتاب پر ۔۔۔ آتا ہے یاد آہ وہی سادہ رو مجھے
کس طرح میں نہ روؤں کہ بہر نماز عشق ۔۔۔ کرنا ہو آب چشم سے اپنے وضو مجھے
رسوا نہ ہوں میں چشم عزیزاں میں اس قدر ۔۔۔ وحشت لیے پھرے نہ اگر کو بکو مجھے
ایسے کہاں نصیب کہ دیدار یار ہو ۔۔۔ گردش ہی میں رکھے گی سدا جستجو مجھے
زخم جگر تو میرا نہ پائے گا التیام ۔۔۔ احسان منت نہ کرائے رفو مجھے
کرتا ہوں زلف یار سے ہر آن گفتگو ۔۔۔ کہتی ہے خلق اس لیے افسانہ گو مجھے
تفصیل ایسی کیا ہوئی مجھ سے کہ جب نہ تب ۔۔۔ چشم غضب سے دیکھے ہے وہ تند خو مجھے
جوشش اسی کے در کی گدائی سے کام ہے ۔۔۔ شاہی دو جہاں کی نہیں آرزو مجھے

۵۲۳/۶
اے بخت تاج و تخت سے کیا کام ہے مجھے ۔۔۔ کافی ہے بس یہی کلہ و بوریا مجھے
دنیا کی جستجو ہے نہ عقبیٰ کی آرزو ۔۔۔ جب سے ملا ہے یہ دل درد آشنا مجھے
اس بحر بے کنار میں جوں کاسۂ حباب ۔۔۔ اندیشۂ بقا ہے نہ فکر فنا مجھے

ہوتا اگر نہ غنچہ و گل میں ترا ظہور
یا رب چمن کی سیر سے کیا کام تھا مجھے

جوں جوں ہنسے ہے یار میں روتا ہوں زار زار
کیا جانیے کہ ان دنوں کیا ہو گیا مجھے

جوشش ملے ہے لذت کونین عشق میں —
درکار کیا ہے منت شاہ و گدا مجھے

عیش کی ہے اسی سے آس مجھے ۱۲۲۵ھ
غم دیا جس نے بے قیاس مجھے

اس جفا جو سے اشک و آہ بغیر
کون کر دیوے روشناس مجھے

باغباں ست برد گل چیں نے
اس چمن سے کیا اداس مجھے

دم خنجر پہ دم نکلتا ہے
اب ہے مرنے سے کیا ہراس مجھے

ابھی طوفاں مچاؤں رو رو کر
گر نہ ہو یار تیرا پاس مجھے

اپنی عریانی ہی سے ہوں محفوظ
کچھ نہیں حاجت لباس مجھے

اس تغافل شعار کے ہاتھوں
ایک ہی ہے امید و یاس مجھے

صحبت غیر اس کو بھاتی ہے
کب بٹھاتا ہے اپنے پاس مجھے

دل کو مت چھوڑ تیری خدمت میں
درد اتنی ہی ہے التماس مجھے

شکوۂ دہر کیا کروں جوشش —
غم سے باقی نہیں حواس مجھے

آ گئی جوشش وضع خاموشی و تنہائی مجھے ۱۲۲۵ھ
کوئی دیوانہ کہے ہے کوئی سودائی مجھے

لگ گئی ہے آنکھ پر آنکھوں میں پھرتا ہی ہی
عین خواب وصل ہے یہ خواب تنہائی مجھے

اور ہی کچھ رنگ دشت خار کا ہوئی بہار
اک قدم چلنے دی گر یہ آبلہ پائی مجھے

کعبۂ دل چھوڑ کر مسجد میں سجدہ کیجیے
زاہدو آتی نہیں یہ ناصیہ سائی مجھے

تجھ سے ہو جائے شناسائی یہی ہے آرزو
یوں تو اک عالم سے ہو گئی ہے شناسائی مجھے

لے گئی یک مرتبہ دل کو شرابِ بے خودی —
چشمِ مخمور اس کی کشش یاد جب آئی مجھے

جو درد و غم سے کسی کے ہوئے گراہ نہ مجھے ٥٢٦/٥
رکھیں نہ دوست کبھی میرے اشک و آہ مجھے

ہزار بار ترے در پہ لائی بے تابی
پہ دیکھنے نہ دیا تجھ کو اک نگاہ مجھے

جہاں تمام نظر آئے ہے سیہ بخت
ترا خیال جو آئے ہے گاہ گاہ مجھے

کسی کے روئے درخشاں کا ہوں میں دیوانہ
پسند آئے نہ ٹک حسنِ مہر و ماہ مجھے

عجب نہیں جو نہ ہوئے وہ میرے در پے کیں —
کہ اس کی تیغ سمجھتی ہے خیرخواہ مجھے

جوں گردِ کارواں نہیں آرام یاں مجھے ٥٢٧/٩
کس رہ گزر میں چھوڑ گئے ہمرہاں مجھے

بے مہری سپہر بھی شرمندہ ہو گئی
تجھ سے تو یہ امید نہ تھی مہرباں مجھے

جوں گردِ باد بیٹھنے دے گا نہ چین سے
گردش ہی میں رکھے گا سدا آسماں مجھے

نام و نشاں سے ہاتھ اٹھاؤں نہ جب تلک
کیوں کر ترا نشاں ملے اے بے نشاں مجھے

اظہار اپنی خوبیوں کا اس قدر نہ کر
معلوم ہو گئیں تری سب خوبیاں مجھے

کہنے سے غیر کے تو مجھے بدگماں نہ جان
ہے وہ ہی بدگماں جو کہے بدگماں مجھے

اے یار سجدہ گاہِ دو عالم نظر پڑا
جوں آستان کعبہ ترا آستاں مجھے

بے تابیاں نہ کر دلِ بے تاب اس قدر
مارے ہی ڈالتی ہیں یہ بے تابیاں مجھے

جوشش سوائے شمعِ شبستاں نہ ہم حریف —
اس بزم میں ملا نہ کوئی ہم زباں مجھے

ناتوانی اٹھنے دیتی تھی نہ بستر سے مجھے ٥٢٨/٧
وحشتِ دل نے نکالا کھینچ کر گھر سے مجھے

نے بلد نے راہ بر ہے کوئی راہِ عشق میں
دست و پا گم کردہ ہوں چلنا پڑا سر سے مجھے

طالبِ دیدار کو کچھ جان کا صرفہ نہیں
تشنہ ہوں سیراب کر مژگاں کے خنجر سے مجھے

اے ہوس کس واسطے ہوں طالبِ ظلِ ہما
سر پہ کچکول گدائی کم ہے افسر سے مجھے

بس ترا ہم بزم ہوں جس دن سے اے نازک مزاج
سانس بھی لینی ہوئی دوبھر تری ڈر سے مجھے

اے صفا دشمن نمودِ جوہرِ آئینہ دیکھ
صاف دل ہوں کام کیا اظہارِ جوہر سے مجھے

نقشِ دل پر مصرعِ فدوی ہے جوشش جوں نگیں —
اب نکلنا خوش نہیں آتا کہیں گھر سے مجھے

۵۲۹ د / ۵
کھینچ شمشیر کہ دھڑکا نہ مجھے ہے نہ تجھے
قتل کر قتل کہ خطرہ نہ تجھے ہے نہ مجھے

ہاتھ آیا ہے قناعت کا خزانہ اے دل
اب کسی بات کی پروا نہ تجھے ہے نہ مجھے

میں تصور سے ہوں محظوظ تو غیروں سے خوش
یار ملنے کی تمنا نہ تجھے ہے نہ مجھے

رحم ہرگز نہ کیا چاہیے ۔ اب اندیشہ
ستم و جور و جفا کا نہ تجھے ہے نہ مجھے

ترک گلزارِ جہاں کیوں نہ کروں اے جوشش —
خواہشِ سیر و تماشا نہ تجھے ہے نہ مجھے

۵۳۰ / ۴
ایک بوسہ جو لب سے دوگے مجھے
اے مری جان مول لوگے مجھے

ابھی تم نام بھول جاتے ہو
ہجر میں یاد کب کروگے مجھے

غیر سے پیش رفت ہووے گی —
میں سنوں گا جو کچھ کہوگے مجھے

۵۳۱ / ۱۱
مت ستا چشمِ اشکبار مجھے
دیکھ لینے دے روئے یار مجھے

کس ادا سے وہ ہاتھ جھاڑے ہے
ناز سے پشتِ دست مار مجھے

دلِ پُر درد آہ و نالہ کی
دے ہے تکلیف بار بار مجھے

دشمنِ جاں ہوا میں تیرے لیے | تو نے سمجھا نہ دوستدار مجھے
زور رکھتی ہے آتشِ دوری | مثلِ سیماب بے قرار مجھے
کیجیے اس در پہ روزگار بسر | دے جو فرصت یہ روزگار مجھے
شمع ساں بزمِ وصل سے اُس کی | داغِ حسرت ہے یادگار مجھے
میں ہوں سرجوش مے محبت سے | خلق کہتی ہے بادہ خوار مجھے
پائمالیِ فوجِ غم نے آہ | کر دیا خاکِ رہ گزار مجھے
کیا کہوں بخششِ قضا و قدر ق | ٹوکتا کیا ہے بار بار مجھے
چشم دی ہے سو خوں فشاں جوشش | دل ملا ہے سو داغ دار مجھے

٥٣٢
کہاں اے صاحبِ جوہر اگرچہ نے ہنر ہوئے | بسانِ تیغ جس کے قبضے میں یک مشتِ زر ہوئے
سراپا معنیِ باریک ہے زلفِ دراز اُس کی | بجا ہے اہلِ معنی پہ طول مختصر ہوئے
صفا پیدا کرے اس بحر نے پایاں میں جو کوئی | اُسے گھر بیٹھے آب و دانہ حاصل جوں گہر ہوئے
ہوا پرتو سے تیرے آئینہ جس طرح نورانی | ضیائے شمس سے روشن یوں حریمِ قمر ہوئے
سنو اے ساکنانِ دہر گر نالے لگوں کرنے | بنائے گنبدِ گردوں ابھی زیر و زبر ہوئے
کروں ہوں حلق تر آبِ دمِ شمشیر سے اُس کے | نہیں ممکن کہ ہمت سے قضا کی اپنی قدر ہوئے
جو کوئی دشتِ جنوں میں خاک چھانے گرد باد آسا | وہی ہم خانہ بر دوشوں کا جوشش ہم سفر ہوئے

٥٣٣
٩
جب تلک یاں رہے اے کشور خرابے | غرض آباد ہی یہ خانۂ خمار رہے
گو رکھا میں نے انھیں اپنے دل و جاں سے عزیز | لیکن آخر یہ غم و درد مجھے مار رہے

خاک ہند اے آفتِ دین گبر و مسلماں کو دکھا — تا نہ آپس میں کسی نوع کی تکرار رہے
زاہد اس زہد ریائی سے تو بہتر ہے اگر — گرد بادِ سرِ جبہ و دستار رہے
صورتِ یار نمودار نہ ہووے ہرگز — آگے آنکھوں کے اگر پردۂ پندار رہے
راہ پائی نہ کبھی گلشنِ وحدت کی طرف — جو کوئی دامِ تعین میں گرفتار رہے
دل کہیں چشم کہیں ہوش کہیں گوش کہیں — ایسی طاعت سے تو بہتر ہے جو انکار رہے
بخت نے ہم کو دکھایا نہ کبھی روئے وصال — جب تلک جیتے رہے طالبِ دیدار رہے
جب تلک مے کدۂ دہر میں تھے اے جوشش — مست و مدہوش رہے عقل سے بیزار رہے

۵۳۴

خوشی سے گو وہ مری بزم میں گزر نہ کرے — ڈروں ہوں صحبتِ غم دیدگاں اثر نہ کرے
شراب میں تو بڑی منفعت ہے اے ساقی — جو زہر بھی ترے ہاتھوں سے پیں ضرر نہ کرے
بہ رنگِ شمع تپِ دل فرو نہ ہووے گی — کبھو یہ چشم مجھے آنسوؤں سے تر نہ کرے
اگر تو دل سے منظور ہے میری پامالی — تو مشتِ خاک پہ میری کبھی گزر نہ کرے
جو کوئی اور ہماری جگہ ہوئی جوشش — تو اس کی گالیاں سن سن کے درگزر کرے

۵۳۵

اس دل میں آ تجلیِ عرفان کیا کرے — اوجڑ میں جل کے شمعِ شبستاں کیا کرے
آئینہ دار آنکھ جھپکتی نہیں کبھی — کس طرح سوئے عاشقِ حیران کیا کرے
کرتا ہے ماہ مہر سے ہر دم مقابلت — کوئی کسی پہ دہر میں احسان کیا کرے
یاں جس کی چشمِ دل میں نہ ہو نورِ معرفت — وہ کور سیرِ عالمِ امکان کیا کرے
انجامِ کارِ عشق کو ساماں چاہیے — جوشش جو ہو کے بے سر و ساماں کیا کرے

آنکھوں سے اُٹھ گئے اس عزلت گزیں کے پردے ۵۳۶/۹ حائل کہاں ہیں اب اُس پردہ نشیں کے پردے

اے باغباں رشک نقش و نگار چیں ہیں گلشن میں عکس گل سے ہر شہ نشیں کے پردے

ان کی نظر سے اُٹھ گئے جن کو ہے کشف کونی کیا آسماں کے پردے اور کیا زمیں کے پردے

جو دور ہے اسے یہ نزدیک دیکھتے ہیں جوں دوربیں ہیں چشم باریک بیں کے پردے

آنکھوں سے یہ نکل کر دامن ہی دیکھتا ہے طفل سرشک بیٹھا کب آستیں کے پردے

غفلت ہی کا ہے پردہ جو دیکھتے نہیں ہیں منہ پر نہیں پڑے ہیں اُس مہ جبیں کے پردے

جس دم حبیب میرا بے پردہ ہوئے اُس دم اُٹھ جائیں بے تحاشا عرش بریں کے پردے

وحدت سرای جاناں اُن کو کہاں میسر دل پر پڑے ہیں جن کے یاں کفر و دیں کے پردے

مطرب نہ چھیڑ ان کو جوشش کا دل جلے گا — رکھتے ہیں سوز تیری ساز حزیں کے پردے

گر حال پر مرے وہ ستمگر نظر کرے ۵۳۷/۲ جور و جفا کسی پہ نہ بار دگر کرے

موثر تری ہی دل میں نہیں وہ نہ اے صنم یہ آہ گرم وہ ہے کہ پتھر میں گھر کرے

دیتا نہیں ہے فرصت تحریر درد دل اس طفل اشک کو کوئی کیا نامہ بر کرے

یہ دست خیز شعلۂ غم کیا عجیب ہے گر بیرون سینہ دل کو یہ نازک تر کرے

ہو خشک تشنگی سے یہ امکان ہی نہیں آب خدنگ تر لب زخم جگر کرے

جوشش کہاں نصیب کہ یہ شورش جنوں — رسوائے خاص و عام کرے در بدر کرے

کب مجھے نامہ و پیغام سے وہ شاد کرے ۵۳۸/۵ جس سے یہ ہو نہیں سکتا کہ کبھی یاد کرے

زلف سے مجھ کو نکالا تو کیا قید خط حق تری عمر دراز اے ستم ایجاد کرے

داد دینی نہ کسی کی مجھے منظور نہیں — تیرے آگے کوئی کیا نالہ و فریاد کرے
قیس کی طرح کروں دشت جنوں کو آباد — عشق گر تھوڑی سی وحشت مجھے امداد کرے
اس گرفتار کو ہے آرزو اتنی جوشش — کہ قفس سے مجھے صیاد نہ آزاد کرے

۵۳۹/۹

گر قصد اپنے گھر کا وہ غنچہ دہن کرے — ہر گل چمن میں چاک ابھی پیرہن کرے
تا حشر سیر باغ و بہار عدن کرے — جو خاک کوے دوست عبیر کفن کرے
مانند شمع مجھ کو یہ سوز و گداز عشق — نزدیک ہے کہ رونق ہر انجمن کرے
جانے ہیں شاعری میں خطا اس کی شاعراں — جو زلف کو مقابل مشک ختن کرے
رخصت نہ ایک حرف کے دینے کی دی دہاں — قصد سخن ہزار وہ غنچہ دہن کرے
گر شیخ دین میں ہے پرستش بتاں کی کفر — گزرے ہم ایسے دین سے خدا برہمن کرے
عقدے رہیں نہ غنچہ و بلبل کے درمیاں — وابستہ پیرہن کو جو وہ گل بدن کرے
اے یار قید ہو تری زنجیر زلف میں — دیوانہ ہوئے جو کوئی دیوانہ پن کرے
جوشش کرے جو اہل سخن کے سخن میں دخل — یک عمر چاہیئے کہ وہ مشق سخن کرے

۵۴۰/۵

کیا فائدہ جو شکوۂ ایام کیجیے — راضی رضا پہ رہیے اور آرام کیجیے
اپنی تو چارہ ہی نظر آتی نہیں مگر — اس جنگ جو سے صلح کا پیغام کیجیے
اے نامہ بر جو لائے ہمیں تو جواب خط — یہ نقد جاں ابھی تجھے انعام کیجیے
نے تم سے ہم ملے نہ کبھی ہم سخن ہوئے — بے فائدہ کسی کو نہ بدنام کیجیے
جوشش رہا نہ دہر میں کچھ لطف زندگی — چلیے کہ یاں سے اپنے سرانجام کیجیے

سیر اپنے عاشقوں کی جاں فشانی کیجیے — آئیے کوچے تلک ٹک مہربانی کیجیے

آب ہو نکلا ہی جاتا ہے مری آنکھوں کی ڈرا — گوہر دل کی کہاں تک پاسبانی کیجیے

خون دل لخت جگر سب کچھ بیاں موجود ہے — جس میں سے بہتروں کی اس کے مہمانی کیجیے

ہم کو پیری نے کیا یاں تک ضعیف و ناتواں — اتنی طاقت نہیں کہ مذکور جوانی کیجیے

زندگی سے ہی یہی منظور ہے جوشش مجھے — پاس اس کے بیٹھیے اور شعر خوانی کیجیے

الم کیا کیا نہ ہم پر گردش ایام سے گزرے — تعلق دل سے اٹھ جائے تو کیا آرام سے گزرے

وہ غارت گر نظر آتا نہیں جس کے لیے ہم نے — دل و دیں سے اٹھایا ہاتھ ننگ و نام سے گزرے

نہ منہ اس کا نظر آیا کبھی نے زلف ہاتھ آئی — ہم ایسی صبح سے باز آئے ایسی شام سے گزرے

تو روتے کے رہے قابل نہ لائق آہ کرنے کے — ہوئے ناکارہ ہم از ضعف اب کے کام سے گزرے

عناد و بغض جو کچھ کفر سے ہے شیخ صاحب کو — یہی اسلام ہے جوشش تو اس اسلام سے گزرے

عشق میں جان ہی سے درگزرے — ہم سے جو ہو سکا سو کر گزرے

یارب لطف کیا ہے جینے کا — ایسی ہم زندگی سے درگزرے

مغتنم جانتا ہوں رونے کو — گر مری یوں ہی عمر بھر گزرے

تشنۂ خوں ہے خدنگ اس کے — اس جگر کے سوا کدھر گزرے

کہیو میری طرف سے اے قاصد — اس کی محفل میں تو اگر گزرے

کسی دشمن کو بھی نہ روزی ہو — دن جو کچھ تیرے در پر گزرے

ہم نے دو دریا بہا دیے جوشش — دیدۂ تر لیے جدھر گزرے

۵۴۴

جس سرزمیں پہ رکھ کے وہ سرو رواں چلے — قمری و فاختہ ہی کے سایے میں واں چلے

دے گالیاں یہ شمع نے گل گیر سے کہا — چھوٹے کسی کا ہاتھ کسی کی زباں چلے

چل نکلا طفل اشک سے کہہ کر یہ لخت دل — میں بھی رکاب میں ہوں تمہی تو جہاں چلے

کروٹ بھی مارے ضعف کے لینا محال ہے — طاقت کہاں ہے اتنی کہ یہ ناتواں چلے

دل کی شکستگی کی نہ کچھ فکر ہو سکی — بس دیکھتے ہی اس کو ای شیشہ گراں چلے

طفل سرشک و لخت جگر خون دل سبھی — آپس میں مل کے پوچھو تو جوشش کہاں چلے

۵۴۵

اوروں کی سننے پائے نہ اپنی سنا چلے — کیا آئے اس جہاں میں ہم اور کیا چلے

تنہا عدم میں رہنے کا ہوئے گا اتفاق — اک دل رفیق تھا سو اسے بھی گنوا چلے

مثل حباب دم میں ہے اس کو شکستگی — اس بحر بے کنار میں جو سر اٹھا چلے

پروین جو دیکھے ٹک تری کانوں کے جھمکے — چادر میں ماہتاب کی منہ کو چھپا چلے

جوشش ہی کچھ نہ زخمی تیغ نگہ ہوا — جتنے تھے اس کے سامنے تلوار کھا چلے

۵۴۶

آئے دو چار باتیں دل آزار کر چلے — کیا خوب تم عیادت بیمار کر چلے

گر ہے یہ خط یہ زلف تو یہ شیخ و برہمن — کوئی دن میں ترک سبحہ و زنار کر چلے

عشاق مسکراتے تجھے دیکھ مر گئے — حق نمک ادا یہ نمک خوار کر چلے

لے گور میں چلے دل نالاں کو ہم مگر — آہ و فغاں سے خلق کو بیزار کر چلے

زلفوں کو منہ پہ کھول کے رخصت ہوا ہے ناز — دام بلا میں ہم کو گرفتار کر چلے

یوں تو لڑائیں انکھڑیاں غیروں سے ہی مگر — میرے جگر میں تیر ہی تم مار کر چلے

کھینچی نہیں ہے اس نے ابھی تیغ امتحاں
کتنے ہی اُس کے عشق سے انکار کر چلے

حاضر ہوں بندگی میں ذرا پھر گھڑی تو ہو
یہ کیا ہے اے رقیب کہ انکار کر چلے

اُکتاہٹ آنے کیا ہے ابھی گھر کو جائیو
کوئی دم ہیں یاں سے ہم بھی سفر یار کر چلے

جوشش اگرچہ نزع میں آیا وہ بے وفا —
صد شکر ہے کہ آخری دیدار کر چلے

۵۴۷
۴

گلزار کو جو ہم روشان دید کر چلے
عاشق گلوں کو جوں گل خورشید کر چلے

آنکھیں دکھا کے تم چلے نرگس کو باغ سے
عالم کی دید سے اسے نومید کر چلے

ہے دور دور چشم سیہ مست کا تری —
کوئی دن میں شیخ مستوں کی تقلید کر چلے

۵۴۸
۵

حسرت و درد و الم اندوہ و غم لے کر چلے
جو کوئی لے چلا تھا یاں سے ہم لیکر چلے

تھی بہت راہ عدم دور و دراز اس واسطے
کوئی دم اس دارِ فنا بیٹھے دم لیکر چلے

عیش و عشرت کا نہ منہ دیکھا اس آفت میں
چشم تر آئے تھے ہم اور چشم نم لیکر چلے

عشق میں کہلائے گا سالارِ فوج غم وہی
دوش دل پر آہ کا جو کوئی علم لے کر چلے

تم نے رخصت مانگی جوشش چپ ہا تنے لئے —
بدگماں ایسے ہوئے جو تم قسم لے کر چلے

۵۴۹
۶

کشورِ عشق میں رسوا سر بازار ہوئے
اُس کے ہاتھ آپ بکے جس کے خریدار ہوئے

طوق و زنجیر سے رہتا ہے سروکار ہمیں
حلقۂ زلف میں ہم جب سے گرفتار ہوئے

واے قسمت کہ اسے ایک نظر دیکھتے ہی
قابل قتل ہوئے ایسے گنہ گار ہوئے

سینہ صافی میں ہوں شہرہ میں آئینہ صفت
تھے غرض جیسے طرح دار مرے یار ہوئے

خط کے آنے سے میاں ہوتے ہو محجوب عبث
اک طرح دار ہی تھے اور طرح دار ہوئے

دور کر اس دلِ آزار طلب کو جوشش — یہ دل آزار تری شکل سے بیزار ہوئے

آہ صبح شعور شام ہوئی — عمر غفلت ہی میں تمام ہوئی

کھینچ مت مجھ پہ خنجر مژگاں — یارسیں نزع کی اب تمام ہوئی

رات نامے نے یہ مچائی دھوم — نیند ہمسایے کی حرام ہوئی

آہ اس مے کدے میں اے ساقی — مے الفت نصیب جام ہوئی

رہ نہ سکتے تھے اب وہ بات کہاں — نوبت نامہ و پیام ہوئی

جب کیا کفر کیش کا ذکر بیش — بارے تب اُس سے رام رام ہوئی

ہم نے سر کو جھکا دیا جوشش — تیغ جب اُس کی بے نیام ہوئی

لب جو تم جو بے حجاب ہوئے — سارے گرداب آفتاب ہوئے

دیکھ بھی ٹک تو ادھر اے خانہ خراب — ہم ترے واسطے خراب ہوئے

لہو کے گھونٹ کیوں نہ گھونٹیں ہم — تم تو غیروں سے ہم شراب ہوئے

رات غیروں کے سامنے دیکھا — عشوے کیا کیا نہ بے نقاب ہوئے

ہم ہیں اب اور ہجر کی راتیں — وصل کے دن خیال و خواب ہوئے

گالیاں بے حساب دینے لگے — آج تم بر سر حساب ہوئے

دیکھ اُس آفتاب کی صورت — مضطرب آہ جوں سراب ہوئے

اُسی نرسانچے کا بندہ ہوں — جس کے دیوانے شیخ و شاب ہوئے

اُس کے ہونٹوں کی بات کیا جوشش — ہم سے ناکام کامیاب ہوئے

۵۵۲
یاد میں اُس لب کی جیب گریباں ہوئے
دیدۂ تر چشمۂ حیواں ہوئے

دی پریشانی فلک نے غنچہ ساں
تنگ دل ہم سے جو گل خنداں ہوئے

آتش دل وہ ہے جس سے مثلِ موم
نرم اُس کے تیر کے پیکاں ہوئے

خون دل لختِ جگر تھا ما حضر
تنگ آیا جس کے ہم مہماں ہوئے

جن کی خاطر میں نہ تھی حور و پری
تیری زلفوں کے بلا گرداں ہوئے

۵۵۳
مشتاق میں بھی ہوں یہ دل بیقرار بھی
منہ دیکھتا ہے کیا کوئی تلوار مار بھی

ہم وہ فتادہ ہیں کہ نہ ہوئے کبھی بلند
ہم راہ گرد باد ہمارا غبار بھی

ہر چند وصل میں تو ہزاروں ہی لطف ہیں
لیکن رکھے ہے زور مزہ انتظار بھی

شرمندہ چشم تر سے نہیں صرف جوئبار
ہے غرق آب شرم میں ابر بہار بھی

بلبل گلوں ہی سے نہیں نالاں چمن کے بیچ
پہلو میں اس غریب کے چبھتے ہیں خار بھی

اے خضر اپنی عمر پہ نازاں نہ ہو جیو
دیکھی کسی کی عمر یہاں پائدار بھی

تو نے دیا دل اُس کو اے دیوانے کیا کیا
دیتا ہے دل کسی کو کوئی ہوشیار بھی

جوشش سے اشک گرم سے رہتی ہیں شکوہ مند
دل بھی جگر بھی اور مژۂ اشکبار بھی

۵۵۴
غیروں پہ لطف ہے ترا بلکہ کرم بھی
یار اک نگہ لطف کے مشتاق ہیں ہم بھی

چوں نقشِ قدم تو ہوئے پامال خلائق
دیکھیں گے ان آنکھوں سے کبھی اُس کے قدم بھی

اس دل سے تو جانے کی نہیں دیر کی الفت
بالفرض اگر ہم نے کیا طوف حرم بھی

خنداں ہے اِدھر برق اُدھر ابر ہے گریاں
شادی ہی زمانے میں تو ہے ساتھ ہی غم بھی

دل اور جگر بہ گئے جوں اشک کے ہمراہ
اے کاش کے بہ جاتے مری دیدۂ نم بھی

اس کے لبِ میگوں کا لکھوں وصف تو جوشش —
لغزش ہی میں آجائے ابھی پائے قلم بھی

۵۵۵

زنگِ کلفت سے جو فرصت پائیے
دل کو آئینہ ہی کر دکھلائیے

غیر کو تو وہ اٹھا دیتا نہیں
آپ ہی اس بزم سے اٹھ جائیے

عشق میں کیوں چھوڑیے پاسِ نفس
پھونک پھونک اس آگ کو سلگائیے

شکوۂ اغیار سے کیا فائدہ
چپکے ہی رہ جائیے غم کھائیے

چلیے ٹک دشت و بیاباں کی طرف
اس دلِ وحشی کے تئیں بہلائیے

ہو چکی فکرِ غزل تو انصرام —
جوشش اپنی فکر میں آجائیے

۵۵۶

دامانِ دل سے گردِ تعلق کو جھاڑیے
جوں سرو پاؤں باغِ تجرد میں گاڑیے

ممکن نہیں کہ دیکھیے روئے شگفتگی
جب تک بہ رنگِ غنچہ گریباں نہ پھاڑیے

جو کچھ کہ ہاتھ آئے اڑا دیجیے اسے
قاروں کی طرح مال زمیں میں نہ گاڑیے

بستی میں دل کی حرص و ہوا کا قیام ہے
توفیق ہو رفیق تو اس کو اجاڑیے

جوشش کوئی ہزار کرے یاں مخالفت —
اپنی طرف سے تو نہ کسی سے بگاڑیے

۵۵۷

کوئے بتاں میں یار اگر جانے پائیے
ایسے ہی جائیے کہ کبھی پھر نہ آئیے

مجھ کو سنا سنا کے وہ کہتا ہے غیر سے
اس تیغ کو کسی پہ کبھی آزمائیے

ہے مجھ سے یار دیدہ و دانستہ منحرف
روٹھا جو کوئی ہوئے تو اس کو منائیے

کہتا ہوں دردِ دل تو وہ کہتا ہے کیا مجھے
چپ رہیے بس زیادہ نہ باتیں بنائیے

جور و جفائے یار سے جی جائے یار ہے — حرف شکایت اپنی زباں پر نہ لائیے
بے یار مے کشی کی نہ تکلیف دو مجھے — لازم ہے کیا کہ زہر کا پیالہ پلائیے
رزاق دے ہی رہتا ہے کھانے کو ہر طرح — کس کس کے آگے اتنے لیے سر جھکائیے
جوشش وہ تیغ کھینچ کے آیا ہے سامنے — کس زندگی کے واسطے اب جی چھپائیے

۵۵۸ مرنا تو بہتر ہے جو مر جائیے — جی سے کسی کے نہ اتر جائیے
قتل تو کرتا نہیں وہ کس طرح — اس کے گنہ گار ٹھہر جائیے
جی نہیں لگتا چمن دہر میں — کیجیے کیا آہ کدھر جائیے
کیا لکھوں طاقت نہیں اے نامہ بر — مرنے ہی کی لے کے خبر جائیے
آئے ہو گر یاں تلک اے مہرباں — بیٹھیے کوئی دم تو ٹھہر جائیے
سوئے حرم یا طرف بت کدہ ق — الغرض اے شیخ جدھر جائیے
دونوں جگہ جلوہ گہہ یار ہے — خواہ ادھر خواہ ادھر جائیے

۵۵۹ سحر کا وقت ہے اور پی چکا ہی جام کئی — ابھی نہ گھر سے نکل ہیں خدا کے کام کئی
گل اور لالہ و سرو و صنوبر و شمشاد — ترے غلاموں میں نامی ہیں یہ غلام کئی
میں کیا کہوں تری تیغ نگہ کی خوں ریزی — کئی سسکتے ہیں اور ہو گئے تمام کئی
ادھر ہے عشوہ و غمزہ ادھر ہے ناز و ادا — کھڑے ہیں آگے ترے بہر اہتمام کئی
نہ مار لاف خرام اے تدرو اس کے حضور — خجل ہوئے ہیں یہاں تجھ سے خوش خرام کئی
پھرا نہ ایک بھی جیتا گلی سے قاتل کی — گئے ہیں لے کے مرا نامہ و پیام کئی

کچھ ایک مجنوں ہی فرہاد و وامق و جوشش — دوانے پن میں نکالے ہوئے ہیں نام کئی

مردمِ پیشیں نہ کہہ یہ کر گئے وہ کر گئے ۵۶۰/۵ آئے اس دنیا میں اور دو چار دن رہ کر گئے

کل سر بازار ایسے روئے اس کی یاد میں — دل جگر دونوں گلی میں یار کی بہہ کر گئے

تیری الفت کی بدولت اس خراب آباد سے — جو جو سہنے کی نہ تھیں باتیں وہ ہم سہہ کر گئے

جی رہے یا جائے بن جائے رہا جاتا نہیں — جب گئے اس تیغ کے آگے یہی کہہ کر گئے

عالمانِ دہر جوشش مدرسے میں عشق کے — آنے کو آئے کتابیں اپنی سب تہہ کر گئے

روٹھ مت چل یار موسم روٹھ چلنے کے گئے ۵۶۱/۴ مت بدل تیور کہ دن تیور بدلنے کے گئے

سوکھ ہی جانا ترا بہتر تھا اے نخلِ مراد — پھولنے کے موسم اور ایام پھلنے کے گئے

نہ سکا آ جائے کیوں کر اس کی بزم عیش میں — جب گئے ہم شمع ساں مشتاق جلنے کے گئے

نے رہا ساقی نہ مطرب نے رہا چنگ و رباب — وے جو تھے اسباب اپنے دل بہلنے کے گئے

اس تند خو سے جو نہیں مری آنکھ لڑ گئی ۵۶۲/۴ اس دل سے اور عقل سے دوہیں بگڑ گئی

کیا کہیے تیرے ہاتھوں سے اے دست بردِ عشق — اس دل کی بستی بات کے کہتے اجڑ گئی

تیرا تو قول تھا کہ نہ ہوئے گی یہ تمام — اے ساقی دو ہی گھونٹ میں بس یہ نبڑ گئی

جوشش لکھا میں اس کو سفینے پہ اس طرح — گویا کہ بھولی تھی یہ غزل یاد پڑ گئی

ہر چند رکھیے چشم تر انگشت کے تلے ۵۶۳/۴ ہے طفل اشک کو سفر انگشت کے تلے

مت ناز سے لبوں کو دھر انگشت کے تلے — اخگر کوئی رکھے ہے سر انگشت کے تلے

کس طرح سے دو بادیہ پیما ہوا ہے جنوں — ہوں سو سو خار جس کی ہر انگشت کے تلے

شلّے نے ہاتھ کھینچا ہے جو زلفِ یار سے — کوئی دل آگیا مگر انگشت کے تلے

پڑ جائیں انگلیوں میں پھپھولے طبیب کے — رکھے وہ نبض میری گر انگشت کے تلے

اہلِ رقم کو چین نہیں ہے کسی جگہ — دیکھو قلم کو ہے سفر انگشت کے تلے

انگشت دخل رکھ مرے ہر حرف پر حسود — بے آب ہوئے کب گہر انگشت کے تلے

جوشش دل اس کے ہاتھ پڑا ہے جو مثلِ موم — مل ڈالے سنگ کو بھی دھر انگشت کے تلے

٥٦٤/٣

گو کہ اس باغِ جہاں میں ہو بہارِ دوستی — لیک ہے دو چار دن جوں گل قرارِ دوستی

شمع پروانے سے بدظن بدگمان بلبل سے گل — اٹھ گیا ایسا جہاں سے اعتبارِ دوستی

اب نہ وہ شورِ جنوں جوشش رہا ہے نے وہ عشق — آہ اک سینے میں رہ گئی یادگارِ دوستی

٥٦٥/٥

روتے روتے مٹ نہ جائیں دل سے داغِ دوستی — ہے انھیں پھولوں سے آب و رنگِ باغِ دوستی

دوستی نے تیری اک عالم کو دشمن کر دیا — یار کا قاصر ہوں اگر اب ہو دماغِ دوستی

ناصحوں کی بادپیمائی سے الفت کم نہ ہو — کب بجھے بادِ مخالف سے چراغِ دوستی

تھے عجب ایّام جو ہم اور تو ہم بزم تھے — شوق کی مے سے لبالب تھا ایاغِ دوستی

دوستی نایاب ہے عالم میں عنقا کی طرح — لیجیے کیا خاک اے جوشش سراغِ دوستی

٥٦٦/٦

اس جفا جو کو دل دیا تو نے — اے دوانے یہ کیا کیا تو نے

دردِ سر سے جہان کے چھوٹے — مار ڈالا بھلا کیا تو نے

کہتے کہتے زباں تھکی لیکن — نہ سنا ماجرا مرا تو نے

منہ پہ حرفِ وفا نہیں لاتا — کس سے سیکھی ہے یہ جفا تو نے

قصۂ درد کو مرے سچ کہہ — نہ سُنا رات یا سنا تو نے
رازِ دل کیوں چھپا لیا اے جوشش -- مجھ کو سمجھا نہ آشنا تو نے

۵۶۷

اے عشق مجھے خوار کیا کیا کیا تو نے — رسوا سرِ بازار کیا کیا کیا تو نے
جو راز کہ سو پردے میں اے اشک چھپا تھا — اُس راز کو اظہار کیا کیا کیا تو نے
رکھ کر مجھے محروم ملاقات سے اپنی — منت کشِ اغیار کیا کیا کیا تو نے
اے عشق کے شہباز مری طائرِ دل کو — چنگل ہی میں مردار کیا کیا کیا تو نے
جوشش کو جو رکھا باز طلب گاریٔ دیں سے — دنیا کا طلب گار کیا کیا کیا تو نے

۵۶۸

حباب آسا جو دکھلا دی ہستی اس دوانے نے — پلک کے مارنے کی بھی نہ دی فرصت زمانے نے
دلِ صد چاک میرا کیوں نہ ہو رشکِ گلِ خنداں — نمک چھڑکا ہے زخموں پر کسی کے مسکرانے نے
اگر اوجِ آرزو ہے مشق وضعِ لاابالی کر — بگولے کو کیا ہے سرکش اتنا خاک اُڑانے نے
خفا تھا وہ بتِ بے رحم دردآمیز باتوں سے — جگایا رات اُس کو صبح تک میرے فسانے نے
حریفِ اُس ترک کا ہو یہ جگر کس کا ہے اب جوشش — کنارہ یاں کیا ہے جس کے تیر دل سے نشانے نے

۵۶۹

بادہ پی بادۂ غم و غصۂ دیریں لے جائے — حسد و بغض و عنا و غضب و کیں لے جائے
نقدِ جاں کو جو تری کاکلِ مشکیں لے جائے — زلفِ سرکش سے کبھی کہہ دو کہ دل و دیں لے جائے
فرشِ رہ دیدۂ عشاق ہے اس تک قاصد — کوئی آئین نہیں نامہ کس آئیں لے جائے
عوضِ بوسہ اگر چاہے ابھی دیتا ہوں — دین و ایمان و دل و جاں ودبے دیں جائے
نقدِ جاں تحفہ ہے بازارِ محبت میں ترے — دستِ رنگیں سے یا ساعدِ سیمیں لے جائے

آہ کیا طالعِ برگشتہ شکارِ دل ہے — شکنِ زلف نہ لے ابروے پرچیں لے جائے
برگِ گل کو دے خجالت کفِ پا اس کی — پنجۂ مرجان کا وہ دستِ نگاریں لے جائے
پھینک دوں باغ میں گر دل کے جگر کے ٹکڑے — بھر کے دامن میں ابھی شوق سے گلچیں لے جائے
بادۂ شوق سے لبریز ہے یہ ساغرِ دل — وہ ہی لے جائے گا جو اس کو بہ تمکیں لے جائے
سرخوشی بخشے اُن آنکھوں کا تصور جوشش — تلخ کامی مری یا دلبِ نوشیں لے جائے

۵۲ / ۵

چھوڑیے کس طرح سے مے نوشی — زورِ عالم رکھے ہے بے ہوشی
اک نظر اُس کو دیکھنے پائیں — گو میسر نہ ہو ہم آغوشی
قید کرنا کسی کو ہے منظور — زلف کرتی ہے تجھ سے سرگوشی
ہوں میں سرگشتہ مثلِ ریگِ رواں — کیا کہوں اپنی خانہ بردوشی
وصف میں اُس دہن کے ای جوشش — ہم نے کی اختیار خاموشی

۵۲۱ / ۲

تیرے دیوانے بیابانِ عدم کو چل بسے — کیا تماشا ہے کہ ویران شہر ہو جنگل بسے
ایسی کوئی بستی نہ دیکھی ہم نے اس دل کے سوا — آج جو اُجڑا ہو تیرے ہاتھ سے اور کل بسے
بے قراری کیوں نہ ہو اس کا دم و ہوش اُچھلتا پھر — رات دن لے شوخ جس دل میں ترا چھلبل بسے
دیکھنے ہی سے ترے ہیکل کے ہی کل اس کو نہ آئے — کل کہاں اُس دل کو جس دل میں تری ہیکل بسے
آئے گی گل کی لپٹ کپڑوں سے تیرے گل بدن — گو نہ پھولوں سے ترا پیراہنِ ململ بسے
گھیرے یوں رہتا ہے عرشِ دل کو ہر شب دودِ آہ — آسماں پر جس طرح سے رات کو بادل بسے
کیوں نہ دیوانہ ہوں جوشش دیکھ کے اس شوخ کے — دانتوں میں مسی برابر آنکھوں میں کاجل بسے

تا صبح جو اے دل نہ ترے ساتھ گزرتی ۵۷۲ کیا جانیے کس طرح سے کل رات گزرتی

بے تابیِ دل چین نہ دیتی مجھے اے صبر کل تو جو نہ ہوتا عجب اوقات گزرتی

نے جام نہ شیشہ ہے نہ مطرب ہے نہ نے ہے یہ ہوتے تو کس خوبی سے برسات گزرتی

بس کاٹ کے رکھ دیتا زباں کو تری آگے شکوے کی زباں پر جو کوئی بات گزرتی

اُس چشمِ سیہ مست کو گر دیکھتا زاہد پھر عمر تری سوئے خرابات گزرتی

اے شیخ جو تو دیکھتا اُس آفتِ جاں کو نت مانگتے ہی تجھ کو مناجات گزرتی

گر تو شبِ تنہائی میں ہوتا نہ ای جوشش — بے حرف و حکایات ہی اے یار گزرتی

اُس نے جس دم مجھ سے بے تقصیر کے ٹکڑے کیے ۵۷۳ / ۹ وو ہیں ہو کر منفعل شمشیر کے ٹکڑے کیے

پرزے کاغذ کے جہاں دیکھو اکھیں نامے کے ہیں اُس نے اتنے میرے نامے چیر کر ٹکڑے کیے

اُس کی زلفوں کا دوانا یہ دل دیوانہ تھا ناصحو اس واسطے زنجیر کے ٹکڑے کیے

صاف جب دل سے نہ نکلا اُس کماں ابرو کا تیر پھینک کر تیر و کماں زہ گیر کے ٹکڑے کیے

زلف و ابرو کو تنک دیکھا تھا یہ تقصیر ہوئی باندھ کر اس واجب التعزیر کے ٹکڑے کیے

کھینچ کر تصویر میری دی مصوّر نے اُسے آہ جھنجھلا کر مری تصویر کے ٹکڑے کیے

سلسلے میں اُس کی زلفوں کے ہوئے جا کر مرید شیخ جی نے آج اپنے پیر کے ٹکڑے کیے

قتل گہہ میں دیکھ کر جوشش کو کہتی ہے یہ خلق — ہائے کس نے ایسے خوش تقریر کے ٹکڑے کیے

آرزو دی ہستیِ موہوم اے دل کس لیے ۵۷۴ / ۶ دور کر جانے بھی دے یہ فکرِ باطل کس لیے

دی ہی دھونی اب درِ دل پر جو ہوتی ہو سو ہو کوچہ دیا زار ہوتے پھریے سائل کس لیے

ہم کنارا اس سے غریق بحر الفت ہو گئے — ہم اٹھائیں منت آغوش ساحل کس لیے

بیقراری دل کو ہے، لے سالکان راہ عشق — ہیں مقامات اس قدر منزل بہ منزل کس لیے

بیٹھ رہ کنج قناعت میں خموشی کر شعار — دل جلی ہوتی پھرے ہے شمع محفل کس لیے

گر نہ مقدور . . . رکھنا تھا جو سوزش عشق یہاں — بخت نے سونپا تھا ایسا کام مشکل کس لیے

[۵۷۵/۶]

خفگی اس سے درمیاں آئے — مجھ کو وہ دن خدا نہ دکھلائے

سوزش دل اگر بیاں کروں — ابھی میری زباں جل جائے

جو رہے یاد میں ترے لب کی — زندگی کا مزہ وہی پائے

قتل میرا تو چاہتے ہیں سبھی — کاش اس کے بھی جی میں آجائے

روٹھ بیٹھا ہے مجھ سے وہ جوش (ق) — کوئی جا کر اسے یہ سمجھائے

آرزو ہی میں تیرے ملنے کی — آہ کیا وہ غریب مرجائے

[۵۷۶/۴]

اس یار جفا جو نے ہے کیا وضع نکالی — ہر بات میں ہیں جھڑکیاں ہر بات میں گالی

چھاتی جو بھر آئے ہے تو یہ آئی ہے جی میں — کوچے میں ترے بیٹھ کے دل کیجیے خالی

اس کے غم دوری سے ہم آغوش ہوں جب سے — روتی ہیں مرے حال پہ تصویر نہالی

شاکی نہ ہو اپنے دل پر درد سے جوش — وہ دل بھی کوئی دل ہے جو ہو درد سے خالی

[۵۷۷/۶]

ہے جی میں تجھ بغیر کبھی لب نہ کھولیے — تیرے ہی پاس بیٹھ کے تجھ سے ہی بولیے

لے چلیو راہ عشق میں اس ناتواں کو — اے عقل اختیار کی ٹک باگ کو لیے

دل کو مرے جلائے ہے کیوں آتش فراق — مجھ سے تو انتقام جو لینے تھے سو لیے

تیری بھویں غضب ہیں بناوٹ نے ان کو کیا
شمشیرِ زنگ خوردہ جو ہو اُس کو رو دیے

اے رخصتِ بہار یہ حسرت ہی رہ گئی
دل کھول کر چمن میں کبھی ہم نہ رو لیے

جوشش سے پوچھتے ہو عبث لطفِ وصل کا —
الطاف سے تنک اپنے ہی دل کو ٹٹولیے

۵۷۸

جگر سے آہ اُس کے تیر کا پیکاں نے نکلی
یہ عزرائیل . . . میری جاں نے نکلی

گریباں چاک سر پر خاک آنکھوں میں بھرا آنسو
مجھے وحشت تری در سے بایں عنواں لے نکلی

نہ اُس سے اُٹھ سکا جب بوجھ اسبابِ تنعّم کا
عدم سے شمع سب جلنے ہی کا ساماں لے نکلی

نکلتے ہی ڈبایا بحرِ خوں میں ایک عالم کو
تری تلوار اے ظالم یہ کیا طوفان لے نکلی

گلی سے اُس کی جب گھبرا کے باندھا رختِ وحشت نے
مجھے بھی ساتھ اپنے آہ یہ نادان لے نکلی

کسی کو کہہ دیے میں نے نہ اپنے شعر ای جوشش —
مگر چوری سے یہ شہرت مرا دیوان لے نکلی

۵۷۹

نہ برچھی ہاتھ میں لیوے نہ شمشیر و سپر باندھے
ہمارے قتل پر تک وہ کماں ابرو کمر باندھے

وہ باندھے شیخ عمّامہ جسے سر دردِ دنیا ہو
نہیں کس واسطے سر کو کوئی بے دردِ سر باندھے

کسی کو بھی نہ سوجھی گل کے مجمع میں تری چھل بل
نہ تجھ سا کوئی نٹ کھٹ ہو یہ خلقت کی نظر باندھے

جلے گا آتشِ گل سے یہ خارِ آشیاں تیرا
صبا بلبل سے کہہ اس باغ سے رختِ سفر باندھے

خطِ شوق اُس کو لکھ کر باندھوں اُس بالِ کبوتر سے
یہ جی ڈرتا ہے جھنجھلا کر کہیں اُس کے نہ پر باندھے

نہ چشمِ کم سے دیکھو اشک کو اور دل کے ٹکڑوں کو
کہ ہے اہلِ نظر جو گانٹھ یہ لعل و گہر باندھے

میں کشتہ اُس کی ابرو کا ہوں اور کاکل کا دیوانہ
نہ چھوڑوں دیکھنا اُس کا اگر مارے و گر باندھے

درازی اُس کی زلفوں کی بیاں کیا کیجے جوشش —
نہ باندھی جائے گر وہ شام سے لے تا سحر باندھے

۵۸۰

چمن میں صبح دم اُس یار نے بندِ قبا کھولے — گرہ غنچوں کے دل کی کس طرح بادِ صبا کھولے

پھُنکے گر صورِ اسرافیل برپا شورِ محشر ہو — جو دیکھے خواب میں تجھ کو وہ آنکھیں اپنی کیا کھولے

بہ رنگِ غنچہ محجوبی تری بھاتی ہے گلشن میں — تجھے منہ کھولنے سے کیا غرض تیری بلا کھولے

جو دستِ نارسا رکھتے ہیں بندھ جائیں گے ڈرتا ہوں — نہ پھر شانے سے مشاطہ تری زلفِ رسا کھولے

لبِ خاموش تیرا جاہلوں سے وا نہیں ہوتا — یہ قفلِ ابجدی ہے اس کو تو حرفِ آشنا کھولے

مرے تو ناخنِ تدبیر فرسودہ ہوئے یارو — گرہ پر ہے گرہ دل میں پڑی اس کو خدا کھولے

بھرا ہے خونِ دل لختِ جگر سے تہ بہ تہ جوشش — وہ آنکھیں بند کر لیوے جو کوئی منہ مرا کھولے

۵۸۱

ممکن نہیں کہ مجھ تک وہ بت مرا اُٹھ آئے — بیٹھا رہوں میں کب تک یاں سے خدا اُٹھائے

آنکھوں میں وہ پھرے ہے اور آنکھیں مند گئی ہیں — ایسا نہ ہو مجھے کوئی روزِ جزا اُٹھائے

مطلب کو نے طلب یہ بیمار تیرا پہنچے — طاقت کہاں کہ یارب دستِ دعا اُٹھائے

گُل خستہ حال ہو اور آشفتہ حال بلبل — منہ سے نقاب اُس کے گر ٹک صبا اُٹھائے

تنہائی کا مزہ بھی جوشش عجب مزہ ہے — تنہا جو کوئی بیٹھے وہ ہی مزہ اُٹھائے

۵۸۲

نہیں نالے کو تا گردوں رسائی — ہدف تک پہنچے کب تیرِ ہوائی

پھریں گے خوب رویوں ہی کے در پر — اگر قسمت میں اپنی ہے گدائی

مرا دل توڑ کر او دل شکن تو — پھرے ہے ڈھونڈتا اب مومیائی

خفا ہوتا ہے وہ نامِ وفا سے — کہاں تک کہیے اُس کی بے وفائی

نہ ہوگا ہم سے ترکِ عشق جوشش — کرے مطعون گو ساری خدائی

دیکھ سکتا گر فلک سب یار ہنستے بولتے ۵۸۳ پاس میرے بیٹھتے اک بار ہنستے بولتے
ہے کسی کی چشم گویا اور لب خنداں کی یاد جان دیوے کیوں نہ یہ بیمار ہنستے بولتے
آہ کیا ہوتا جو ہم اور تو گل و بلبل کی طرح باہم اے رشک گل و گلزار ہنستے بولتے
زخم کاری کی طرح سے نیم بسمل کا ترے کام آخر ہو گیا خوں خوار ہنستے بولتے
بولنے والے نہیں گئے سب تجھ ای تند خو کھینچتا ہے کوئی بھی تلوار ہنستے بولتے
خندۂ جام شراب و قلقل مینا کو دیکھ مے کدے میں رہتے ہیں دو چار ہنستے بولتے
بولتی ہے رات بولے صبح ہنستی ہر ہنسے اپنی تو ہے موت بے دل دار ہنستے بولتے
خوش قدان گل دامن کہسار میں جوشش کے ساتھ ق پھرتے تھے جوں کبک خوش رفتار ہنستے بولتے
ایک ہم روتے تھے اور سر مارتے تھے سنگ سے — لگ گئی تھی چپ کی تجھ بن یار ہنستے بولتے

دامان وصل و دست طلب دور تابہ کے ۵۸۴ ہم سے گریزاں بت مغرور تابہ کے
معمار کارخانہ ارواح ہو جیے رہیے بنائے جسم کے مزدور تابہ کے
آئینہ وار سامنے اس کے رہا کروں ہوئے گا یا الٰہی یہ مقدور تابہ کے
ہر دم خیال پردہ دری ہو سرشک کو رکھیے گا راز عشق کو مستور تابہ کے
ہر آن نفس شوم سے ہے جنگ دیکھیے ہوتا ہوں میں مظفر و منصور تابہ کے
جوشش خموش درد و الم کا بیاں نہ کر — کوئی سنے یہ قصۂ مشہور تابہ کے

ہے ذات اس کی جسم کی تعمیر میں چھپی ۵۸۵ صورت . . . . میں چھپی
یاں جو عمل ہے اس کی مکافات ساتھ ہے نعمت یہ ہے ہر ایک کی تقصیر میں چھپی

کل میرے اُس کے چاہ کی تقریب آ گئی — تقریر کی بہت پہ نہ تقریر میں چھپی
اے یار اپنی سنگ دلی پر نہ پھولیو — تاثیر بھی ہے نالۂ شب گیر میں چھپی
مجنوں کا نام کوئی نہ لیتا پہ کیا کروں — وحشت مری یہ تھا نہ زنجیر میں چھپی
بے تاب ہو کے تاب سے اس آفتاب کی — شپّرک مثال نہ زلف گرہ گیر میں چھپی
ٹک کھینچ کر نیام سے تو کر لے امتحاں — جوشش کی ہے اجل تری شمشیر میں چھپی

۱۲۸۵ھ

پاس کس کے مجھ کو دیکھا یار اُٹھتے بیٹھتے — طعنے دیتے ہیں مجھے اغیار اُٹھتے بیٹھتے
گھر کیا ہو آہ جس کے دل میں دردِ عشق نے — وہ کراہے کیوں نہ جوں بیمار اُٹھتے بیٹھتے
چلنے کی طاقت نہیں ہر چند مارے ضعف کے — آ رہوں گا تجھ تلک اے یار اُٹھتے بیٹھتے
پاسے گلبن تیری بو آئی جو بیٹھے کوئی دم — ورنہ واں سے بیٹھتے ہی یار اُٹھتے بیٹھتے
جی میں آئے بیٹھ یا اُٹھ کوئی ترا مانع نہیں — کھینچتا ہے مجھ پہ کیوں تلوار اُٹھتے بیٹھتے
قتل غیروں کو اگر کرتا نہ اپنے رو بہ رو — پاس سے تیرے ہم اُٹھے خوں خوار اُٹھتے بیٹھتے
صبح سے تا صبح زاہد تو جو پڑھتا ہے نماز — پاؤں بھی دکھتے نہیں مکّار اُٹھتے بیٹھتے
آشنا تعظیم سے جوشش اگر ہوتا رقیب — بہرِ تعظیم اُس کی ہم سو بار اُٹھتے بیٹھتے

۱۲۸۵ھ / ۱۱

نوبت اپنی تو جان تک پہنچی — حیف اُس کے نہ کان تک پہنچی
دل کے ٹکڑے ہیں یہ ستارے نہ ہوں — آہ لے آسمان تک پہنچی
ہے وہ آزردہ بات شکوے کی — کیا کسی ہم زبان تک پہنچی
مفت فرسودہ ہوئی یہ پیشانی — نہ ترے آستان تک پہنچی

دشمنی مجھ سے تیری تیغ نے کی — دوستی امتحان تک پہنچی
آتشِ عشق نے جو سر کھینچا — حسن کے دودمان تک پہنچی
بارِ غم جب کسی سے اُٹھ نہ سکا — نوبت اس ناتوان تک پہنچی
تیرے مقتول کا ہے کام تمام — کارد آ استخوان تک پہنچی
آتشِ گل سے جلتی مثلِ شرر — عندلیب آشیان تک پہنچی
کوئی سرگشتہ یاد آ ہی گیا — تیغ اُس کی جو سان تک پہنچی
دیکھتے اُس کو محو تھے جوشش — کب شکایت زبان تک پہنچی

۵۸۸

عیش و عشرت ہی میں کچھ ہو زندگی — مرگ ہے بے یار و بے مے زندگی
جو ترے کشتے ہیں اے مطرب پسر — ہے انھوں کی نالۂ نے زندگی
نے ہوا نے ابر نے ساقی نہ مے — کیجیے اس طرح "تا کے زندگی
مر گئے جوشش اسی دریافت میں — کیا کہیں ہے کون سی شے زندگی

۵۸۹

کیا بدگمانیاں ہیں مری جان لیجیے — یہ دل تو ہے وہی اسے پہچان لیجیے
ہم سے تو یہ کبھی نہیں ہونے کا ناصحو — سنیے تمہاری بات کو اور مان لیجیے
نے عیش کی طلب ہے نہ عشرت کی آرزو — اے چرخ کس لیے ترا احسان لیجیے
گر حکم ہو تو کاٹ کے سر آگے لا رکھوں — لینے کا اس کے دیکھیے نہ ارمان لیجیے
آیا ہوں تنگ شہر میں وحشت کے ہاتھ سے — جی چاہتا ہے راہِ بیابان لیجیے
گر امتحانِ عشق ہو منظور تو ابھی — کرتا ہوں میں نیاز دل و جان لیجیے

منہ دیکھ تو خطوں کا ہی آئے ہے خیال — دے کر کے نقد جان یہ قرآن لیجیے

مجھے اس سیم تن سے ان نوں صحبت نہیں رہتی ۵۹۰ — یہ سچ ہے اہل دولت کی سدا دولت نہیں رہتی

زباں پر آئے میری کس طرح سے حرف شکوے کا — تجھے جب دیکھتا ہوں میں مجھے طاقت نہیں رہتی

جو کچھ گزرے ہے مجھ پر ہجر میں لکھتا اسے لیکن — اس اشک و آہ سے قاصد تجھی فرصت نہیں رہتی

خدا کے واسطے محجوب مت ہو تو رقیبوں میں — تری اس چشم پوشی میں مری عزت نہیں رہتی

وہ دن ہے کون سا جس دن نہیں روتا ہوں میں تجھ بن — وہ شب ہے کون سی جس شب مجھے رقت نہیں رہتی

کروں کس طرح سے اے یار تجھ سے عرض حال اپنا — یہاں تو دیکھتا ہوں میں کبھی خلوت نہیں رہتی

نہ ہونا طالب دولت کبھی جوشش کہ سنتے ہیں — جو کچھ افلاس میں ہمت ہے وہ ہمت نہیں رہتی

حشر تک کوئی صبح و شام سنے ۵۹۱ — سرگزشت اپنی کب تمام سنے

یہ مری آہ آتشیں وہ ہے — عرق آتا ہے جس کا نام سنے

غیر دشنام کچھ جواب نہ دے — یار جس سے مرا سلام سنے

بس زباں کو سنبھالیے حضرت — گالیاں کب تلک غلام سنے

اس کا منہ پھر نہ دیکھے وہ بے رحم — جس کے منہ سے ہمارا نام سنے

سخن درد دل میں رکھ جوشش — لطف کیا ہے کہ ہر کدام سنے

غلط ہے یہ کہ یہ ارض و سما نہ جل جائے ۵۹۲ — ہماری آہ کے شعلے سے کیسا جل جائے

جب اس کو غیر سے یہ گرم جوشیاں ہوئیں — ہمارا جی کہو جل جائے یا نہ جل جائے

جلے بلوں سے تو مشہد پہ تو کرے ہے گزر — یہ دیکھیو کہیں دامن ترا نہ جل جائے

گر استخواں پہ ہما اس دل جلے کی سایہ فگن
یہ دخل کیا ہے کہ بال ہما نہ جل جائے

کہے تھی شمع پتنگے کے حق میں رات یہ حرف
نہ کود آگ میں یہ دل جلا نہ جل جائے

بجھے ہیں اس دل سوزاں کو یار دوں کس طرح
ڈروں ہوں دست نگارین ترا نہ جل جائے

ملے نہ بار اسے بزم عشق میں جوشش —
بہ رنگ شمع جو سرتا بہ پا نہ جل جائے

۵۹۳

کہیے بیت اللہ یا عرش بریں ٹھہرائیے
کچھ ٹھہرتی ہی نہیں کیا دل کے تئیں ٹھہرائیے

شمع ساں جلتی رہے ہے اشک سوزاں سے مژہ
کس طرح اس آستیں کو آستیں ٹھہرائیے

مجھ کو ٹھہراتی ہے عاشق تیرا آپ ہی آپ خلق
اس میں تو تقصیر میری کچھ نہیں ٹھہرائیے

عشق کی سرکار کا بندہ یہ بندہ ہو چکا
گبر کہیے اس کو اب یا اہل دیں ٹھہرائیے

اس کمر کا تو کوئی دنیا نہیں مجھ کو نشاں
اس زمانے میں کسے باریک بیں ٹھہرائیے

مجنوں و فرہاد کا تو ذکر کیا اس عہد میں
مجھ سا بھی دیوانہ تو بارے کہیں ٹھہرائیے

جی میں آیا ہے غزل ایک اور کہیے اس گھڑی —
جوشش ایسی ہی شگفتہ اور زمیں ٹھہرائیے

۵۹۴

ترے ملنے کی سو سو فکر ای مغرور کر دیکھی
نہ دیکھی تیری صورت سعی نامقدور کر دیکھی

شکست شیشۂ پرمے صدا نکلی نہیں مطلق
صراحی اس دل پر خوں کی چکنا چور کر دیکھی

نظر آئی سیاہی تیری زلفوں کی سی کب راتیں میں
ہزاروں مرتبہ سیر شب دیجور کر دیکھی

کسی کی چشم کا بیمار ہے جو یہ نہیں ہوتا
بہت سی ہم نے تدبیر دل رنجور کر دیکھی

تعلق کے ہی پردے میں چھپی ہے یار کی صورت —
ہوا و حرص دنیا دل سے جوشش دور کر دیکھی

۵۹۵

گہ ہاتھ نہ آئیں مرے نیساں کے موتی
ہیں اشک ہی مجھ بے سر و ساماں کے موتی

مکھڑا ترا مہتاب ہے اور ابر سیہ لٹ — ہیں اختر تابندہ تری کان کے موتی

گر تو ہی نہ دیکھے گا مرے دیدۂ تر کو — پھر کس کی نظر گزریں گے اغواں کے موتی

غواص ہے یہ خال سیہ چشمۂ لب پر — آیا ہے ترے دانتوں کے لینے جان کے موتی

رکھتے ہیں صفا یہ کہ یہی کہتا ہے عالم — جوشش ترے ہر شعر ہیں دیوان کے موتی

۵۹۶/۵

کیوں پلا دیتا نہیں مجھ کو شراب زندگی — ہے دھڑی ہونٹوں کی تیری موج آب زندگی

اب تو غفلت میں گزرتی ہے یہ روز بازپرس — کیا کروں کس طرح سے دوں گا حساب زندگی

آہ جیب باد فنا کی موج ہو شیرازہ بند — کیوں نہ برہم ہوئیں اوراق کتاب زندگی

تو ہی کر اے خضر ایسی زندگانی بے نمک — بے مے و معشوق ہے یاں کس کو تاب زندگی

سبز رہتا ہے اسی سے اب مرا نخل حیات — ہے یہ میری چشم تر جوشش سحاب زندگی

۵۹۷/۵

ہوئے صحرا نشیں تشریف لائے جس کا جی چاہے — در و درباں نہیں رکھتے ہیں آئے جس کا جی چاہے

کوئی اتنی خبر پہنچا دے اس کی چشم و ابرو کو — کہ ہم حاضر ہیں تلوار آزمائے جس کا جی چاہے

عبث کہنے سے غیروں کے مجھے تو منع کرتا ہے — ترے ملنے کو وہ کیوں کر نہ آئے جس کا جی چاہے

ہمیں تو گالیاں دے آپ یا کہہ دے رقیبوں کو — یہاں ہم تو ستم کش ہیں ستائے جس کا جی چاہے

ابھی تیر نگہ ہوتا ہے دل کے پار اے جوشش — ذرا اس ترک سے آنکھیں ملائے جس کا جی چاہے

۵۹۸/۲

خدنگ یار اگر دل کے پار ہو جائے — تو بے قرار ہو مجھ کو قرار ہو جائے

نہ قتل کر مجھے اے قاتل آستیں تیری — مباد خوں سے مرے داغ دار ہو جائے

۵۹۹/۸

وہ سعی قفس میں کر کہ ٹوٹے — اس میں رہے بال و پر کہ ٹوٹے

پائے طلب اُس کی جستجو میں — یاں تک پھرے در بہ در کہ ٹوٹے
رونے کا تار بندھ رہا ہے — ایسا نہ ہو چشم تر کہ ٹوٹے
ہے بے مے عشق شیشۂ دل — مار اس کو تو سنگ پر کہ ٹوٹے
دنیا سے تو ٹوٹتا نہیں دل — ایسی کچھ فکر کر کہ ٹوٹے
ہوئی بس کہ خوشی زخم تازہ — ہیں ٹانکے ترے جگر کہ ٹوٹے
محشر میں بھی نیند غافلوں کی — ممکن نہیں بے خبر کہ ٹوٹے
جوشش ہر خار دشت پر یاں — اس طرح قدم نہ دھر کہ ٹوٹے

جب ہوئے تم چمن میں آن کھڑے ۱۰۰٦ — دو ہیں ہو گئے گلوں کے کان کھڑے
لشکر غم ہے دل کے میداں میں — آہ و نالے کے ہیں نشان کھڑے
بیٹھنے کی نہیں رہی طاقت — ہوئیں کیا ہم سے ناتوان کھڑے
اُس تلک بال شوق لے پہنچا — رہ گئے در پہ دار بان کھڑے
اُس کے تیز نگاہ کی دولت — ہیں در دل پہ میہمان کھڑے
بے سبب ہم سے رو بیٹھے جاتے ہو ق — سن لیا ملک ہو گئے ہر بان کھڑے
دین و ایمان و جان دینے کو — ہم تو ہیں رو بہ رو ہر آن کھڑے
آج وہ امتحان لے جوشش — ہم بھی ہیں بہر امتحان کھڑے

مرا جی لے گی یا رسوا کرے گی ۱۰۰٦ — خدا جانے یہ الفت کیا کرے گی
اگر منظور تجھ کو بے وفائی تھی ۱۰۰٦ — تو اے بے رحم صورت کیوں دکھائی تھی

وہ کیا دن تھے وہ کیا ایام اے ظالم ــــ کہ تیری بزم میں ہم کو رسائی تھی

تمھاری صورت کو دیکھتے ہی میاں یہ صورت ہوئی ہماری ۶۰۳/۵ دل و جگر سے اٹھے ہیں شعلے ہوئی ہیں آنکھوں سے اشک جاری

صفِ مژہ کا گلہ کروں میں کہ اُس نگہ کی کروں شکایت کسی نے آکر لگائی برچھی کسی نے ماری مجھے کٹاری

عجب طرح کا قلق ہے دل کو کہ یاد آئیں ہیں مجھ کو ہر دم ترے وہ غمزے تری وہ عشوے تری وہ باتیں پیاری پیاری

ہوئے جو رخصت طلب یکایک بھلا کہو تو جییں گے کیوں کر نہ کچھ تسلی نہ کچھ تشفی نہ عہد و پیماں نہ یادگاری

بہ رنگِ شمع سحر کرے گی ذلیل محفل میں اس کی جوشش ــــ یہ سوزشِ دل یہ اشک باری یہ اضطراب اور یہ بے قراری

رہی ہر ایک کو یاں جستجوئے درویشی ۶۰۴/۲ کسی سے طے نہ ہوئی راہ کوئے درویشی

بہ رنگِ گل نہیں کپڑے رنگے دکھانے کو ــــ ہمارے خرقے سے آتی ہے بوئے درویشی

رخصت کے وقت سامنے حیران تھے کھڑے ۶۰۵/۲ جب وہ اُدھر چلا ادھر آنسو ڈھلک پڑے

جاتا ہوں اس کے گھر تو یہ رہتا ہے ڈر مجھے ــــ وہ تند خو مبادا کہیں مجھ سے لڑ پڑے

تو خوش مقال ہے کیا بات خوب رو تیری ۶۰۶/۲ سنے ہے نطق کو طوطی کے گفتگو تیری

پسند کرنے لگے سادہ رو بھی اے جوشش ــــ ہوئی ہے ان دنوں کیا صاف گفتگو تیری

برسے ہے سدا ابرِ مژہ سینے پر اپنے ۶۰۷/۴ لگ جائے کہیں زنگ نہ آئینے پر اپنے

ممسک سے بجا ہے جو نہ ہو فیض کسی کو جوں گل نہیں مختار دو گنجینے پر اپنے

جوں آئینہ اے شیخ نہ دم مار صفا سے ٹک آ کر تو نظر سینۂ پر کینے پہ اپنے

مرنے پہ کسی کے کوئی جب روئے ہے جوشش ــــ رقت مجھے آتی ہے بہت جینے پر اپنے

ہر چند ہوئے ہیں تری نخچیر کے ٹکڑے ۶۰۸/۷ پر اب بھی ہے وہ نام پہ شمشیر کے ٹکڑے

میرے ہی دل سخت پہ ٹوٹا ہے سمجھو / لائے ترے آگے جو کوئی تیر کے ٹکڑے

دیوانوں کو لے گئی خبرِ فصلِ بہاری / زنداں میں پڑے رہ گئے زنجیر کے ٹکڑے

عاشق کو ہے کب زندگیِ غیر گوارا / پروانہ یہ چاہے ہے کہ ہوں گل گیر کے ٹکڑے

دکھلایا تری تیغِ جدائی نے یہ عالم / دامن میں بھرے ہیں دلِ دلگیر کے ٹکڑے

اک عضو سے اُس کے نہ لگا لاکھوں ہی کھینچے / بہزاد نے ہر عضو کی تصویر کے ٹکڑے

جوں قصرِ کہن عشق کے صدموں سے اے جوشش — ہوتے چلے اس چشم کی تعمیر کے ٹکڑے

۶۰۹

دیکھا بھی نہ ہو جس نے کبھی خواب جدائی / کس طرح سے ہو اُس کو بھلا تاب جدائی

دریائے محبت میں عجب سیر تھی جوشش — ہوتا نہ اگر اس میں یہ گرداب جدائی

۶۱۰

بر سرِ بام جو وہ ترک نکل کر بیٹھے / مسندِ اوج پہ خورشید سنبھل کر بیٹھے

گردشِ اس چشم کی پیمانۂ بے ہوشی ہے / کوئی نہ مانے تو ذرا سامنے چل کر بیٹھے

اے شبِ وصل بغل بیچ دلِ نالاں بھی ہے / جی دھڑکتا ہے نہ عشرت میں خلل کر بیٹھے

روٹھ کر بیٹھے جو کوئی تو منا سکتے ہیں / اُس سے کچھ چل نہیں سکتا جو مچل کر بیٹھے

مثلِ فرہاد وہی عشق میں نام آور ہو / جان دینے میں جو کوئی کہ پہل کر بیٹھے

گیا بُرا وقت جدائی کا غرض ہوتا ہے / حضرتِ دل ترے ہم دم تھے سو ٹل کر بیٹھے

کیوں نہ ہو نامۂ اعمال سیہ اے جوشش / جو نہ کرتے تھے عمل وہ ہی عمل کر بیٹھے

۶۱۱

دیوانہ ہوں مجھے نہ تساہل سے باندھیے / ہاتھوں کو خوب رشتۂ کاکل سے باندھیے

اہلِ چمن کو اتنا پریشاں نہ کیجیے / بکھرے ہوئے یہ بال ہیں سنبل سے باندھیے

ہرگز نہ ہو جیسے کس دنا کس سے ملتجی — اس غم کدے میں دھیان تو کل سے باندھیے

یہ خوب جانتا ہوں کسی کو کروگے قتل — خنجر کمر میں آپ تجاہل سے باندھیے

اس گلشن جہان میں بد عہد ہیں سبھی — بلبل یہاں نہ عہد کسی گل سے باندھیے

احوال ایک ہے دلِ وحشت سرشت کا — یا جز سے باندھیے اسے یا کل سے باندھیے

جوشش تو اس طرح کی زمینوں میں یاد رکھ — مضموں جو باندھیے سو تامل سے باندھیے

٦١٢/۴ وہ دیوانے سے کیا کم ہے جو ایسے دل کو دل جانے — بہ رنگ غنچۂ تصویر جو ہرگز نہ کھل جانے

مقلد اہل معنے کا نہ ہووے صاحب معنے — صنوبر شکل دل ہے پر اُسے کون اہل دل جانے

دل و جاں گو کہ دیوے اُس کو لیکن مل نہیں سکتا — وہی اُس سے ملے جو کوئی ہماری طرح مل جانے

بیاں کچھ ہو نہیں سکتا ہے اُس کے عہد و پیماں کا — جو کچھ سمجھے تھے عہد اور پیماں وہی پیماں گسل جانے

٦١٣/۴ لیا دل اس خریداری کے صدقے — میں تیرے حسنِ بازاری کے صدقے

کبھی خط کو بناتے ہو کبھی خال — تمہارے حسن بتاری کے صدقے

گرفتار اُس کی زلفوں میں ہوا دل — میں اس دل کی گرفتاری کے صدقے

٦١۴/۴ ہے ہو یہ ہو ہماری صوت و صدا کی گرمی — کس طرح منطفی ہو یادِ خدا کی گرمی

دل کیوں نہ ہو مرا پس انفاس سے شگفتہ — غنچے کو وا کرے ہے بادِ صبا کی گرمی

خورشید عشق کے میں رہتا ہوں زیر سایا — کیا کر سکے گی میرا روزِ جزا کی گرمی

کیا چاہیے سمور و سنجاب و قاقم اُس کو — برداشت ہو نہ جوشش جس کو ذرا کی گرمی

٦١٥ اس غم کدے سے کچھ نہ لگا ہاتھ ہمارے — آہِ دلِ سوزاں ہی چلی ساتھ ہمارے

درد و غم و اندوہ و الم نالۂ جانکاہ — ہیں دشمن جانی سبھی یک ذات ہمارے
جس گھات سے دل تو نے لیا یار ہمارا — افسوس کہ ہاتھ آئی نہ وہ گھات ہمارے
خطرہ نہ کرو آؤ ملو شوق سے پیارے — جو سمجھے ہو دل میں نہیں وہ بات ہمارے
کیا ہم نے بگاڑا فلکِ سفلہ کا جوشش — کیوں درپے ایذا ہے یہ دن رات ہمارے

۶۱۶/۴

دنیا کی جستجو تو ہم سے نہ ہو سکے گی — یہ منت آرزو تو ہم سے نہ ہو سکے گی
بہتیری غائبانہ کرتے رہیں شکایت — پر اُس کے رو بہ رو تو ہم سے نہ ہو سکے گی
مے خانۂ جہاں میں گزران شیخ صاحب — بے جام دے سبو تو ہم سے نہ ہو سکے گی
کیا پوچھتا ہے جوشش تعریف اُس دہن کی — کچھ اس میں گفتگو تو ہم سے نہ ہو سکے گی

۶۱۷/۳

دھیان میں اس کے فنا ہو کر کوئی منہ دیکھ لے — دل وہ آئینہ نہیں جو ہر کوئی منہ دیکھ لے
راہ چلتے منہ چھپانا خوش نہیں آتا مجھے — شرم کیا جب نکلے ہے باہر کوئی منہ دیکھ لے
آپ ہی چہرہ دکھا دے دور کر منہ سے نقاب — لطف کیا ہے زور سے آ کر کوئی منہ دیکھ لے

۶۱۸/۴

لے گئی دل کو اُس کی محجوبی — یہ بھی اپنے نصیب کی خوبی
لیا زبونی نظر پڑی مجھ میں — بولتا ہے جو تو بہ ایں خوبی
دل نہ ہوتا حبابِ سیلِ سرشک — یہاں جو کشتی تری رہی ڈوبی
سبزۂ خط نے کھو دی اے جوشش — اُس کی وہ خوبی اور وہ محبوبی

متفرق اشعار

دیکھی ہے یار جب سے تری زلف خواب میں (۲۱) تب سے یہ دل پڑا ہے عجب پیچ و تاب میں

سدا سنگِ حوادث سہتے ہیں اس شیشۂ دل پر — عجب صدمے گزرتے رہتے ہیں اس شیشۂ دل پہ

یہ سچ ہے کہ اوروں ہی کو تم یاد کرو گے — میرے دلِ ناشاد کو کب شاد کرو گے

نہ دل کی محبت نہ الفت جگر کی — مرے اشک کو دھن بندھی ہے کدھر کی

حرص و ہوا کے ایسا آ کر بھرے ہیں دل میں — کیا کیا خیال باطل گزرا کریں ہیں دل میں

بے طرح ان دنوں دل افسردہ ہو رہا ہے — جی زندگی سے اپنا آزردہ ہو رہا ہے

آنکھوں میں چھا گیا ہے مری جب سے نورِ حق — ہر سنگ و خشت سے ہے نمایاں ظہورِ حق

اے جان تو مجھ سے کیوں خفا ہے — کیا کہتے ہیں اس کو کیا ملا ہے

احوال دیکھ کر مری چشمِ پُر آب کا — دریا سے آج ٹوٹ گیا دل حباب کا

کب ترے کوچے میں یہ خاک نشیں رہتا ہے — بدگماں تو تو عبث چیں بہ جبیں رہتا ہے

لگا کے منہ سے نہ دے جام خوش نہیں آتا — مجھے یہ بوسہ بہ پیغام خوش نہیں آتا

آہ رکتی نہیں اور اشک بہا جاتا ہے — چپ تو رہیے پہ کوئی ہم سے رہا جاتا ہے

یا مہربان تھا وہ یا اس قدر خفا ہے — میاں یوں بھی واہ وا ہے اور یوں بھی واہ وا ہے

ملتا نہیں جس کو چاہتے ہیں — روتے ہیں پڑے کراہتے ہیں

چشم خوں بار کی پانے دو تراوش نہ رہی
ابرو مژگاں میں کسی نوع کی کاوش نہ رہی

آشنا جب کاکل مشکیں سے دست شانہ ہو
یہ دل صد چاک دیوانہ بھلا ہو یا نہ ہو

خلق ہم جیسے ہوئے درد و الم سے کام ہے
یہ سمجھتے ہی نہیں آرام کس کا نام ہے

قتل غیروں کو تو کرتا ہے یہ کیا کرتا ہے
یہ گنہ گار ترا تجھ کو دعا کرتا ہے

چمن میں ذکر کچھ آیا ہے اس کی کاکل کا
جو اس قدر ہے پریشان حال سنبل کا

دو نامہ . . . بھول گئے
ہمیں بتانِ تغافل شعار بھول گئے

لبوں سے گا امتحاں ترا تو کہاں تلک
بس سوز عشق تو گئے استخوان تلک

غیروں پہ اس کا ظلم و ستم دیکھتے رہے
روتے رہے کھڑے رہے ہم دیکھتے رہے

مجھے خیال نہیں کچھ بہ جز خیال صنم
تمام دل میں ہوا جلوہ گر جمال صنم

گر غرض کچھ اب کریں گے اس سے
بوسہ ہی طلب کریں گے اس سے

چمن میں یار بن رہنے کو تو کیا ہے رہا کیجیے
ولیکن جی نہیں لگتا ہمارا اس کو کیا کیجیے

قطرے مرے آنسو کے ہیں یک لخت شرر سے
کیا آگ برستی ہے مرے دیدۂ تر سے

سماجت کی منہ میں مرے سو زباں ہو
وہ نامہرباں مجھ پہ گر مہرباں ہو

اگر شرح کرنے لگوں درد دل کی —
خدا جانتا ہے کہ اک داستاں ہو

نہیں بھاتا کچھ اس اندوہ گیں کو
یہاں سے لے چل اے وحشت کہیں کو

تنگ اودھر ہی رہ اے حرص دنیا
نہ دے تکلیف اس گوشہ نشیں کو

اختیاری کیا ہے یہ آوارگی
وہ مشل ہی بندگی بے چارگی

جی نہیں لگتا کہیں کیا نے بیٹھے — اُٹھ گیا دنیا سے دل یک بارگی

آشنا جب سے ہوئی اُس بتِ ہرجائی سے — در بہ در خاک بہ سر پھرتے ہیں سودائی سے

یہ تجلّی ہوئی اے عشق ترے آنے سے — نور کے اُڑتے ہیں بکے مری کاشانے سے

کیا بہارِ حسن پر موقوف میرا عشق ہے — جب تلک جیتا ہوں میں ہوں اور میرا عشق ہے

چھپ چھپ کے دیکھتے ہو بہت اُس کو ہر کہیں — ہوگا غضب جو پڑ گئی اُس کی نظر کہیں

اے رشکِ آفتاب ترا کیوں کے دید ہو — پھرتی ہے درمیاں سے نظر ناامید ہو

آزردہ ایک آن میں سوبار ہو چکا — وہ ترکِ تند خو تو مرا یار ہو چکا

ہرگز نہ جزا کے دن خجل ہو — جو اپنے کیے سے منفعل ہو

اُس شمع رو کا رات جو دل میں خیال تھا — آنکھوں سے اشک جاری علی الاتصال تھا

وہ گل اندام ہم آغوش کبھی آ کر نہ ہوا — کب مرا خرقۂ پشمینہ معطر نہ ہوا

رباعیات

ہے ساری خدائی کی خبر زیرِ گلیم ۱ — انعام یتیمی میں کرے دُرِّ یتیم

احمد ہے بلا میم محمد میرا — ذات اُس کی بلاشبہ و شک ذاتِ کریم

ہرچند محمد ہے مدینہ کا مقیم (۲) — بیٹھا ہوا تسخیر کرے ہفت اقلیم

اعجاز کروں اُس کا بیاں کیا جوشش — جو ایک اشارے میں کرے مہ کو دو نیم

کرتا جو ہوں شاہِ دوجہاں کی تعریف (۳) — سُن کر نہ کرو میری زباں کی تعریف

حیراں ہیں ملک بشر سے کیوں کر ہووے — پیغمبرِ آخر الزّماں کی تعریف

اس جسم کو خاک میں ملایا ہم نے (۴) ہستی کو اپنی اب بھلایا ہم نے
کیا کہیے حصولِ جستجو کا جوشش — اپنے تئیں کھو کر اُس کو پایا ہم نے

بس حرص و ہوا کی سمت مائل ہیں ہم ۵ ہستیِ وجود ہی کے قائل ہیں ہم
اُٹھتا نہیں جسم سے خودی کا پردہ — دیدارِ خدا کے آپ حائل ہیں ہم

آیا ہے پسند کنجِ عزلت مجھ کو (۶) اک خلق سے ہو گئی ہے نفرت مجھ کو
اُٹھنے کو مزاج چاہتا ہے کس کا — تکلیف اگر نہ دے یہ وحشت مجھ کو

اے دل جو تجھے ہے ہوسِ مے خواری (۷) ہر بزم میں اتنی ہی رہے ہشیاری
ہر چند کوئی پلائے تھوڑی سی بھی — تا ہو نہ خطِ جام خطِ بیہشیاری

جوں چاہیے عجز و انکساری سیکھی ۸ ترکیبِ مدارات کی ساری سیکھی
ہر مور سلیمان ہے میرے نزدیک — جوشش کس سے یہ خاکساری سیکھی

لینا ہے زباں سے نامِ خالق بے جا ۹ اِس امر میں شرط ہے تعلقِ دل کا
حاصل نہیں کچھ کہنے سے اللہ اللہ — طوطے کی طرح پڑھا جو کلمہ تو کیا

پھرتے نہ ہو خراب کسی کے ہمراہ ۱۰ ملتے جو ہو مجھ سے تم تو با صد اکراہ
نے حسن نہ خلق نے مروّت نہ وفا — تس پر یہ گھمنڈ دل میں سبحان اللہ

نے گبر و یہود ہوں نہ اہلِ اسلام ۱۱ میں حضرتِ عشق کا کہاتا ہوں غلام
موقوف کیا ہے کفر و دیں کا جھگڑا — ناحق کے مباحثے سے مجھ کو کیا کام

موقوف کر آہ غم گساری دل کی ۱۲ حد درشمنی ہے یہ دوست داری دل کی
سیماب کی طرح گرم جوشی سے تری — ہوتی ہے زیادہ بے قراری دل کی

آیا ہے موسم بہاراں ساقی ۱۳ رکھتے ہیں خمار مے گساراں ساقی
کس طرح نہ دیکھ روئیں تجھ بن — یہ سرد ہوا یہ ابر و باراں ساقی

اے شیر خدا اخ رسول الثقلین ۱۴ دے فاتح جنگ احد و بدر و حنین
بیماری میں اپنی ہیں اطبا حیران — دے جلد شفا مجھ کو طفیل حسنین

اے واقف اسرار خبر لے میری ۱۵ ہوں دکھ میں گرفتار خبر لے میری
بیماری صعب نے ستایا ہے مجھے — یا حیدر کرار خبر لے میری

نے دل میں ہمارے شوق دنیا کا دیا ۱۶ نے ہاتھ سے اپنے کام عقبیٰ کا لیا
حیراں ہیں کہ خالق حقیقی نے ہمیں — کس واسطے خلق اس زمانے میں کیا

دن رات تری ہمیشہ روتے گزری ۱۷ اوقات تری ہمیشہ روتے گزری
تو خلق ہوا جہاں میں جب سے جوشش — کیا بات تری ہمیشہ روتے گزری

گلشن میں شراب ارغوانی پیجے ۱۸ یا آں کہ بجائے بادہ پانی پیجے
دونوں میں نہیں تفاوت اپنے نزدیک — گر ہاتھ سے تیرے یار جانی پیجے

می نوشی ہماری یا الٰہی نہ گئی ۱۹ اور ابر و ہوا کی خیرخواہی نہ گئی
اس میکدۂ جہاں میں توبہ ہم نے — کرنے کو تو کی و لے نباہی نہ گئی

ساقی کی دوست داری ہم سے چھوٹی ۲۰ اور پیر مغاں کی یاری ہم سے چھوٹی

یوں تو ہیں گنہگار سراپا لیکن — صد شکر کہ بادہ خواری ہم سے چھوٹی
گو جان دے کوئی پر نہ اوس کے ہوں گے ۲۱ جی شوق سے لیں گے اُس کا لیکن ہوں گے
جوشش نہ رکھو ان بتوں سے ہرگز امید — یہ کس کے ہوئے ہیں اور کس کے ہوں گے
کہنا نہ کسی کا دل میں لایا جوشش ۲۲ ان سنگ دلوں سے دل لگایا جوشش
نے کہنے میں دل ہے اب نہ ملتے ہیں بتاں — جیسا میں کیسا تھا ویسا پایا جوشش
خاطر سے اٹھا دیجیے دنیا کی ہوس ۲۳ فریاد میں کیوں رہیے سدا مثل جرس
دیکھا ہے میں اس بحر میں مانند حباب — امید ٹھہرنے کی نہیں ایک نفس
پیدا ہوئی جب سے تیری الفت دل میں ۲۴ نے خواہش عیش ہے نہ عشرت دل میں
رہتا ہوں مدام درد و غم سے محظوظ — آنکھوں میں ہے اشک و آہ حسرت دل میں
شیطان سدا مجھے کراتا ہے گناہ ۲۵ دیتا ہی نہیں دل میں عبادت کو راہ
میں کیا ہوں بلا دی ہے دغا آدم کو — لاحول ولا قوۃ الا باللہ
ہرگز نہ خیال ظلم رانی کیجیے ۲۶ ہر ایک پہ لطف و مہربانی کیجیے
دو دن کی ہے زندگی جہاں میں جوشش — خاطر پہ کسی کی کیوں گرانی کیجیے
ہو بخت سے کاش استفادہ ہم کو ۲۷ مطلب نہیں اور کچھ زیادہ ہم کو
وہ یار کسی طرح سے ہوئے محکوم — رہتا ہے سدا یہی ارادہ ہم کو
یا تخت شہی پہ یاں بٹھائے مولیٰ ۲۸ یا تختے کا منہ ہمیں دکھائے مولیٰ
وہ مالک مختار ہے ہم ہیں مجبور — راضی ہیں بقضا بہ جو رضائے مولیٰ

ہم سے کدۂ دہر میں رہتے ہیں مست ۲۹ رکھتے ہیں غم نیست نہ اندیشۂ ہست
بکتے ہیں یہی ولولۂ مستی میں — کیا خوب مثل ہے زندگی را عشق است

جیسا کہ ترے لطف پہ رکھتے ہیں نظر ۳۰ ویسا ہی ترے قہر سے ہے دل میں ڈر
ہم تو ہیں گنہ گار تری ذات کریم — جس میں ہو بہتری ہماری سو کر

نے ساقی غم گسار و نے شیشۂ مے ۳۱ جو مجھ پہ گزرتی ہے کہوں کیا ہے ہے
دل کا ہے یہ احوال کہ ہر دم ہر آن — پرکالۂ آتش ہے کہ پہلو میں ہے

یہ لہو و لعب یہ شادمانی کب تک ۳۲ یہ عیش و طرب یہ کامرانی کب تک
پابند ہوا و حرص جوشش مت ہو — آخر ہے موت زندگانی کب تک

ہے جن کو یہاں بے طمعی بے غرضی ۳۳ سمجھیں ہیں ترقی و تنزل فرضی
جوشش تو عبث فکر کم و بیش نہ کر — ہوتا ہے وہی جو کچھ ہے اُن کی مرضی

گردوں کو قرار کس زمانے میں ہے ۳۴ پھرتا ہے پڑا دو جس زمانے میں ہے
گرداب کو دیکھ کر بگولے پہ نگاہ — گردش میں ہے جو اس زمانے میں ہے

بے فکر کہاں کوئی زمانے میں ہے ۳۵ جو ہے سو فکر آب و دانے میں ہے
جینے میں بہت خرابیاں ہیں جوشش — آرام ہے کچھ تو مر ہی جانے میں ہے

کس واسطے ہم نالہ و فریاد کریں ۳۶ بے فائدہ کیوں عمر کو برباد کریں
آتا ہے یہی جی میں کہ جب تک ہے زیست — چپکے ہی رہیں اور تری یاد کریں

ہے تیری کریمی کا بھروسا سب کو ۳۷ مانگے ہے دعا یہ ایک عالم رو رو

یا رب کریم پنج تن کا صدقہ — برسے باراں یہ حکم باران کو ہو
کل رات عجب طرح سے گزری ہیہات ۳۸ اوقات عجب طرح سے گزری ہیہات
نہ چنگ و رباب تھا نہ ساقی نہ شراب — ہیہات عجب طرح سے گزری ہیہات
ہردم یہ آہِ سرد بھرنا کیا ہے ۳۹ نے زندگی دو روزہ کرنا کیا ہے
اپنے جس حال میں ہے جوشش خوش رہ — آخر مرنا ہے اتنا ڈرنا کیا ہے
کرتا ہے خیال سو سو پھیرے دل میں ۴۰ گھر میں نے کیا نہ یار تیرے دل میں
حسرت ہی میں اس بات کی مر جاؤں گا — افسوس ہی رہ جائے گا میرے دل میں
بے کل ہو جو اس کے پاس جاتے ہیں ہم ۴۱ حال دل بے تاب ستاتے ہیں ہم
جوشش وہ منہ نہیں لگاتا ہم کو — اپنا سا منہ لیے پھر آتے ہیں ہم

مخمسات

ہم دوانے ہیں سمجھتے ہی نہیں خوب و زشت ۱ بند مظہر حق نظر آتا ہے ہر اک سنگ و خشت
جگہ آرام کی اپنے ہے یہی دیر و کنشت بروائے زاہد و دعوت نہ کم سوئے بہشت
کہ خدا در ازل از بہر بہشتم نہ سرشت

شیخ دہقانی تجھے بھول گئی اپنی کاشت کیا ہی کیا رنج و تعب روز کری تھا برداشت
کیوں پڑا سوتا ہے اب شام سے لیکر تا چاشت یک جو از خرمن ہستی نہ تواند برداشت

ہر کہ از تخمِ فنا در رہِ حق دانہ نکشت

مے کشی رندی و مستی ہے دوانوں کو مباح | گو رہِ عشق میں دیکھیں نہ کبھی روئے فلاح
شیخ بخشے ہے عبث مجھ سے تو ہر شام و صباح | تو و تسبیح و مصلیٰ و رہِ زہد و صلاح

من و بت خانہ و زنار و رہِ دیر و کنشت

میں تو عاصی ہوں گنہ گار ہوں اور دم ہی کریم | خواہ جنت مری قسمت میں کرے خواہ جحیم
تجھ کو کیا اس سے اگر ہوئے تجھے طبع سلیم | منعم از مے مکن اے زاہدِ صوفی کہ حکیم

در ازل طینت ما را بہ مے ناب سرشت

گو کوئی بیٹھے بچھا کر کے ریا کی مسند | اور ہو خلق کی ہر ایک طرف سے آمد
یار و کہتا نہیں یہ بات میں از راہِ حسد | راحت عین بہشت و لب جو بیش نبود

ہر کہ او دامنِ دل دار خود از دست بہشت

حلقے کھینچا ہی کرے ہی دو بہ صد رنج و محن | اور تسبیح و مصلیٰ ہی سے کرتا ہی سخن
گو ہوئے مشق اسے ساری مشیخت کے فن | صوفیِ صاف بہشتی نبود زانکہ چو من

خرقہ در بیع کہ را در گروِ بادہ نہشت

تجھ کو جو شخص جو گنہ گار کہیں نیک و بد | فی الحقیقت ہی اُسے جان نہ از راہِ حسد
واسطے تیرے یہی شعر ہے حافظ کا سند | حافظا لطفِ حق ار با تو عنایت دارد

باش فارغ ز غمِ دوزخ و از یادِ بہشت

مخمس دوم ۵ بند

جب سے شب فرقت نے صورت مجھے دکھلائی ۔ ہے اشک کی بہتایت آوارگی رسوائی
آنکھوں میں خلائق کی ٹھہراہوں میں سودائی ۔ اے پادشہ خوباں داد از غم تنہائی
دل بے تو بہ جاں آمد وقت ست کہ باز آئی

گھبرائیے فرقت میں تو عشق میں ہی خامی ۔ اور آہ و فغاں کرنا ہے موجب بدنامی
گو دور رکھے تجھ سے یہ گردش ایامی ۔ اے درد تو ام درماں در بستر ناکامی
دے یاد تو ام مونس در گوشۂ تنہائی

پہلو میں دل مضطر ہونٹوں پہ ہی آہ سرد ۔ آنکھوں میں بھری آنسو لب خشک ہی چہرہ زرد
کہنے میں نہیں آتا ہم کیا کہیں اپنا درد ۔ مشتاقی و مہجوری دور از تو چناںم کرد
کز دست بہ خواہد شد پایان شکیبائی

پھرتے ہیں اُسے جویاں حیران و پریشاں ہم ۔ فرصت ہنیں یک ساعت آرام ہنیں اک دم
روتے ہیں بہ شدت اور پڑھتے ہیں یہی ہیہم ۔ یارب بہ کہ بتواں گفت ایں نکتہ کہ در عالم
رخسارہ بکس نہ نمود آں شاہد ہرجائی

جوشش یہی کہتا ہی برآتے ہیں سب مقصد ۔ شادی سے مبدل اب ہوتا ہے غم بیحد
ہو عیش سے ہم بستر عشرت کی بچھا مسند ۔ حافظ شب ہجراں شد بوی خوش یار آمد
شادیت مبارک باد ای عاشق شیدائی

مخمس سوم ۷ بند

۳
۳۵

اُٹھے تھے شعلۂ غم ایک روز سینے سے ۔ بہ تنگ سخت ہوا تھا میں اپنے جینے سے
پڑھے تھا شعر یہی دیکھ کر سفینے سے ۔ نہ ہاتھ اُٹھائے فلک گو ہمارے کینے سے
کسے دماغ کہ ہو دوبدو کمینے سے

نہ سر پہ چتر پھرے گو کہ ابر نیساں کا ۔ نہ بادشاہ کہاؤں میں جن و انساں کا
نہ حکمران ہوں ہر شہر و ہر بیاباں کا ۔ نہیں خیال مجھے خاتم سلیماں کا
بہ رنگ نام ہوں برکندہ دل نگینے سے

جو دیکھا ساقی کو مغرور مے پرستوں نے ۔ صراحی سنگ سے کی چور مے پرستوں نے
پیالہ پھینک دیا دور مے پرستوں نے ۔ بسان دانۂ انگور مے پرستوں نے
لیا ہے فیض مرے دل کے آبگینے سے

کیا خراب خیالات دور نے ہم کو ۔ رہ صواب سے پھیرا غرور نے ہم کو
کیا نہ منفعل اپنے قصور نے ہم کو ۔ مآل کار سمجھایا شعور نے ہم کو
بہ نقد مال لگا ہاتھ اس دفینے سے

تمام عمر قفس میں مری گزر جائے ۔ رہے نہ طاقت پرواز بال و پر جائے
غرض قبول ہے یہ جان بھی اگر جائے ۔ ڈروں ہوں میں کہ دل زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

نہ پھولتے ہوئے اس گلستاں کے کچھ عرصہ
نہ ربط کو ہے گل و بلبلاں کے کچھ عرصہ
نہ آتے جاتے بہار و خزاں سے کچھ عرصہ
ترقی اور تنزل کو یاں کے کچھ عرصہ
مثال ماہ زیادہ نہیں مہینے سے

پڑا ہے شور ترا اب چمن چمن اے درد
کفن ہوا تن غنچہ نہ پیرہن اے درد
کہا ہی چاہیے جو شش ہے یہ سخن اے درد
بسا ہے کون ترے دل میں گل بدن اے درد
کہ بو گلاب کی آئی ترے پسینے سے

مثنویات

مثنوی در ہجو ٹکاری

ہے یہ چرخ کمینہ دون پرور
دشمن خاندان اہل ہنر
کس زباں سے میں اس کی ہجو کروں
ایک ایذا رساں ہے یہ ملعوں
گر شکایت کروں کچھ اس کی رقم
تیغ غیرت کرے زباں کو قلم
خطرۂ آسمان کرتا ہوں
حال اپنا بیان کرتا ہوں
ایک مدت سے شہر میں تھے ہم
نے کہیں ذکر رنج تھا نے غم
حب دنیا سے ننگ رکھتے تھے
ساتھ اپنے ہی جنگ رکھتے تھے
ہم نشینی تھی گوشہ گیر دل سے
ملتے پھرتے تھے ہم فقیر دل سے

اتفاقاً یہ اتفاق ہوا
شہر کا رہنا دل پہ شاق ہوا

فلکِ حیلہ جو نے شہ پائی
چھوٹتے اُس کے جی میں یہ آئی

قدر ناندہ و غم نہیں اس کو
لے چلا چاہیے کہیں اس کو

تا ہو آگاہ درد و رنج و محن
نہ کرے خوش دلی سے فکرِ سخن

الغرض مجھ کو لے چلا واں سے
ہو گئی دوری ہم کو جاں سے

ساتھ لے خستگی و خواری کو
لا دکھایا سب مجھے شکاری کو

جس گھڑی قلعے کے میں پاس گیا
دیکھتے ہی مرا حواس گیا

لگا کہنے اُٹھا کے دستِ دعا
ہوا مجھ سے گناہ ایسا کیا

یا الٰہی تو کس جگہ لایا
کیوں مجھے یہ زمانہ دکھلایا

گرد اس کے ہے خندق ایسی عمیق
کہ سراپا ہے قلعہ اس میں غریق

نہ کہیں برج ہے نہ بارہ ہے
کسی دریا کا یہ کنارہ ہے

خاک میں مل گئی ہے ساری فصیل
جا بجا رہ گئی ہے قدرِ قلیل

زندھی نہیں ہے آشیانۂ چغد
دہنِ توپ تک ہے خانۂ چغد

یہ کھڑا ہے جو کہنہ دروازہ
ہجو اس کی ہے معنیٔ تازہ

ہیں جو اس میں کواڑ چسپیدہ
تا بہ چوکھٹ تمام پوسیدہ

جائے نقار خانہ اُس کے اوپر
کر دی ہے شکست شور و شر

دیکھو ٹک دیکھو گردشِ افلاک
قلعہ سارا ہے ایک تودۂ خاک

بارے جا قلعے میں دخیل ہوئے | سخت رسوا ہوئے ذلیل ہوئے

نہ ملی جاگہ ہم کو رہنے کو | رہ گئی یہ بھی بات کہنے کو

کیوں نہ ہو واں جگہ کا ملنا محال | یارو ہوئے جہاں کا یہ احوال

چند گھر ہیں جو درمیانِ قلعہ | جن سے ہے نام اور نشانِ قلعہ

کیا کہوں ان کی ہیں خوش اسلوبی | جن کی تعمیر کی ہے یہ خوبی

چار دیوار اس پاس نہیں | ہیں بھی چھپر تو اُن پہ گھاس نہیں

تیاں ان میں جو لگائی ہیں | بنیاں کیا دیا سلائیاں ہیں

مے کہیں دہ رہا ہے نے دیوا | جوشِ باراں سے پڑ گئے ہیں غا

گڑھے سے یہ مکان کیا کم ہیں | رشکِ بیت الخلائے عالم ہیں

لوگ کہتے ہیں جس کو رنگ محل | کیے اس میں شکست نے یہ خلل

ہے جو دالان در نہ دار دہے | سائباں کا اثر نہ دار دہے

کوٹھری ہے تو چھت نہیں اس میں | ہے جو کوٹھا تو ست نہیں اس میں

زیرِ سقف اس کے ٹک جو ہوویں کھڑا | ڈر رہے ہے کہیں یہ گر نہ پڑے

اتنے بوسیدہ ہو گئے ہیں منایر | صحن خانہ میں لگ رہے ہیں ڈھیر

خم ہو رہ گئے ہیں ساری ستون | رنگ ان پر ہے مالکوں کا خون

اور عمارات تو جو ہیں اکثر | فی الحقیقت وہ ان سے بھی بدتر

قلعے کا تو عیاں ہوا سب حال | اب سنو اس کے گرد کا احوال

گاؤں سارے اُجاڑ ہی دیکھے ۔ جھاڑ جنگل پہاڑ ہی دیکھے

کون جا ہے جہاں نہ قوم نہیں ۔ کون گھر ہے کہ جس میں بوم نہیں

جس طرف دیکھتے ہیں کھنڈھر ہے ۔ چغد و زاغ و زغن ہی کا گھر ہے

کہیں باقی رہی نہ آبادی ۔ ہے گھروں میں شغال کے شادی

اب وہ سرسبز کشت زار کہاں ۔ سبزۂ نو کہاں بہار کہاں

کھیت جتنے ہیں ہار ہیں ان میں ۔ یا کٹیلوں کے جھاڑ ہیں ان میں

پہنچتی ہے جہاں تلک کہ نگاہ ۔ نظر آتا ہے صرف سبزۂ کاہ

ہے بگولا ہلاک اس غم میں ۔ سر پہ ڈالے ہے خاک اس غم میں

یا الٰہی میں کس طرف جاؤں ۔ سرکشی اپنی کس کو دکھلاؤں

آدمی کا کہیں نشان نہیں ۔ ہیں بھی بعضے تو ان میں جان نہیں

غرض ایسا کوئی دیار نہیں ۔ اور ہے بھی تو آشنا خوار نہیں

ہو گئے ہیں اُجاڑ شہر کے شہر ۔ پر ہے یہ ملک بس خدا کا قہر

کہیں سنتے نہیں صدائے شغال ۔ شیر ہی بولتے ہیں جائے شغال

چاہیے اہلِ ہوش یاں نہ رہے ۔ ہوئیں حیواں جہاں وہاں نہ رہے

اور رہے بھی یہاں تو کھائے کیا ۔ کھانے کے واسطے پکائے کیا

کھانے کو چاہیے جو کچھ اسباب ۔ سو تو ہے یک قلم یہاں نایاب

ایک دانہ نہیں گھروں کے بیچ ۔ خاک اُڑتی ہے خرمنوں کے بیچ

بعض بنیا جو رہ گیا ہے کہیں
اُس کی دُکان میں بھی خاک نہیں

یہ تو ممکن نہیں کہ یاں کچھ کھاؤ
یوں پکایا کرو خیالی پلاؤ

چپ ہو کوشش نہ کر تو جوش و خروش
عقل سر پر کھڑی کہے ہے خموش

طول کرنے سے فائدہ کیا ہے —
مثنوی مختصر تماشا ہے

نقل کبوتر باز

اک محلے بیچ تھے کبوتر باز ۲/۱۲
اپنے فن میں سبھوں سے تھے ممتاز

ٹھاٹ تھا ان کے کبوتر کا
گھر نہ تھا ان کا تکیہ تھا پر کا

بلیاں خبنی تھیں محلے کی
اک محلہ کیا پتے پتے کی

چھٹیاں رہتیں جعفری کے ساتھ
ماریں تھیں نت کبوتروں پر ہاتھ

ایک دن آپ تو کہیں کو چلے
کہ گئے جورو کو تقیّد سے

ایک پر بھی مرے کبوتر کا
کسی بلّی نے گر کہیں چھیڑا

آتے ہی لینے دوں نہ تجھ کو سانس
چھوٹتے ..... میں چلا دوں بانس

سن کے یہ وہ غریب چپکی رہی
دل میں کہنے لگی کہ خوب کہی

بارے ناچار کر خدا پہ نظر
چھیک کر بیٹھی جعفری کا در

دور کر اپنے اور بگانے کو
بے تکلف لگی نہانے کو

اتفاقاً کہیں تھا اک بلاّ — جیسے کتّے کا ہو بڑا پلاّ
توڑ کر جعفری کو جا ہی گھسا — اک کبوتر کو موذی نے بھاگا
چڑھ گیا جلد ایک کوٹھے پر — تھا وہ کوٹھا سبھوں کا مدِّ نظر
اس کی پڑتی جو ہے گی اس پہ نظر — تن بدن کی رہی نہ اس کو خبر
بارے جا پہنچی یہ بھی اس کے ساتھ — وہ کوئی آئے ہے کسی کے ہاتھ
دیکھ کر رنڈیاں محلّے کی — لگیں کہنے کہ خیر ہے بی بی
سن کے یہ بات بھر کے ٹھنڈی سانس — بولی ننگی بھلی کہ ... میں بانس

نقل افیونی

۳/۹

اک افیمی کی نقل کرتا ہوں — نقل کرتے بھی اس کی ڈرتا ہوں
کہ مبادا اس کا منہ پہ آئے نام — ہو کے بے خود کہوں رحیم کو رام
اک نقل اس کی مجھ کو بھاتی ہے — اس لیے اب زباں پہ آتی ہے
ایک دن آپ گھولتے تھے نشہ — ہوا از بس ہجوم مکھی کا
ایک کی آتی ہے جو کم بختی — ہم صفیروں سے اپنے وہ بہکی
جا گھسی ان کی ناک میں اے یار — خواب غفلت سے آپ ہو بیدار
انگلی ... میں ڈال تھام کے ناک — بولتے کیا ہیں ... پاک؟

. . . . کدھر تو جائے گی — اب مجھے کس طرح ستائے گی

الغرض جو نسیم کھاتا ہے — . . . گردن کو بھول جاتا ہے

اے صاحبِ حسن و خلق تجھ سا ہے — پیدا نہ کوئی ہوا نہ ہوگا

خورشید اگرچہ بادشا ہے — تیرے دروازے کا گدا ہے

جلوے پہ جو تیرا حسن آئے — مہتاب نہ اس کی تاب لائے

نے حور ہے تو نہ تو پری ہے — پر مالکِ ملکِ دل بری ہے

جس وقت تو خوش خرام ہوئے — شمشاد ترا غلام ہوئے

آگے تیرے جو آئے شیریں — لونڈی تیری کہائے شیریں

برپا کرتا ہے یاں قیامت — اللہ رے تیرا قد و قامت

شیریں صفتوں ہو دیکھ تجھ کو — لیلیٰ مجنوں ہو دیکھ تجھ کو

مانی جو ٹک تو منہ دکھائے — کاغذ پھاڑے قلم جلائے

بہزاد جو کھینچے تیری تصویر — لاگے ترے عشق کا اسے تیر

جس وقت تو بے حجاب ہوئے — سارا عالم خراب ہوئے

آئینے کو تو جو منہ دکھائے — وہ اپنی صفا کو بھول جائے

ہے جیسی صفا ترے سخن میں — ایسا اک در نہیں عدن میں

گانا ترا کیا کہوں میں کیا ہے — جادو ہے سحر ہے بلا ہے

گانے پہ مزاج جب ترا ہو — سمجھے گر [illegible] باورا ہو

تجھ میں بتر نگ بے سخن ہے　　اس واسطے نام نورتن ہے
اپنی یہ دعا ہے تاقیامت　　اللہ تجھے رکھے سلامت

قطعات

۱/۲

بزم جہاں ہے رنگیں جوں لالہ زار ہولی　　لائی ہے ساتھ اپنے تو کیا بہار ہولی
بکتے گلال کے جو ہر طرف اڑ رہے ہیں　　دل کا نکالتی ہے اپنے غبار ہولی
پچکاری ہاتھ میں ہے ناکاری باتیں منہ پہ　　آپس میں کھیلتے ہیں یوں گل عذار ہولی
گردن میں ایک کے ہے ہاتھ ایک کا حمائل　　باہم کریں ہیں بیٹھے بوس و کنار ہولی
بے اختیار آتی ہے یہ ترنگ دل میں　　پہلو میں کھینچ لیجیے اور کیجیے پیار ہولی
رنگیں لباس پہرے بیٹھے ہیں ہر پری رو　　آپس میں قمقموں کی ہوتی ہے مار ہولی
چھاتی کے قمقموں پہ جب قمقمہ سے لگے ہے　　خنداں نظر پڑے ہے مثل انار ہولی
جی چاہتا یہی ہے اس وقت بے تکلف　　ہاتھوں میں لے کر ان کو دیجے فشار ہولی
ابرک کی ڈھال ہے اور ہاتھوں میں قمقمے ہیں　　کھیلے ہے اس طرح سے اب ہنرگار ہولی
یہ شوق ہے دلوں میں ترا کہ تیرے ہوتے　　ہر طرف ہو رہی ہے تیری پکار ہولی
لے لے ابیر و ابرک ہر سو اڑا اڑا کر　　ہر شخص بولتا ہے بے اختیار ہولی
ہے راگ و رنگ ہر سو یاں باورا ہے بیجو　　گاتا ہے ہر پری رو دیپک تا ہولی
ڈھولک ستار و طبلہ چنگ و رباب و قانون　　سب بج رہے ہیں باجے تا موسیقار ہولی

اک طرف ڈومنی ہے اک طرف راج پاتر — اک طرف کنچنی ہے گاتی پکار ہولی
اک طرف ناچتے ہیں گت لونڈی بھگتیوں کے — اک طرف بھانڈ گاتے ہیں ٹھٹے مار ہولی
اور کہتے ہیں کہ بھڑوا ہو جو نہ ہولی کھیلے — اس وقت تو ہوئی ہے ہم پر سوار ہولی
ہولی کا موسم آیا عشرت نے منہ دکھایا — لے شاہ تا گدا سب کھیلیں ہیں یار ہولی
اس سال گر نہ ہوئے گا تو شریک مجلس — روئے گی تیرے در پر جا زار زار ہولی
جاں میر و ابرک خاک ہی اڑا اڑا کر — کھیلیں دھلینڈی کے دن سب نثار ہولی
جوشش ابیر و ابرک اڑتا نہیں سروں پر — لعل و گہر کرے ہے سب پر نثار ہولی

قطعۂ تاریخ وفات میر وارث علی نالاں تخلص

مر گیا جب سے میرا سید پاک — چشم گریاں ہے سینہ بریاں ہے
شام تا صبح صبح سے تا شام — ہاتھ میرا ہے اور گریباں ہے
اٹھ گیا شعر و شاعری کا لطف — اس کے غم میں ہے جو سخنداں ہے
نہ قصیدہ پڑھے ہے کوئی نہ قطعہ — نہ کوئی دہر میں غزل خواں ہے
فکر تاریخ فوت تھی اس کی — کہا ہاتف نے کیوں تو حیراں ہے
نام کو اس کے اور تخلص کو — جمع کر دیکھ فہم گر میاں ہے
جوشش اس کی وفات کی تاریخ — میر وارث علی نالاں ہے (ہجری ۹۹)

اے خداوند جہاں قبلۂ وارستہ دلاں (۳ / ۱۰) — مبدع لطف و کرم منبع جود و احساں

کون غم خوار ہے تجھ ذات سوا عالم میں — کیجیے کس سے پریشانی احوال بیاں
تنگ دل غنچہ صفت ہوں چمن دہر کے بیچ — آئینہ دار ہر اک بزم میں ہوں میں حیراں
نے مجھے تاب و تواں ہے نہ مری جی کو قرار — نے مرے سینے میں دل ہے نہ یہ چشم گریاں
پڑا پھرتا ہوں میں سرگشتہ بگولے کی طرح — نے کہیں ٹھور ٹھکانا ہے نہ ہے کوئی مکاں
شاہد حال خدا ہے مری ان باتوں کا — کچھ غلط اس میں کیا ہوئے اگر شرح و بیاں
اپنے معبود سے ہر صبح یہ مانگوں ہوں دعا — اور ہر شام کیا ہے میں یہی وردِ زباں
یا الٰہی بہ طفیل حضرات معصوم — جب تلک اس کہنہ سرا میں ہے یہ جوشش مہماں
خوانِ الوانِ لئیماں سے رکھ اس کو محروم — دے اسے دست کریماں ہی سے یک پارۂ ناں
ہے بہت بے ادبی طول سخن اس کے حضور — جو زباں داں کہ سمجھا ہو خموشی کی زباں

قطعۂ تاریخ وفات محمد قلی خاں مشتاق تخلص

ہمارا خانِ عالی شان جوشش — ۳/ہ — گیا اُٹھ اس جہاں سے ایک دم میں
غم اس کا دوستوں ہی کو نہیں ہے — فلک بھی ہے سیہ پوش اس کے غم میں
کہاں تک روئیے ماتم میں اُس کے — نہیں باقی رہا نم چشم نم میں
جو تاریخ وفاتِ خانِ مرحوم — یہ چاہا کہیے اس درد و الم میں
گریباں پھاڑ اپنا ہاتفِ غیب — یہ بولا "اب گیا مشتاق ارم میں"

قصائد

قصیدۂ اول نعت در جناب رسالت مآب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم

۱ / ۳۵

جو کوئی درگہِ عالی کا تیری ہو زوّار — لگے پلک سے پلک پھر نہ اُس کی آئینہ وار

ہر ایک زینۂ در ہے کہ رشکِ پایۂ عرش — ملائکانِ مقرّب کا واں نہیں ہے گزار

سپہر پایہ ہو وہ آستاں ترا جس میں — ستارہ وار ہیں گلمیخ دیدۂ بیدار

بنائے گنبدِ عالی ہے ایک قبّۂ نور — فرشتے اُس کے ہیں مزدور ذاتِ حق معمار

کلس کلس نہیں ہے گنبدِ منوّر کا — لگے ہیں سینچے میں اُس کے سبعۂ سیّار

نظر نہ ٹھہرے ترے مرقدِ مقدّس پر — بسانِ طور سراپا ہے وہ تجلّی زار

میں راست باز ہوں یہ بات راست کہتا ہوں — دو نردبانِ فلک اُس کے دونوں ہیں مینار

زمینِ صحنِ مبارک یہاں تلک ہے صاف — نگاہ کیجیے تو فلس سمک تلک ہو شمار

جو دیکھے مہر تو آنکھ اس کی بھی جھپک جائے — جھلک رکھے ہے یہ ہر وقت ہر در و دیوار

لکھے ہیں آیۂ قرآن سب بہ آبِ طلا — بیاں میں نہیں آتا کچھ اس کا نقش و نگار

ظہورِ نور ترا یوں محیطِ عالم ہے — کہ جیسے نقطے کے حاوی دائرۂ پرکار

ترا کلام وہ معجز بیان ہے شاہا — کہ جس کو سنتے ہی کفّار ہو گئے دیں دار

جو ہو بڑا ہی زباں آور و کلیم کلام
نہ ہوئے اس کو تری آگے طاقت گفتار

ترا وہ ابر کرم خلق پر ہے سایہ فگن
بجھا دے آتش دوزخ کو جس کی ایک پھوار

تری سخا کے سبب کیسہ ہر تہی کیسہ
رکھے ہے ماہ سے ماہی تلک پر از دینار

تمام عالم اگر زنگبار ہو جائے
نہ دیکھے تیغ عدوکش تری رخ زنگار

جو تیر دست مبارک فلک پہ جائے بیٹھ
ادھر نظر پڑے سوفار اُدھر پیکاں پار

عجب نہیں ہے کہ اس شبہے میں پڑے عالم
کہ ہے یہ اختر تابندہ یا کہ ہے سوفار

زباں بری ہے قاصر بیان میں اس کے
میں کس زباں سے کروں معجزے تری اظہار

یہ معجزہ ہے کہ امّی لقب ہو جو کوئی
اسی پہ علم لدنّی کا آخرش ہو مدار

یہ معجزہ ہے کہ شق القمر کیا تونے
یہ معجزا ہی زمرکان نخل لعل دی بار

یہ معجزہ ہے کہ قسمت کرے تو جس شے کو
مساوی ہوئے دو مقسوم ہر صغار و کبار

یہ معجزہ ہے کہ سر بند ہاتھ ہی میں رہا
نظر نہ آیا کمر کا تری کہیں آثار

مہندسان زمانہ ہزار قصد کریں
کسی سے ہوئے نہ اعجاز احمدی کا شمار

کشایش اُس کی ہے تقدیر میں ترے ہاتھوں
کھلے نہ ناخن تدبیر سے جو عقدۂ کار

دو جرم بخش کہ بخشایش گنہ اُس کی
زباں پہ آنے نہ دیوے کسی کے استغفار

جو بوے گلشن خلق اُس کی لے نہ جائے نسیم
نہ مشک بو ہو کبھی ناف آہو تاتار

زمین بھی پھرے پانی میں جوں کف دریا
سر زمیں پہ اگر ہو نہ اُس کے علم کا بار

وغا کے روز ہو کیسا ہی رستم دستاں
مقابلہ نہ کرے اس کا لائے رو بہ فرار

جہاد پر جو کمر باندھے لشکرِ اسلام ‏ کلوخ ہاتھ نہ آئے بجز بسرِ کفار
کیا کرم نے ہلالِ مشکلات تجھے ‏ ترے کرم سے نہ دشوار ہوگئے دشوار
تری جناب مقابیں ہیں اے شہِ کونین ‏ دعا یہ مانگوں ہوں ہیں صبح و شام لیل و نہار
گناہ گار ہوں عاصی ہوں اُمتوں میں تری ‏ شمار ہوں نہ جدا اُمّ مرے بروزِ شمار
زمیں کے سر پہ ہی جب تک کہ سایبانِ فلک ‏ فلک کے سر پہ ہی جب تک کہ مہر کی دستار
موافقوں کے تری پاؤں دولت و اقبال — ‏ مخالفوں کے رہے سر پہ سایۂ ادبار

۲/۴۴

صاف طینت نہ کیا چاہیے گردوں کو خیال ‏ عکس رکھتا ہے یہ ہر ایک سے آئینہ مثال
ناتواں بینی کی نہ رکھ چشمِ توقع اس سے ‏ پست ہمت ہے نہ کر اس کی بزرگی کا خیال
ماہِ نو کو ہی دیتا ہے ترقی صنیار ‏ بدر کے سر پہ ہی لاتا ہے آخر کو زوال
شعبدہ بازی و نیرنگی سے اس کج رو کی ‏ اہلِ کارانِ فلک کا ہے عجب کچھ احوال
حاکمِ شب جو ہی مہتاب گر اُس کو دیکھو ‏ چہرۂ صاف پہ اُس کے ہی جمی گردِ ملال
نہ عطارد کو دبیری کا بھروسا اپنی ‏ نہ غم و غصہ سے ہے رنگِ رخِ زہرہ بحال
ہر سحر خوفِ ستم سے اسی بدطینت کے ‏ کانپتا نکلے ہی خورشید براں جاہ و جلال
دیکھ دیکھ آٹھ پہر اس کی تلوّن طبعی ‏ نہیں مریخ کو کنوالی پہ کچھ استقلال
چرخِ ہفتم نے دیا چرخِ زحل کو ایسا ‏ کہ وہ تھا بدر کے مانند ہوا شکلِ ہلال
اس جفا کار و جفا جو کے جو بارہ ہیں بروج ‏ گزری ہی رنج و تعب میں ہی انھوں کی مہ و سال
غلطی ہی جو حمل پر کریں آرام حمل ‏ سر کے ٹکرانے میں اُس کو نہیں اک دم اہمال

بار اندوہ و غم و رنج و مصیبت کے سبب
تو تڑپ رم کرنے لگا اور زباں دی ہے نکال

دور نہ خوف جدائی سے دور رہتا ہے مدام
گرچہ جوزا کو میسر ہے شب و روز وصال

دست و پا گم کیے بے ہوش پڑا ہے سرطاں
تاب و طاقت نہیں اتنی کہ چلے پاؤں نکال

جب سے آ کر کے پڑا پنجے میں اس موذی کے
تھا اسد شیر ژیاں ہو گیا مانند شغال

قربت شکل اسد سے کہ مجازی ہے وہ
مثل سنبل ہے سدا سنبلہ آشفتہ حال

ہاتھ سے اس کے گئے پلۂ میزاں نہ اٹھا
کثرت بار غم اوپر یہ نہ اٹھتا ہے دال

رات دن درپئے ایذا یہ فلک رہتا ہے
نیش عقرب کا نہیں چھوڑتا دیکھو دنبال

دیکھ کر حال بروج اور تعدی اس کی
قوس نے ڈر سے دیا تیر و کماں ہاتھ سے ڈال

متلاشی کسی ذابح کا نہیں یہ قصاب
لحم و شحم اپنا ہوا ہی گا جدی کو جنجال

فرصت اک دم نہیں ملتی کہ وہ آرام کرے
دلو کو بھرتے ہی گزری ہے سدا مشک و کھال

خشک آتا ہے نظر چشمۂ خورشید تلک
زندگی حوت کو بے آب ہوئی سر کا وبال

کئی نادان اگر اکٹھے ہوں مثال پرویں
اور جوزا کی طرح جمع ہوں دو اہل کمال

متفق رہنے میں ان کے خلل انداز یہ ہو
ان کے آپس میں نہ ہونے دے کبھی قال و مقال

جس کسی کی حرکات و سکنات ایسی ہوں
فائدہ کیا جو رقم کیجیے اس کے افعال

کیوں نہ پھر وصف کروں اس شہ دیں پرور کا
جس سے ہے دین قوی نصرت تیغ جلال

یعنی وہ شیر خدا قوت بازوئے رسول
کہ اگر تیغ دو سر اس کی نہ ہوتی قتال

منہدم ہوتی نہ گردن کشی ظلمت کفر
نور ایماں دکھاتا ہی نہ عالم میں جمال

گر نہ ہوتی یہ خدا ذات مبارک اس کی
مشکلات دو جہاں کا تھا نہ کوئی حلال

کھول سکتا تھا کوئی عقدۂ کار دنیا
کر سکے تھا کوئی حل دین کے عقدے فی الحال

حفظ اس کا جو نہ ہو سایہ فگن عالم پر
چار ارکان عناصر کا یہ ہوئے احوال

آب آتش کے جگر میں نہ رکھے ایک شرر
باد کے ہاتھ سے ہو خاک کو آرام محال

ہو طبیعت پہ اگر اس کی غضب مستولی
اور وہ دیکھے کبھی گاہ غضب آنکھ نکال

خوف سے خلقت انساں تن نقطہ ہل جائے
راست کہتا ہوں ہیں یہ بات کرو جو خیال

نہ رہے عرش نہ کرسی نہ زمین و نہ زماں
نہ رہے مشرق و مغرب نہ جنوب نہ شمال

کوہ پیکر ہو کوئی یا ہو کوئی رؤیں تن
سامنا چھوڑ دے جس وقت اسے آئے جلال

آتش قہر کا اس کے جو پڑے ایک شرر
کودنے اور اچھلنے لگے اگیا بیتال

بحر بخشش جو کبھی جوش میں آئے اس کا
ہوں ابھی کیسہ سبھی مثل صدف مالا مال

زر فشانی کو اٹھائے وہ اگر دست عطا
لائے خاطر میں تونگر کو نہ کوئی کنگال

گر ارادہ وہ کرے کھینچے تیر اندازی
جتنے اس روئے زمیں پر نظر آتے ہیں جبال

ساتھ ہی اس کے ارادے کے تیقن یہ ہے
کہ شتابی سبھی ہو جائیں بہ شکل غربال

جا کے اس درگہ عالی میں بصد عجز و نیاز
پڑھوں اک مطلع ثانی یہی آیا ہے خیال

اے شہ کون و مکاں دیکھ ترا جاہ و جلال
دست بستہ ہیں شہ ماضی و مستقبل و حال

آستاں بوس تری آن کریں ہیں سب ہی
غوث اور قطب و ولی عارف و اوتاد و ابدال

خوشہ چین خرمن عالی کے ہیں ای باب علوم
حکما و علما و فضلا اہل کمال

عہد میں تیرے نہ دے کوئی کسی کو ایذا — ہے سدا شیر کے جنگل میں چراگاہِ غزال

عدل ایسا ہے ترا خوف عدالت سے تری — رات دن بھاگا ہی پھرتا ہے فلک سا قتال

تیری تیغ دو زباں وہ ہے ثنا میں جس کی — ہوئے دو ٹکڑے زباں منہ میں ہو کیوں کر لال

وصف دلدل میں کروں کیا وہ ہے ایسا چالاک — ذہن میں ٹھہرے نہ ہر چند اسے کیجے خیال

سامنے گر کوئی ایسا ہی عدو ہو جس کی — ابر آسا ہو زرہ خود ہو خورشید مثال

تیر ہو تیر شہاب اور کماں قوس قزح — کہکشاں کی سی ہو تلوار فلک کی ہی ڈھال

اور بھی ہو کے وہ اس طرح سے ہنگام دغا — خرِ دجال پہ بیٹھا ہو ہو بد شکل دجال

بخدا ایک ہی ضربت میں ید اللّٰہی کی — زور بازو کا کہوں اس کے میں کیا تجھ سے حال

ہیچ میں ہاتھ جو سیمرغ کے سر پہ رکھ دے — پہنچے یہ صدمہ کہ فی الفور وہ کر دے پنجال

بارگہ میں تری اے بادشہ ہر دو جہاں — حکم ہو تو پڑھوں اک مطلع عرض احوال

لشکرِ دل نے کیا مرغ دل کو پامال — .. ..

کس روش دیکھوں میں سرسبزی و شادابی کو — باغ دل کا مرے جل جائے .. .. ..

چمن عیش ہے آرام گہ باد خزاں — خشک ہو جائے ہے ریحان مری مانند سفال

یہ جو بکتا ہوں ترے سامنے میں بیہودہ — اس مری ہرزہ درائی کا شہا ہے یہ مآل

کہ نہ محتاج ہوں عالم میں کسی نا کس کا — ملے تیرے ہی خزانے سے مجھے مال و منال

از ازل تا بہ ابد زیر و زبر ہے یا شاہ — سر ادبار عدو و ترا پائے اقبال

رحمت حق سے لٹے جو دل میں رکھے تیری ولا — لعنتی وہ جسے ہو ساتھ تری جنگ و جدال

نقش کو غیر کے تو صفحۂ دل سے کر حک ۔ دیکھ لے جلوۂ حق ارض سے تا بہ فلک

جلوہ گر یار کی صورت ہو سدا جس دل میں ۔ طعن خورشید یہ کرتی ہی ہے اُس کی جھلک

پر تو روئے صنم چاہیے دل میں ایسا ۔ جس طرح مہر سے مہ رکھے ہے اختر سے فلک

حرص دنیا کی اُٹھا دل سے تو اپنی جس طرح ۔ حرف کو صفحۂ کاغذ سے اُٹھا دے گزلک

دُرِ مقصود ملے یا کہ نکل جائے جان ۔ ماریے غوطہ یم عشق میں ہو کر تڑھڑک

سر بلندی نہیں کچھ خوب زمانے میں کبھی ۔ ماہ نو فرق پہ گردوں کے ہے مانند کلک

پختگی خوب ہے جس فن میں ہو مرد ہشیار ۔ زر ناقص کو دکھاتے ہیں سبھی روئے محک

خوب دیکھا ہے میں نیرنگیٔ گردوں کو سدا ۔ زخم پر یاس کے الماس سے چھڑکے ہے نمک

غیر از آبلہ حاصل نہ ہوا کچھ زنہار ۔ طے کیا پائے طلب نے لے سما تا بہ سمک

. . . . ۔ چشم ہیں اب اہل جہاں کی مردک

. . . . بی کو نہیں چشم بینا ۔ بارہا میں نے یہ دیکھا جو گیا ہوں اُن تک

زیب و زینت میں جو ہو اس کو تو جانی ہے بڑا ۔ جوہر مردم دانا نہیں سمجھے مردک

ایک کے دل میں نہیں منزل مقصود کا شوق ۔ جادۂ دشت فنا پر ہیں یہاں گو ہر یک

فکر دنیا میں سمجھتے نہیں یہ طالب زر ۔ کام کیا آئے یہ جاہ جو لگ جائے پلک

یہ قصیدہ تو بس کہنا ہی تھا لیکن دل نے ۔ چشم پر طبع کی رکھ فکر غزل کی عینک

یہ پڑھا مطلع رنگیں کہ جگر آب ہوا ۔ لخت دل چشم سے آتے ہیں چلے دامن تک

ابر رحمت سے ہوا فیض چمن میں یاں تک ۔ سبزہ کا ہے اشجار کا اب . . ک

تا بہ کہاں ہے نظر یار تھی یوں وقت خرام ۔ شاخ گل باغ میں جس طرح سے جائے ہے لچک

جذبۂ عشق اُسے کھینچ منگاتا ہے نزد
حالتِ سینہ بھلا دل کے ہو جلنے سے کیا
شوخ ٹک دیکھ لے تو کس کی ہے یہ شیشہ گری
بادۂ شوق سے دل دار کے ہوں مست سدا
گرمیِ غیر سے دل بھاگے ہے مانندِ سپند
گوشِ دل سے میں سُنی اُس کی غزل جیتے جوش
رات میں کلبۂ احزاں میں بہ فکرِ اشعار
دہیں فی العذر اُٹھا ہو کے میں حیراں بارے
... ہوش لیک کھڑا در پہ ہے واللہ اعلم
حسن سے یک مرتبہ جس کے لیے دل
فی الحقیقت تو یہی نورِ مجسم تھا وہ
مہر وش ماہ لقا زہرہ جبیں کیونکے کہوں
چشمۂ مشک مُحلّل کی طرح زلفِ سیاہ
گوشمالِ گلِ خورشیدِ فلک گوش اُس کے
بھویں اس طرح مُنبّی گویا ملے ہیں دو ہلال
چشم مخمور تھی یوں بادۂ وحدت سے بھری
نشتر و تیر اُس کی نگہ ایسی کہ پہنچے اُس کو
ناک کا حسن کہوں کیا کہ وہ تھی حُسن کی ناک

داغ سے دل کے جو بیٹھا ہا کہیں ٹک جا سرک
گرمیِ شمع سے گئی شیشے کی فانوس تڑک
طاق ابرو سے مرے شیشۂ دل کو نہ ٹپک
ہے دل سوختۂ عاشق بے باک گزک
دیکھتا ہے رخِ آتش کو تو جاتا ہے چٹک
یوں کہا چپ ہو مرے آگے زیادہ مت بک
تھا ہی بیٹھا کہ دی آکر کے کسی نے دستک
دیکھتا کیا ہوں میں جس وقت کہ پہنچا واں تک
صورتِ حضرتِ انسان ہے یا شکلِ ملک
اُس شبِ تار میں واللہ گئی آنکھ جھپک
اس شباہت کا نہ انسان کوئی ہوگا نہ ملک
جلوۂ طور نمایاں تھا بلا شبہ و شک
موج زن طورِ تجلّی کی تھی دامان تلک
اور بنا گوش کو دیکھے تو رہے صبح دبک
نہ رہے منہ کی سیاہی جو اسے دیکھے فلک
جس طرح ساغرِ لب ریز کہ وہ جائے چھلک
نہ فقط اس کا بنا اور نہ بنا زیرک
کیسا ہی حسن ہو اس پہ نہیں رکھتا وہ نمک

دہن ایسا کہ نہیں اس میں کہیں جائے سخن
غنچہ لب غنچہ دہن دیکھیں تو ہوویں ہیچ پک

لب و لب جس سے کہ اعجاز مسیحی پیدا
نہ کہے آب حیات اس کو جو ہووے زیرک

سبزۂ خط کو اگر اس کے نظر بھر دیکھے
للہ منہ ایک طرف طوطی یک سو سبزک

تختۂ سینہ ہیں اس کے یہ صفا جس کے حضور
دیدۂ آئینہ مہر کی جھپک جائے پلک

جلوۂ شمع ہو جوں پردۂ فانوس کے بیچ
آستینوں میں تھی یوں ساعد سیمیں کی جھلک

دست وہ دست نگاریں کہ تھا جس کے آگے
صورت پنجۂ مرجان تھی جوں خار خسک

گو کمر کو خط موہوم تو کہنے کو کہا
پر تیقن نہیں اس میں بھی ہی کچھ شبہ و شک

کیا کروں ساق بلوریں کی میں اس کی تعریف
کہیے گر آب زلال اس کو نہیں یہ ...

قامت ایسا ہی قیامت کہ جیسے طوبیٰ بھی
اک نظر دیکھے تو یہ بولے کہ اللہ معک

ویسی جب آئی نظر شکل و شمائل اس کی
وہیں مضطر ہو قدم چوم لیا میں نے لپک

اور یہ عرض کی خدمت میں کہ اے بندہ نواز
کیا سبب ہے کہ قدم رنجہ کیا ہی یاں تک

سنتے ہی عرض مری یوں کیا مجھ کو ارشاد
راہ توصیف میں خوبان جہاں کی نہ بھٹک

شعر کہتا ہے تو کہہ شان میں تو ایسے کی
فخر سمجھے ہے ثنا جس کی فلک اور ملک

یعنی وہ حیدر کرار خدا کا مظہر
فیض سے جس کے ہے معمور سما تا بہ سمک

پڑھ اٹھا وہیں میں یہ مطلع ثانی اے دل
آفریں حسن کے کہیں جس کو سخن بین تک

شان میں جس کی محمد کہے لحمی لحمک
پھر ماہیت ذات اس کی ہو کیوں کر مدرک

کیا عجب در پہ اگر اس کے بہ روز و نوروز
مہر اور ماہ کی افلاک بجائے جو درک

موجبِ فخرِ فریدون و سکندر ہو اگر — اُس کے فرّاش ہو قالیں کی نمط بن کے گلاب
قصر میں اُس کے تو ایسی ہی صفا ہے کہ اگر — آنکھ اُٹھا دیکھے تو پائے نگہ جائے کھسک
مہر مجوب خجل اطلس و گردوں اس کا — دیکھ کر بالش زربفت و نگاریں تو تنک
عہد میں اس کے ضعیفوں سے ڈریں ہیں گُشن — پر سرِ شعلہ سرا شنک کرے خار خسک

... سے اس سے نہیں دور کہ پشّے کی طرح — آتشِ برق سے یہ ابرسیہ جائے بھڑک
اُس کی خاطر میں جو آتا ہے کبھی عزمِ شکار — خود بہ خود جائے ہے فتراک میں سرِ صید لٹک
... سے اُس کی نہیں دور ہے کچھ روزِ وغا — فیل کی دُم پہ جو بیٹھے تو وہ دیکھے مستک
خود کو دیکھ سکے اُس کے یکّش کا مقدور — دیکھتے ہی جیسے خورشید کی گئی آنکھ جھپک
نہ فلک گر ہو جہلت تو یقیں جا کو گئے — جابجا جنبش دمِ اس کی میں وہ ہا ہو مسک

یہ وہ مطلع ہے خطا بہ کہ ہو جائے کباب — مدعی کے جو پڑے کان میں ٹک اس کی بھنک
گر کرے روزِ وغا آکے کسی کو کمک — طرفِ ثانی جو رستم ہو تو وہ جائے دبک
اک اشارے میں کہیں سے کہیں اُڑ جاتا ہے — آگے دلدل کے ترے گرد ہے بجلی کی چمک
گرمیِ مہر اسے تا نہ پہنچنے پائے — ابر دلدل کی نمرے ہوئی ہے آکر اسپک
جب علم ہوئے کبھی تیری یہ تیغِ دوزباں — الاماں برق کہے دیکھتے ہی اُس کی جھلک
سامنے اُس کے اگر ہو کوئی ایسا ہی عدو — صحن میں جس کی سپر کے ہوں نہ اجرام فلک
حرکتِ دست بھی ہونے نہ کہ پیش از اُس کے — صاف کاٹے یہ محدّب سے لے مقعرِ تک
گر کبھی دیکھیں تجھے آب ہو آتش کا زہرہ — نام سنتے ہی تو کانپیں ہیں سپاہ از زمک

تا نہ تو زور کری ہاتھ میں آنے ہی بہ جوت — قطرۂ خوں رگ یا قوت سے پڑتا ہی ٹپک

مشعل مہر سے تا دست فلک ہیں روشن — جلوۂ ماہ سے جیب تک تہ دامان فلک

دوست داروں کا رہے اختر طالع طالع — اور بدخواہ رخ اوج نہ دیکھے مردک

فضل سے تیرے یہ جوشش کو ہو امید قوی — وصف کہتا ہی رہے منہ میں زباں جب تک

عطا کیا ہے مجھے حق نے وہ دل روشن — کہ رشک شمع حرم ہے میان ظلمت تن

دیا دو دیدہ شناسائے معنی و الفاظ — کہ روشن اس کی بہ دولت ہوا سواد سخن

عنایت ایسی ہی کی ہو زبان تیز بیاں — کہ تیغ قاطع برہاں ہے در میان دہن

کیا ہی مجھ کو کرامت وہ گوش ہوش نیوش — کروں لطف سے سنتے ہی دریافت حسن و قبح سخن

ہوا ہے وہ سر شوریدہ مرحمت مجھ کو — کہ میرا دشت و بیابان عشق ہے مسکن

دیا ہے مجھ کو محبت میں اپنی سوز و گداز — جلوں ہوں شمع صفت تا سحر میان لگن

ہوئی نصیب مجھے دولت محبت حق — رہا سدا میں گرفتار درد و رنج و محن

خجل ہے سلک گہر اشک چشم سے میرے — اسی کے نام کی دن رات ہی مجھے سمرن

سر شک چشم سے ہر چند آب پاشی کی — ہوئی نہ سینۂ سوزاں کی میری دفع جلن

بجا ہے اس کو اگر کہیے خانۂ زنبور — زبس کہ عشق کے تیروں سے دل گیا ہی چھن

ہتھیں میں فیض تصور سے طالب دیدار — بہ جائے مردمک اس کو رکھیں ہیں ہرنے نین

جو کوئی دوست بڑا ہو اسے ملے ایذا — کچھ اس دیار محبت کا ہے نرالا چلن

سوائے اس کے دیا ہے مجھے وہ استغنا — کہ آنکھوں میں ہیں خزف ریزہ لعل و در عدن

دکھائیں گر مجھے کان طلا و دست افشاں — تو پشت پا ہو مری زینت سر معدن

سیاہ بخت سے ہی سایۂ ہما مانا — کسے دماغ کہ سر پہ ہما ہو سایہ فگن
لباس فاخرہ پر ناز گر کرے منعم — پہنے حریر کو اُس کے مرا لباسِ خشن
کہائے نعمتِ ہر دو جہاں سے مستغنی — کسی کے آگے نہ خم ہو کبھی مری گردن
شب اس قصیدے کی میں فکر میں تھا مستغرق — کہ خواب ہو گیا میرے خیال کا رہ زن
پلک کے لگتے ہی وہ خواب سہم گیں دیکھا — کہ روح ہو گئی تحلیل اور خشک بدن
قصور اپنا نہ آیا خیال میں اپنے — خطائے فکر پر آخر گیا ہمارا ظن
معاینہ کیا اُس دم کہ ایک مرد بزرگ — کہے ہے زیرِ زنخ ہاتھ رکھ کے مشفق ہن
نہ کچھ قصور ہے تیرا نہ فکر کا تیری — عبث ہوا ہے تو فکرِ سلیم سے بدظن
ہو گئی یہ اس لیے تنبیہ خواب میں تجھ پہ — نہ ہوئی تا سبب عجب شاعری کا فن
یہ سنتے آنکھیں جو کھل گئیں حواس سا آیا — خیال دل میں یہ گزرا اصلاح ہے احسن
کہ چھوڑ کر یہ پریشان گفتگو لاؤں — زبان خامہ پہ وصفِ شہ زمین و زمن
سرورِ سینۂ احمد فروغِ چشمِ علی — شہنشہ دو جہاں حضرتِ امام حسن
وہ ماہ گلِ چمن حسن و خلق کیوں کے نہ ہو — حریف پیرہنِ یوسف اس کا پیراہن
ہے اُس کے عہد میں قیدی نہ کوئی دیوانہ — رہے ہے خانۂ زنجیر میں سدا شیون
گو اُس کے عہد میں سنبھالے نام بادہ کوئی — سپردِ بادِ خزاں ہو بہار . . . . .
دیار اُس کا ہے دل حبیب دل رُبا ایسا — کہ جس کے دشت میں جیسے کا من . . . . .
جہاں تک کہ ہیں وہاں نقش حسن محبوباں — شرف رکھے چہ زمزم پہ اُن کا چاہِ ذقن

کروں تو کیا کروں اُس کے دیار کی تعریف
ہما کا رکھتے ہیں رتبہ جہاں کے زاغ و زغن

عدو کے دل میں گزرتا ہے جب خیال نبرد
کرے ہے تیغ قضا پہلے اُس کا قطع کفن

خدا علیم ہے اس کو یقین جانو گے
کہ جس کو فوج کا اپنے کرے وہ پیرزن

مقابلہ اگر کرے اُس کا جو لشکر کفار
تو اک اشارے میں اُس کے ہوں لاکھوں بے سر تن

اگر بہ دور دغا آکے سامنے ہو جائے
وہ خصم دیں کہ جو دس سر کا ہوئے جوں راون

تو اُس کی تیغ عدو کش کی ایک ضرب میں
دسوں سر آن پڑیں بر سر سم توسن

جناب اقدس اعلیٰ میں اُس شہ دیں کی
سنا یہ مطلع رنگیں بہ صد زباں سوسن

ترا سحاب کرم گر نہ ہووے سایہ فگن
نہ دیکھے روئے بہار اس جہان کا گلشن

گر کرے اسے سیراب تیرا ابر کرم . . .
عجب نہیں ہے کہ گلشن کا رشک ہو گلخن

ترے کرم سے جلائے دو شمع کافوری
جو کوئی رکھتا نہ ہووے چراغ میں روغن

کیا ہے دست کرم نے ترے جہاں خالی
رہے ہوا بھی نہ باقی کہ ہو ملا برظن

بالاتفاق جو کہتے ہیں سب خلا ہے محال
حکیم جتنے ہیں نزدیک اپنے ہیں کودن

بیاں میں نہیں آتا ہے کچھ ترا احسان
جہان کا ہے وہ محسن ترا جو ہے محسن

ترے جمال سے لیوے ہے نور دیدۂ مہر
کرے ہے مہر سے نور اقتباس جوں روزن

گر آستاں پہ تری جبہہ سا ہو مانگے دعا
جوان از سر نو ہو ابھی یہ چرخ کہن

جو ہو ترے چمن خلق کی تماشائی
نسیم صبح نہ دیکھے رخ خطا و ختن

تو جس ضعیف کو چاہے تو ہی کرے ایسا
مقابل اُس کے ہوں گر گیو و برزو و بہمن

نہ پہنچے جنگ کی نوبت کہ لائیں رو بہ فرار / سوائے درگہِ عالی نہ سوجھے کوئی مامن

برش رکھے ہے یہ شمشیرِ آبدار تری / نہ چار آئینہ چھوڑے نہ بکتر و جوشن

کدھر خیال گیا میرا کیا کہا میں نے / جو سر پہ کوہ کے بیٹھے تو دیکھے . . .

جہاں کہیں کہ صف آرا تری شجاعت ہو / مجال کیا جو کوئی سامنے ہو رو میں تن

اُسے تو قوتِ بازو . . . . . . / . . . . چٹکی میں آتے ہی موم ہو آہن

فلک پہ بجلی کی شرمندہ اچپلاہٹ ہو / کلول کرنے لگے جس گھڑی ترا توسن

تمام جلد پہ تہ خون کی نمایاں ہو / بجا ہے گر کہوں گلگوں کو تیرے رشکِ چمن

وہ اس طرح کا ہے جاں باز کیجیو باور / خیال میں بھی نہ آئے جو ٹک ودے اسن

تری جناب کرامت مآب سے ہے امید / کہ بعد میرے کچھ ایسا سبب ہو قبلۂ من

یہ مشتِ خاک مری خاکِ ہند میں رہے / اگرچہ ہے یہ مرا زادبوم اور وطن

اسی دیار میں پامالِ مردماں ہوئے / ہے جس دیار میں مولا مری ترا مدفن

جو کوئی دوست ہی تیرا وہی خدا کا دوست / جو کوئی ہے ترا دشمن خدا کا ہی دشمن

ہے ایک نورِ محمد سے لے کے تا مہدی / دوئی کا ذکر نہیں کچھ ہیں ایک ہی تن من

محمدی نہ ہوں جو بخشش کہاؤں عیسائی / تفاوت اس میں کیا ہو جو ٹک ہو سرِ سوزن

جہاں کے باغ میں تا موج زن ہو بادِ صبا / صبا کے ہاتھ میں جب تک گلوں کا ہی دامن

جو خیر خواہ ہو تیرا عنبریں دل ہا ہو / رہے ذلیل وہ بدخواہ ہوئے جو کھٹن

یہ چرخِ کہنہ تو ہی اس طرح کا صفا ضمیر ٥/٩ / کہ مثلِ آئینہ ہوتا نہیں ہے عکس پہ یہ

کسی سے دل میں کدورت یہ کس طرح رکھے ہوئی نہیں ہے عناصر سے اس کی کچھ تعمیر
صفا پرست ہے یہ اور صاف طینت ہے بنایا نور سے اپنے خدا نے اس کا خمیر
خجل ہے آب گہر شرمسار آب زلال نہیں ہے کوئی صفا پروری میں اس کا نظیر
اسے کسی کے بُرے سے نہ کچھ بھلے سے ... کوئی جہان میں ہو امیر کوئی فقیر
غرض کسی کی ترقی سے نے تنزّل سے وزیر بادشہ ہو یا ہو بادشاہ وزیر

ص ۲۴۴ چودھویں شعر کے بعد

مجھ کو بیچ خریدار جو ٹھہرے کوئی مشتری کا یہی بائع سے ہے ہر آن سوال

ص ۲۴۷ آٹھویں شعر کے بعد

زندگی بھی جسے وہ قوت بازو دیوے زور بازو کا ہوں اس کے میں تجھے کیا حال

ص ۲۴۸ سترہویں شعر کے بعد

بہر گل گشت چمن باغ میں جب جاتا ہوں لالہ و گل کے تئیں مارے ہے نرگس چشمک

ص ۲۵۱ دوسرے شعر کے بعد

زلہ خوار اس کا عجب کیا ہے جو ہووے عالم ہے فلک سفرہ و یہ مہر وہ ماہ اس کی صحنک

ص ۲۵۴ آٹھویں شعر کے بعد شعر

ترے ہی فیض سے سرسبزہ و روستید یہاں دکھائی دیوے ہے خلقت ہر ایک سرو و سمن

ضمیمہ

(۱) ۶۳ شعر جو قلمی دیوان میں قلم زد ہیں یا جن کے مقابل لفظ خارج لکھا ہوا ہے:

کس طرح نظر اپنی رخِ یار پہ ٹھہرے ۲۶۳ مہتاب کو دیکھے نہیں مقدور کتاں کا

کر تو پامال ہمیں شوق سے جتنا چاہے ۹ خاک ہو کر ترے کوچے میں اڑا کیجیے گا

یارب اُس بزم کی حسرت میں کہاں تک جوں شمع روز اٹھ شام سے تا صبح جلا کیجیے گا

دل کو دیتا ہوں میں اتنی ہی توقع پہ تمھیں اس کے لینے میں یہی ناز و ادا کیجیے گا

جیتے ہی جی گر ایک بھی بوسہ آہ اُسے انعام نہ ہوگا

زیرِ زمیں بھی کشتۂ لب کو یار ترے آرام نہ ہوگا

رات کٹنے ہو ۔ وتے ہی اب جان کا سودا ہوئے گا آخر

وصل جو تجھ سے اے مرے صاحب صبح نہ ہوگا شام نہ ہوگا

صید دلوں کا کیوں نہ کرے وہ دھوم ہے صیادوں میں اُس کی

خال و خط اُس کا جیسا ہے ویسا دانہ نہ ہوگا دام نہ ہوگا

کام سبھوں کا ہاتھ سے تیرے یار نکلتے دیکھتے ہیں ہم

آہ ترے ناکام کا ظالم ہاتھ سے تیرے کام نہ ہوگا

ہاتھ سے میرے وہ اپنے کو اگر کھینچے گا ۱۱ میں ادھر کھینچوں گا اور وہ اُدھر کھینچے گا

چھوڑ کر تیر و کماں گردوں بلا گرداں ہوا ۱۲ جس گھڑی تیرِ بلا کا دل نشانہ ہو گیا

بیٹھا رہا ہمیشہ دلِ بے قرار سے ۱۳ سبقت نہ بے قراری میں سیماب لے گیا

حیراں ہوں کس طرح ہے وہ انساں میں جلوہ گر ۱۳ جلوے سے اُس کے طور تو جل خاک ہو گیا

سب یہیں چھوٹے عدم تک اپنے ساتھ ۱۴ داغِ حسرت دل میں تھا اک رہ گیا

وابستہ زندگی ہے مری تیغِ یار سے ۱۵ مرنا مرا قضا و قدر سے گزر گیا

اُس کے آگے رکھی اک نان جلی جوں مہر ۱۵ خوان پر اپنے فلک نے جسے مہمان کیا

کیا مسجد و بت خانہ میں کیا دیر و حرم میں ۱۷ تھا مدِ نظر تو ہی اگر مدِ نظر تھا

شب آہ کے شعلے کے تلاطم میں سحر تک — بے تاب دلِ سوختہ مانندِ شرر تھا

ترے ہوتے ہوئے غیروں کی باتیں خوش نہیں آتیں ۱۹ جو دیتا تو ہی مجھ کو گالیاں دو چار بہتر تھا

سر دیا اس کو سر کا دل سے تھا شیریں بہانہ جو ۱۹ یہ دل عاشق تھا جب تک تیشۂ فرہاد رکھتا تھا

گزرتی تھی اوقات خوف و رجا میں ۱۹ بُرا تاکتا تھا وہ جب تک بھلا تھا

رات ساری رات بے ہوشی دم و ہوش اُس کے تھی ۲۱ کیا کہوں تجھ سے یہ دل ناشاد تھا یا شاد تھا

کیا ہوا چاہتا ہے غیروں کا ۲۲ اپنا دل وار ہے ہزار ہوا

بتانِ سنگ دل کی بزم میں توقیر ہوئی پیدا — ہماری آہِ بے تاثیر میں تاثیر ہوئی پیدا

لگے سنگِ ملامت چلنے عاشق ہوتے ہی اُس پر — یہ کیا تقصیر تھی جو ساتھ ہی تعزیر ہوئی پیدا

مسلسل اشک کے قطرے چلے آتے ہیں آنکھوں سے — نئے دیوانے کی خاطر نئی زنجیر ہوئی پیدا

غلط ہے یہ جو کہیے آپ ہی عاشق ہوئے تجھ پر — جو کچھ تقدیر میں تھی اپنی بے تدبیر ہوئی پیدا

فسونِ غمزۂ پنہاں کو تیری چشمِ گویا سے — سنا تک جن نے اُس کو طاقتِ تسخیر ہوئی پیدا

تصوّر میں مژہ کے چشم نے جو اشک باری کی — ہمارے مزرعِ سینہ سے چوبِ تیر ہوئی پیدا

کوئی صورت نہیں لگتی ہی یاں انساں کی صورت سے — مصوّر تیرے ہاتھوں سے یہ کیا تصویر ہوئی پیدا

پسندِ اہلِ معنی اب لگا ہونے سخن میرا — مری کج مج زباں میں جو نئی تقریر ہوئی پیدا

لگاتے ہاتھ اُس کو قلبِ ماہیت ہوا خوش خوش — بہ پشتِ خاک میری رشکِ صد اکسیر ہوئی پیدا

۲۷
شمعِ فانوس بزم میں کٹ گئی — منہ پہ جب لے کے وہ نقاب آیا

دونوں بے رتبہ تھے کل اُس کے حضور — ماہتاب آیا آفتاب آیا

۲۰
حد ستایا ہی مجھے دل نے اے سیلابِ سرشک — ساتھ اپنے اسے بھی اک زری تھم لیتا جا

۲۸
اس رہ گزر میں تیرے افتادگوں کا گھر کیا — جوں نقشِ پا گیا مٹ جس خاک پر بنایا

سنمکھ ہو اُس مژہ کے صرفہ نہیں ہی جاں کا — دل باختہ کو تیرے کیا بے جگر بنایا

اے شیخ پیر تیرا بے پیر تھا کہ تجھ پر — جبّے کا بوجھ لادا اور مفت خر بنایا

۳۰
کیوں کر بچائیے جی کوئی ... ی جو خوب رو — بولی کھلا ملا ہوا آنکھیں کھلا ملا

وہ سوختہ ہوں دیکھ جلے جان ہمارا — خورشید قیامت جو ہو ...... ہمارا

ممکن نہیں اے بخت کسی ہاتھ سے نکلے — حسرت کدۂ دہر میں ارمان ہمارا

اے دستِ جنوں ایک زری سعی ہی درکار — جھکتا سوئے داماں ہی گریبان ہمارا

دامن مژۂ تر کا جو اک بار نچوڑیں — جوں دامنِ دریا ہو یہ دامان ہمارا

ناساز ترے ساز سے ہم کیوں نہ ہوں مطرب — زنگولۂ دل دار پہ ہے کان ہمارا

ہم قابلِ احسان نہ تھے ایک کے لیکن — محسن کیا سب کو یہ ہی احسان ہمارا

تو جان نہ جان اس کو مری جان ہی تجھ پر — سو جان سے قربان دل و جان ہمارا

کس واسطے آیا نہیں یاں کوئی بہ جز حرص — مانع تو کسی کا نہیں دربان ہمارا

اُلجھے ہوئے ہر مصرع ہیں جوں زلف ای جوشش — دیوانہ پسند آہ ہی دیوان ہمارا

یاں مجنوں و فرہاد اسی سعی میں مر گئے ۴۲ — دریائے محبّت کا نہ ہاتھ آیا کنارہ

محبت آ بھری ہو گئی ہوا ہو لے ہوا — ہمارے خانۂ دل میں نہیں ہی جای ہوا

یہ کارخانۂ اجسام بادبندی ہی — حباب وار نہیں جسم میں سوائے ہوا

گرفتہ دل نہ کرے چاک چاک سینے کو — در و دریچہ بناتے ہیں سب برائے ہوا

یہ برق نالہ کڑکتا ہی تجھ بن ای ساقی — غرش کو ابر کی سن سن کے اور صدائے ہوا

ہوا موافقِ اہلِ نمو ہی عالم میں — نہ ہوتے سبز شجر جب تلک نہ کھاتے ہوا

ہوا و حرص کی روتے ہیں جان کو سرآن — ہمیں خراب کیا ہائے حرص ہائے ہوا

یہ داغِ دل تو ہمارا چراغ ہی لیکن — نہ اِس چراغ کو جوشش کبھی بجھائے ہوا

گو کہ رہتا ہی یہ جرس نالاں ۴۴ — میرے نالوں سے بر نہیں آتا

یار راتوں کو تیرے کوچے میں — . . . .

اور کہتے نہیں رقیب اُسے — ابے کچھ تجھ کو ڈر نہیں آتا

صاف دل مجھ کو اگر سمجھیں نہ آئینہ سا ۴۵ — مشق پرواز میں ٹوٹا یہ پر و بال اپنا

راحتِ دل مرے جس طرح ہوا اُس طرح بہنچ — اب ترے ہجر میں بے طرح ہی احوال اپنا

گرہ میں غنچوں نے نافے کے نافے باندھ لیے ۲۱۷ چمن میں کھل جو گئی زلفِ مشک بو تیری شمع
خوشی کسی کو زمانے میں ڈھونڈتا تو ہے — یہ بے سبب نہیں اے چرخ جستجو تیری
آنکھوں میں ہماری ہے شبِ تار سے بدتر ۲۱۸ گو جلوے دکھائے شبِ مہتاب جدائی ش
(۲) ۳۰ شعر جو ن میں ہیں لیکن کاتب کی غلطی سے درج نہ ہو سکے۔
نہ ہوں میں چرب زباں بزمِ عشق میں کس طرح ۸ بہ رنگِ شمع ارادہ ہے سر کٹانے کا ش
شیخ مسجد میں جو آنے سے تو مانے ہے برا ۱۰ کیا غرض ہے کوئی کا ہے کو ادھر آئے گا
کل جو اُسے دیکھ کر ہو گئے ہم بے خبر ۲۲ ہنس کے وہ کہنے لگا پھر بھی ادھر دیکھنا شیخ
گھبرا گیا ہوں آہ کدھر جاؤں کیا کروں ۲۶ بک بک کے ناصحوں نے مرا سر پھرا دیا
جذبۂ عشق سے کچھ چل نہ سکا یوسف کا ۳۰ ورنہ تھا ننگ غلامیِ زلیخا کرناش
ہر کسی کا نہیں مقدور بہت مشکل ہے کام مردوں ہی کا ہے ترکِ تمنا کرنا
کوچۂ یار میں چلتا تو ہے پر اے جوشش — ہم تو رہ جائیں گے جاتے ہی تجھے کیا کرنا
اے ترکِ چشم اب بھی ترکش کمر سے کھولو ۳۶ تودے کی طرح سینہ سارا تو چھان مارا شم
نہ دے رائگاں اس کے اشعار جوشش ۴۳ میاں ہے یہی اس دوانے کی دولت
اکثر ہوئی ہے تیر نگہ کی ترے سپر ۴۴ کیوں کر نہ ہوئے خانۂ زنبور پشتِ دست
وہ جفا کار کوئی مجھ سے کرے ہے باتیں ۴۵ غیر سننے کو کھڑے ہیں پسِ دیوار عبث
دلِ وحشی کبھی ٹھہرے نہ جوشش ۵۱ نہ باندھے زلف اگر ہر بند بر بند
غنچۂ دل کو پریشاں نہیں ہونے دیتا ۵۹ ہے دمِ سرد مرا بادِ صبا سے بہتر

پیراہنِ زرّیں سے ہی بے مایہ کو عزّت ۶۹ زیبائشِ طاؤس ہی بال و پرِ طاؤس

دامن کشیدہ گزرے ہی جو ہر مزار سے ۷۳ کرتا ہی یار خاکِ شہیداں کی احتیاط

عشق میں تیرے ہوا رنگ یہ چہرے کا مرے ۷۸ کہربا کا نہیں لگتا ہی مرے رنگ سے رنگ

مبتلا اس بلا میں کوئی نہ ہو ۹۴ جس بلا میں کہ مبتلا ہیں ہم

غرورِ بندگی دل سے اٹھا دے خاکساری کر ۱۲۶ خدا ملتا نہیں جوشش کسی کو خود نمائی میں

جوشش نہ سر اُٹھانے دے واں بارِ انفعال — جو کوئی اپنے فعل پہ یاں منفعل نہ ہو

تو جو مرتا ہی اس پہ اے جوشش ۱۳۰ لے گیا کوئی ساتھ دنیا کو

رو بہ رو اُس بتِ خوں خوار کے شرمندہ کیا ۱۴۱ چشمِ حیراں نے مرے دیدۂ قربانی کو

سمجھے وہی جو کوئی اِس فن میں یگانہ ہو ۱۵۴ ہر شعر میں جوشش کے ہیں معنیِ بیگانہ

ساقیا ہر سحر بہ رنگِ مہر ۱۵۴ ہی کفِ رعشہ دار میں پیالہ

خضر ہو یا کہ مسیحا ہو سمجھ کر آئے ۱۵۹ پھر پکارے ہوئے وہ چاہِ ذقن کہتا ہی

خوں خوار ہو رہا ہی سفید آئینے کا منہ کس کی مجال ہی جو ترے رُو بہ رُو رہے

الفاظِ شوخ معنیِ دل کش ہوں شعر میں — جوشش یہی تلاش یہی جستجو رہے

کس کو میں منصف بہ دوں ٹک آپ ہی انصاف سے ظلم اپنا اور میری بے گنا ہی دیکھیے

یا کبھی لکھ بھیجیے خط یا خبر منگوائیے — یہ تو میں کہتا نہیں ہوں مجھ کو آ ہی دیکھیے

یار تیرے تیر کا ہر ٹکڑا اجابے تیر ہی ۲۰۶ اس لیے دل نے تڑپ کر تیر کے ٹکڑے کیے

گو شام سے سحر تک روتے ہی اور جلے ہی ۲۲۰ یہ شمع دو بدو تو ہم سے نہ ہو سکے گی

(۳) ۱۶ شعر جو ن میں نہیں ہیں، تذکروں سے ماخوذ ہیں:-

کس طرح سے ہو شرح و بیاں رازِ نہاں کا
قدرت نہ قلم کی ہے نہ مقدور زباں کا — شخ

آوارۂ صحرائے جنوں رک نہیں سکتے
دامن نہ کوئی تھام سکے ریگِ رواں کا — ش

اِس گلشنِ ہستی سے نکل راہِ عدم لے
بے رنگ نظر آئے ہے کچھ رنگ یہاں کا — شغف

عنقا کی طرح گو کہ نشاں وہ نہیں رکھتا
ملتا ہے پتا نام ہی سے اُس کے نشاں کا — خ

اِس دل کو دکھاتا ہوں میں بازارِ محبت —
خطرہ نہیں جوشش مجھے کچھ سود و زیاں کا — خ

ہم چشم کیوں کہوں میں اسے شعلہ زار کا
عالم ہی کچھ جدا ہے دلِ داغ دار کا — شغفم

سرکارِ بے خودی کا یہ مختار کار ہے
کیا اختیار ہے دلِ بے اختیار کا — شخم

ممکن نہیں کہ بادِ صبا تجھ سے بجھ سکے
یہ داغ تو چراغ ہے دل کے دیار کا — ش

ایسی مرے خرابۂ دل میں بھری ہے آگ
فوارہ چھوٹتا ہے مژہ سے شرار کا — ش

پیتا ہے گر تو بادۂ عشرت سمجھ کے پی —
جوشش بُرا ہے دردِ سر اس کے خمار کا — شخ

بزم میں یک شب بھی نرمایا نہ دل گل گیر کا
فائدہ اے شمع اشک و آہِ بے تاثیر کا — خ

دم بہ دم آلودہ رہنا خون سے عشاق کے
جوہرِ ذاتی ہے یہ جوہر تری شمشیر کا — شغف

اے ہوس مار ڈالے مفلسی لیکن کبھی
اہلِ استغنا نہ لائیں منہ پہ نام اکسیر کا — ش

مجھ سے دیوانے کے مرنے کا کسے غم تھا مگر —
حلقۂ ماتم ہوا حلقہ مری زنجیر کا — ش

ہزار پیار کرے گا ہزار چاہے گا
مری طرح نہ کوئی تجھ کو یار چاہے گا — شغف ق

اگرچہ ہے فلکِ سفلہ میرے درپے کیں —
یہ ہوگا وہ ہی جو پروردگار چاہے گا — شخ

گر یوں ہیں یہ دل درپئے آزار رہے گا — اک روز نہ اک روز مجھے مار رہے گا

ہر چند میں گھر تو نہیں رکھتا ہوں ولیکن — آنکھوں میں رکھوں گا جو مرا یار رہے گا

یہ وعدۂ شب تم جو کیے جاتے ہو پیارے — کیا تب تئیں جیتا ہی یہ بیمار رہے گا

گر ہجر میں اُس کے یہی رونا ہے تو جوشش — کب دیدۂ نم قابلِ دیدار رہے گا

جوشش مت رو دل و جگر کو ۹ کس کا کس کا تو غم کرے گا

یہ بھی ہے کوئی منصفی دیکھ تو اے خطا طلب — آپ تو بے وفا ہوا ہم سے کرے ہے وفا طلب

ہم کو شب وصال میسر ہوئی تو کیا ۴۸ ہے روئے یار آنکھوں میں اپنی بجائے صبح

کرنا جو قتل ہو تجھے ظالم تو کر گزر ۵۷ کیا بار بار دیکھے ہے شمشیر کی طرف

فساد ڈھونڈتا ہے لہو اب کہاں تلک — نشتر پہنچ چکا ہے مرے استخواں تلک

الٰہی کیوں پھنسایا ہم کو دامِ آشنائی میں ۲۶۲ رہیں گے کب تلک ہم مبتلا دردِ جدائی میں

قفس سے چھوڑ مت صیاد تیرے مبتلا ہیں ہم — نظر آتی نہیں اپنی رہائی اِس رہائی میں

ہزار افسوس اے ظالم کہ تو بھی بے وفا نکلا — ملے تھے ڈھونڈ کر اک تجھ سے ہم ساری خدائی میں

تنہائی سے صحبت ہے دن رات جدائی میں — کیا خوب گزرتی ہے اوقات جدائی میں

تب مارے ادب کے ہم دامن نہ ترا تھاما — افسوس کہ ملتے ہیں اب ہاتھ جدائی میں

دل اور جگر کو تو ٹکڑے ہی کیا غم نے — اب جان کا سودا ہے ہیہات جدائی میں

یہ نالہ و یہ زاری یہ خستگی و خواری — جیدھر کو چلوں جوشش ہے ساتھ جدائی میں

رہتا ہوں اُس کے سایۂ تیغِ نگاہ میں — کرتا ہوں زندگی میں اجل کی پناہ میں

نہیں یہ اُس کی مژگاں ترکِ چشم اُس کے سپاہی ہیں ۱۱۷ لیے پھرتے ہیں ہر دم خنجر تر کا نہ پہلو میں ش

متاعِ صبر کو دی آگ جب سے عشق نے جوشش — بہ رنگِ شعلہ دل جلتا ہی رہتا بانہ پہلو میں ش

دل جو بے تاب و بے قرار نہ ہو — مجھ سے صحبت کبھی بر آر نہ ہو ش

شکر صد شکر کہ خالق نے دیا اے جوشش ۱۴۴ لبِ خنداں اُسے اور دیدۂ گریاں مجھ کو ش

ایک عالم کی دل خراش ہی یہ ۱۵۴ آہ ہی یا قلم تراش ہی یہ خف

چشم سے غافل نہ ہوا چاہیے اس کے مقابل نہ ہوا چاہیے شخ

دل کا ضرر جان کا نقصان ہی — اب کہیں مائل نہ ہوا چاہیے اشخ

نہ آنا نہ خط نے کبھی کچھ زبانی — غریبوں پر اتنی بھی نامہربانی ش

اُس رخِ صاف کے آگے جو کبھی آتا ہی — آئینہ اپنا ہی منہ دیکھنے لگ جاتا ہی خ

میں کیوں مرتا ہوں قاتل تشنہ لب ہی سخت حیرانی تری تیغِ نگہ کا زخمی تو نہیں مانگتا پانی ش

کرے کیا وصف جوشش حسن کا تیرے کہ تو وہ ہی — جسے دیکھ آئینے کے منہ میں بھر بھر آئے ہی پانی ش

تیرے مشتاق کے نہ زور نہ زر ہاتھ میں ہی شام سے تا بہ سحر حلقۂ در ہاتھ میں ہی شم

عیب کو میرے سبھی عین ہنر جانتے ہیں بے ہنر ہوں میں ولیکن یہ ہنر ہاتھ میں ہی ش

جوشش اک دن متوجہ اُسے کر چھوڑوں گا — نالہ و آہ کا سر رشتہ اگر ہاتھ میں ہی شم

گر تری تیغ ٹک علم ہوئے — قہر ہو ظلم ہو ستم ہوئے ش

سو فتنہ اُٹھاتے ہی جو ہر آن یہی ہی یہ دل نہیں ہی تو وہ طوفان یہی ہی ش

ہم سے گئے . . . . کعبہ ملی راہ دیر کی جس وقت وحشت آگئی صحرا کی سیر کی تت

آنے ہی نہ دے بادِ صبا کو وہ جفا جو — کوچے میں اگر اُس کے مری خاک نہ ہوئے

کبھی ہنستا ہوں اُس کو دیکھ جوشش ق کبھی رقّت ہی اور آہ و فغاں ہی

کہوں کیا تجھ سے میں احوال اپنا — غرض گاہے چنیں گاہے چناں ہی

گرفتہ دل کرے کیا سیر گلشن ۲۱۶ صبا کیا غنچۂ دل وا کرے گی

عشّاق کے احوال پہ کب اُس کو نظر ہی — وہ آپ دوانا ہی خط و خال پہ اپنے

ظالم نہ کچھ گناہ نہ تقصیر نے قصور — کیوں مجھ سے بولتا نہیں تو آج خیر ہی

اے گلابی مت الجھ منہ لگ کے اُس کے اِس قدر لعلِ لب کے ایک دن ہم بھی پرستاروں میں تھے

نالہ و آہ و فغاں درد و الم سوز و گداز — آہ کیسے کیسے مشفق اپنے غم خواروں میں تھے

سر رکھ کسی چوکھٹ ہی پہ سو رہتے ہیں ہر شب — بالین نہیں چاہیے آرام یہی ہی

کیوں منفعل اتنا ہوئے دے کر مجھے بوسہ جی چاہے تو اب پھیر لو انعام کو اپنے

ہی اُن سے عبث دعویِ اخلاص و محبت — جو صبح کو بیگانہ ہوں اور شام کو اپنے

تمّت

اشعار کے ساتھ اُن صفحات کا شمار ہی جن میں اُن کے ساتھ کے اور اشعار ملتے ہیں۔
اگر کسی شعر کے ساتھ کوئی ہندسہ نہیں تو اس کا مطلب یہ ہی کہ ط میں کسی دوسرے
مقام پر اُس کے ساتھ کے شعر نہیں۔

غلط نامہ

صفحوں کا شمار نشان — کے اوپر ہے، مصرعوں کا اس کے بعد یا نیچے۔ پہلے غلط الفاظ درج ہیں، صحیح نشان : کے بعد ہیں۔ کہیں کہیں صرف صحیح الفاظ پر اکتفا کی گئی ہے۔

۱ہے: ہو ۳ ہوئی ۱۹ ہیں: ہیں ۳ اس ۲۲ پھونکا ۱۰ ہو: ہے ۱۵ دام: زلف ۲۷ نوش ترے: نیش ترے ۱۴ پھر بھی وہ ۸ مگر: میں یہ ۲۷ سے: میں ۳۲ خوناب ۱۹ قطرۂ اشک ۱۴ اُس پہ ۲۲ عشق: عیش ۷ یار ۱۴ جگر: سیر ۱۳ سنگ دروازے ساتے آلودہ ۱۳ ایجاد ۲۹ دار کو: وار ۱۵ اد رے ۱۳ تیشۂ غم کہہ کا: میں ۲۵ لے ۳ سبھی ۱۱ کی یک ساں ۳ اپنی کی لے تیری لب اُن کی ۳۳ پوچھے ۱۶ دیدۂ ۱۳ سے خط: پہ خط ڈبایا کو ہمت ۱۴ عقیق یمن ۲۶ آئے ۱۱ لگے ۱۴ خوں ۱۳ صیاد: صیاد دام ۳۲ کو: کا ۹ ہوا، رہا ۲۸ دیوانے بچھتے کیا کیجیے دیوانے ہم رہ ۳۲ دیکھیں ۳۳ کی ۳۳ گئی ۳۳ گئی شاخ دور: بیر ۷ مژۂ مہر ۷ اگر دِ ۳۰ شرر ہمیں ۳۰ لائق یوہیں ۳۳ کر: کو ۲۷ دل ۱۱ پامال ۲۳ سکے ہو: سے ہو ۱۴ تھم: جم ساتھی ۱۱ دردر باں ۲ ہوں میں ۱۰ حیراں ہوں میں اب ۱۲ نکلیں ۱۸ گھر: در مناسب: موافق ۲۰ جلیں اُس کی زلف ۳۳ بیش آئے گا: اٹکا ۳ جہاں میں ہوں دو چار ۳۲ موقر فائدہ ۱۱ پر شہد ۱۹ پہ ۲۰ زرد بام ۲۳ تیرے ۲۸ جیں محبت یہ ہے: ہے یہ

۸۴/۱۶ پروانے ۶۷/۲ جتنی : جس نے ۸۵/۴ کوئی ۱۵ دل ۸۴/۱۵ آئنے : آتی ۲۵ ریحاں :- بیچاں ۸۳/۱
مسرِ ۲۳ اوروں ۸۱/۱ چھوٹا ہی ۱۴ ۸۰ مائل ۲۷ ہمیں ۷۹/۹ ایاغ میرا ۱۰ فراغ : دماغ
وو ۸۳/۲۳ جائیں ۳۴ سہو ۳۳ کنار ۲۴ ہوئیں ۳۲ ٹکڑے ۲۹ تلوار ۸۲/۱ سفید ۳۱
نکلے ۱۸ اکب ۱۷ سخت جو ۸۶/۹ میں زلف و خط پہ ۱۳ کا : کی ۸۵/۲۱ وصل ۲۳ کی ایک ۸۴/۱۷
نکالے ان نے اُن دنوں ۲۶ شررِ سے رو سامنے ۲۴ نیشتر ۲۲ ہوتے ۱۶ مجھ ۸۷/۹ ہی
رکھتے ۳۲ ہو نہ طرح کس ۱۳ ننگوں ۱۳ کے ۲۹ اچھا ۲۱ ۸ ڈھنگ سے ڈھنگ کوئی ہیں
۸۸ انگ ترے میں رگڑوں ۳۴ نہیں آیا ہی خوش ۳۳ ننگ سے بیلے ہیں
یارو: ۹۲/۱۴ بیجیے ۹۱/۲ دل ۳۴ بہ : یہ ۲۹ نے ۲۶ ہی پہ سنگ رہے ۲۲ دہر میں ۹ سے دل
۹۴/۲۱ گریں ۲۹ سبز ہے جا نہ ۹۳/۲۵ کسی ۲۸ ہو لو ۲۳ کی ۱۳ رل ۸ چلے ۹۲/۱۴ تری ۱۰ ماروں
کی ۲۴ کیا ۲۵ کرے ورنہ ۲۱ زندہ ۲۰ کوئی ۱۷ میں : ہیں ۱۱ - دکھلاتا ۹۵/۹ مینا گریۂ
بلا بلا ۱۰۱/۱۸ فلک ۱۳ طے لبِ ۲۶ بھی اب ہوا نہ ایسا - ۲۴ ۱۰۰ پر نگاہ ۱۴ مارتا ۹۹/۱۳
چاہوں ۱۰۴/۲۱ چاک صد ۱۳ دیے ۱۲ خواب ۱۲ گئے پچھتا ۱۰۳/۱ خمار ۲۸ ۱۰۲ شعلہ ۲۱
کو ۹ دیدہ ۳ ۱۱۰ یہ ۱۰۹/۲۹ یار حائلِ ۱۴ ۱۰۸ آبلہ ۲۶ کی رہنے بھی ۱۴ ۱۰۶ بادشاہی ۲۲
لب ۹ ۱۱۳ میں : کے ۳۴ ٹھہرے ۳۰ کلیجا ۲۰ دے : وہ ۱۸ ۱۱۲ پر ۲۱ سنکار ۸ ۱۱۱
یہ ۱۱۷/۹ پریشاں ۱۱۶/۱۳ راہ ۳۰ یہ ۲۹ ۱۱۵ کہاں ۱۱۴/۶ جدا ۲۰ ہنستے ۱۴ نکالی ۱۳ ہیں
ساں : ۱۲۲/۱۵ سا تناں ۱۲۱/۵ بجز ۱۲۰/۱۴ ہی سوتا ۳۰ پرے : مرے ۱۱۹/۲۵ بال ۱۱۸/۲۲ رکھیو ۱۹
لگا - ۲۸ ہزار ۲ ۱۲۶ ہوئے باندھے ۶ ۱۲۵ سرو ۲۷ کی کوچے ترے کر ۱۲۴/۲۲ غزل ۱۲۳/۱۹

۱۲۸ ۱۹ تجھ سے : کس سے ۲۵ مہرباں : مہر و ماہ ۱۲۹ ۱۴ دل و جگر : جو دل جگر ۸ بھریں
۲۵ نہ گریباں نہ داماں ۱۳۰ ۳ اُس ۱۰ تو ۱۳۱/۱۵ نالہ ۲۲ ارادہ ۱۳۲ ۳ کو ز
۱۷ کی تاب ۲۹ اُس سے بل کھائے پھرتے ۱۳۳/۱ گر : گو ۲۱ پوچھنا ۱۳۴ ۱۳ بہادیا
۲۰ چھٹکارا ۱۳۵ ۲ پہنچے ۵ یا ۲۰ رسوا ہو ۱۳۶/۳۱ کی ۱۳۸/۱۹ اُدھر اپنی ہی صورت ہے
۱۳۹ ۹ جانیں ۱۴۰/۳۱ سمجھائے ۱۴۱/۲۰ آیئے ۴۴ سمجھتے ۱۴۲/۱۷ سائے ۳۰ نراسو و تجیں -
۱۴۴ ۵ تمام ۲۳ ہے - ۳۰ اے گوشہ ۱۴۵/۱۴ دیجیو ۱۴۷ ۲۲ سویرے ۱۴۸/۲ چھوڑ دے
۱۴۹ ۸ خلق ۱۰ قصیدہ ۲۸ بان ۱۵۰ ۱۷ بخیہ ۱۵۲ ۲ ہم کو ۲۷ تہ و ۱۵۳ ۳۰ الٰہی یہ
مہینے ۱۵۷ ۲۳ کہتا ۲۷ ہے : سے ۳۳ فرقت ۱۵۸/۳۴ کعبہ ۱۵۹/۹ اک خو ۱۶۰ ۲۰ نشتی ۱۶۲ ۱۵
در : گھر ۳۴ بخیل ۱۶۴ ۱۳ کہیں اسے ۱۶۵ ۱۵ دیوانہ : مستانہ ۱۶۶ پیچیدگی
۱۶۷/۱۹ کو : کی ۱۶۸/۳۲ تری ۱۶۹ ۸ ترا اے ۱۷۰ ۱۵ اکے : سے ۱۷۶/۱۴ بڑی ۱۶ سیکڑوں
۳۴ اک ۱۷۷/۱۹ آتش ۲۶ مرا ۳۳ حصیر ۱۷۸ ۱۹ حسن و ۱۸۰/۲ دیدہ ۴ برآر ۱۶ بہ ۲۳
دکھا دیے ۱۸۲/۳۱ پاسکتا ہے ۱۸۳ ۱۵ آئی ۲۰ شامت ۲۲ ندامت ۳۴ ۲ جس کے ۱۸۴ ۱۴
تو ۳۳ کوچہ ۱۸۵/۱۲ لگائیں ۲۰ لڑالیں ۲۷ زکریا ۱۸۶ ۵ ہوئے ۳۳ کاسہ ۱۸۸ ۵
ملی ۱۸۹ ۵ نہ ہوئے ۶ میری ۱۹۰ ۱۲ مجھے ، ۱۹۱/۲۷ کی ۳۳ اپنی ۱۹۲/۱۵ و دمری ۱۹۳ ۲ حائل
۲۵ رستخیز ۱۹۴ ۱۳ جانیں ۱۵ کی ۱۹۵ ۲۰ اسلام ۲۸ - اس ۱۹۶/۲ سائے ۵ ارہنے
۱۹۷/۳ زرا - ۱۵ حسرت ۱۸ فنا میں ۱۹۸ ۱۳ اجب کیا کیشِ کفر ۱۹۹ ۲۹ خلائق ۳۳ اُدھر
۲۰۰ ۲ کے : کر ۲۰۱ ۱۴ کیجیے ۲۰۲ ۱۴ بدلے مت تیور ۲۰۳ ۱۴ امتیاز : اعتبار ۲۰۴ ۲۳

اب : اے ۲۰۵ ۸ وہی ۲۷ تری ۲۰۶ ۱۴ اے یار : ہیہات ۱۸ اُس : اُن ۲۲ زہ گیر
۲۰۷ ۳۳ آتی ہے ۲۱۱ ۲۶ کی : کے ۲۱۲ ۳۳ مری ۲۱۴ ۲۲ - اور : کوئی ۲۹ ہے ۲۱۶ ۱۶
وہیں ۱۸ نالہ ۲۱۷ ۲۲ ہنسے ۲۱۸ ۱۳ جس : جن ۳۴ ہیں ۲۲۰ ۲۸ یاں ۲۲۲/۱ اپنی ۲۲۳/۲۹
جہاں ۲۲۲ ۳ اوس : وِس ۱۳ یا ۲۲۹ ۱۶ دست ۲۳۲ ۱۶ عبرت ۲۳۹ ۲۷ پاؤں را
۲۴۰ قطعہ ۲۴۲ قصیدہ اوّل ۲۴۳ ۱۳ ہی پھرے ۳۲ حلم ۲۴۴ ۲۳ گزرے ۲۴۵ ۱
۲۸ کیجیے ۲۴۶ ۱۲ وہ ۱۸ بیتال ۱۳ پرترے ۲۴۸ ۱۰ اندھرک ۱۸ انے لے
۲۴ سمجھیں ۱۳ جگر ۲۴ بسترہ کاہ ہی ۲۴۹ ۱۵ میں حیراں ۲۵ مشک محلل ۲۶ کے تھے
۳۶ اُس بن نہیں ۲۵۰ ۲۴ بجائے خوردک ۲۵۱ ۲ کنجلک ۲۴ دیکھیے ۵ طلسم
گردوں ۸ سدا رقص ۱۹ ہے وہ ۲۴ کانپیں ۲۵۲ ۱۱ وہ ۲۵۵ افراد ۱۶ نہ رہے
۲۵۶ ۹ نے ۱۵ جب ۱۹ سرسبز در رو سپید ۲۰ یہ رنگ

ایک قسم کے اغلاط یک جا کر دیے گئے ہیں

مختفی ہ اور ے پر غلط ہمزہ : ۷/۱۸ ، ۹/۱۶ غنچہ ۱۴/۱۳ دیدہ ۲۱/۸ ، ۲۴/۳۰ ، ۳۰/۱۳ ، ۳۵/۱۳ ، ۳۹/۲۱ جو ۵۳/۲۶ لیے
۵۴/۱۴ ، ۵۵/۶ ۱۱ کوئی ۶۵/۱۵ ، ۶۲/۸ ، ۶۶/۰ بیجیے ۲۱ ، ۷۶/۶ ، ۸۲/۱۹ ، ۸۸/۳۴ ، ۹۱/۹ ، ۹۸/۳۲ نالہ ۱۰۸/۱۷ ، ۱۱۸/۳۰ ، ۱۲۱/۲۴ ۲۶
۱۲۴/۱ پای ۱۲۵/۱۸ ۲۰ ، ۱۴۴/۶ ، ۱۴۸/۳۴ ، ۱۵۲/۱۶ ، ۱۶۳/۱ ۵ ، ۲۵ ، ۲۶ ، ۱۹۳/۲۴ چاہیے ۱۹۵ کیجیے ۵ جگہ ۲۱۰/۲۳
۲۰۰/۱۷ جھاڑی ۲۱۶/۱ ، ۲۱۷/۱۴ ۱۶ ، ۲۲۳/۵ ، ۲۴۸/۱۸ **ے پر ہمزہ چاہیے :** ۳۹/۲۲ آؤ ۴۸/۲۱ ، ۵۲/۱۸ ، ۸۱/۱۶ ، ۹۴/۲۰
۹۳/۱۷ آؤ ۹۳/۲۸ ، ۹۶/۲ ، ہوؤ ۹۷/۳ ، ۱۸۴/۵ ، ۱۸۹/۱ ستاؤ ، ۱۹۵/۸ ، ۱۵۶/۱۸ دو چاہیے ۱۷/۲۱ ، ۱۹/۱ ، ۲۷ ، ۹۵/۲۷
۳۲/۱۷ ، ۴۵/۲۰ ، ۴۹/۷ ، ۵۷/۱۵ ، ۵۸/۲۳ ، ۶۶/۳۲ ، ۶۷/۱۴ ، ۷۱/۳۳ ، ۷۲/۵ ، ۷۷/۹ ، ۷۸/۳۴ ، ۹۲/۱۸ ، ۹۴/۲۳ ، ۹۵/۳۲ ، ۹۹/۲۲ ، ۱۰۱/۲ ، ۱۰۳/۹ ، ۱۰۶/۲۰

۱۳۰/۲۹ ۱۸۵/۳۴ ۱۸۹/۱۳ ۱۹۵/۱۳ ۱۹۸/۱۱ ۲۰۱/۷ ۲۰۳/۴ ۲۰۸/۲۱ ۲۱۷/۸ ۲۱۹/۱۱ ۲۲۰/۳۰ اور دو جگہ ۲۴۳/۳۰ ق بین المصرعین
چاہیے: ۵/۹و۱۰ ، ۵۳/۲۱و۲۲ ، ۶۴/۹و۱۰ ، ۱۰۲/۵و۶ **ن پر نقطہ غلط**: ۶۶/۱۱ ۱۲ ۶۳/۲۴ ۶۷/۲۴ ۱۳۵/۳۳ ۴۳ ۳۴ ۱۹۲/۱
۲۴۸/۲۲ ۲۴۹/۲۲ ۲۵۴/۱۰ ہائے مخلوط چاہیے: ۱۱/۳۰ ۱۲/۳۰ ۲۵/۱۳ ۳۲/۲۶ ۳۸/۱۶ ۴۱/۱۳ ۸۲/۵ ۹۴/۳۳ ۹۷/۳ ۱۱۸/۵
۳۲ ۱۹۷/۲۹ ۲۱۹/۲۲ ۲۴۸/۳۵ ۲۴۹/۳۶ ۲۵۴/۲۰ ۲۵۶/۲۰ معنی یا معنیٰ کی جگہ **معنے**: ۲۲/۷ ۴۶/۱۶ ۲۱۹/۱۳
لفظوں کو غلط ملایا ہے: ۲۷/۳ ۴۱/۱۶ ۴۲/۲ ۱۷ ، ۱۹ ۱۴۲/۲۵ ۱۹۸/۵ **دوچشمی ہ غلط** ۲۳/۲۵
۹۹/۱۵ پھینکنا چاہیے: ۲۵/۷ ۱۴۳/۲۱ ۲۰۵/۵ ۲۰۶/۲۲ الٰہی چاہیے: ۱/۴۳ وغیرہ ـو کی جگہ د ۱۸/۱۴ ، ۲۲/۲۷
۵۴/۲۲ ۹۷/۷ ۱۸۸/۳۴ ۱۹۰/۳۱ وغیرہ۔

مزید اغلاط: ۱۹/۱۱ حیرت ۲۴/۹ غم زدہ ۲۷/۱۶ چشم ترکس ۳۱/۱۶ گئی ۳۳/۱۳ کی: کی ۳۸/۱۳ آپ ۳۹/۴ تیری
۴۴/۱۵ دیں ۴۴/۲ آبلوں ۴۴/۲۵ ہر کلی ۴۹/۱۳ ترے ۴۹/۲۹ مہر: مہ ۵۵/۲۳ پہنچا ۵۶/۳۲ جائے ۵۹/۹ ہے: ہر
۶۶/۱۰ آستاں ۸۷/۱۳ ہوئی ۸۲/۲۵ دوروی ۸۳/۶ کیجیے ۸۸/۳ سی ۹۶/۳ خواہ ۹۸/۱۹ اس بت ۹۹/۴ وہ نہیں ۱۰۲/۷ مرا
۱۰۸/۱۳ کوئی ۱۱۰/۱ پوچھی ۱۱۰/۴ ایک ۱۱۱/۲ دیتی ۱۱۲/۱۹ ترے ۱۱۴/۵ شدگاں ۱۱۴/۱۳ زنگ ۱۱۹/۲۵ ڈر کر ۱۲۰/۹ دیوانے
۱۲۰/۳۴ آنکھوں ۱۲۱/۲۳ سے ۱۲۸/۲۴ ہوا ہے آہ ۱۳۰/۶ وو: وہ ۱۳۰/۳۳ پروازِ دل ۱۳۹/۱۲ ن ۱۴۰/۱۶ کیا: لیا ۱۴۱/۱۶ اب ۱۴۳/۶ بو دو
۱۴۸/۲۶ پنس: الس ۱۵۳/۲۱ اتنے ۱۵۷/۲۵ آہنیں ۱۵۷/۲ ہے: سے ۱۵۸/۳۴ سے ۱۶۲/۱۵ گاہ ۱۶۵/۱۰ وہی ۱۶۵/۱۱ اک ۱۶۷/۱۱ ہم جب سے
۱۷۱/۲۹ جان ۱۷۲/۲۱ اِن ۱۷۹/۱ بکھا ۱۸۰/۳۴ پھر ۱۸۵/۲۲ سے ۱۸۹/۱۳ اکیں ۱۹۳/۷ دیکھتی ۱۹۹/۳۲ بالفرض ۲۰۲/۳۳ بیٹھیں ۲۰۹/۳۳ چھلکے
۲۱۱/۲۶ کے جبے ۲۱۸/۳۰ کرنے ۲۲۷/۲ نیست ۲۳۴/۱۳ لگائیں ۲۳۵/۲۶ بولیں ۲۴۵/۲ زباں ۲۴۷/۱۶ خر و دجال ہوں دو ٹکڑے نہیں
پھر انشکال ۲۴۷/۱۸ دو ۲۴۷/۳۳ اسے ۲۴۸/۳۵ نظر، کمر ۲۴۹/۱۹ کی ۲۵۰/۸ مہ ۲۵۱/۹ کے ۲۵۱/۱۳ کے ۲۵۱/۱۰ آتش
۲۵۱/۳۴ مشعل ۲۵۴/۶ اپنی ۲۵۴/۲۲ رہی ۲۵۶/۱۷ اگر

اشارات و مخفّفات

+ قابلِ ترجیح

× غلط ہے

اصلاح : شوق نیموی کی اصلاح

اضافہ: کاتب ن نے سہواً جو الفاظ چھوڑ دیے ہیں اُن کی جگہ مرتّب کی طرف سے اضافہ

ث : تانیث یا مؤنّث

حاشیہ: مصرع کے متعلق حواشی دیکھے جائیں

حسن : تذکرۂ میر حسن یا خود میر حسن

خ : گلزارِ ابراہیم

خہ : ایضاً قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں اختلاف کی صورت میں یہ فرق ملحوظ رکھا گیا ہے اگر کوئی شعر مطبوعہ میں نہیں جب بھی خ ہی استعمال ہوا ہے

خ پٹنہ: نسخہ گلزارِ ابراہیم پٹنہ یونی ورسٹی

خ مشرقیہ: نسخہ ایضاً کتب خانہ مشرقیہ بانکی پور

ذ : تذکیر یا مذکر

ش : تذکرۂ شورش

شیفتہ: گلشنِ بے خار مصنّفہ شیفتہ

ط : نسخۂ مطبوعہ دیوانِ جوشش

ع : تذکرۂ عشقی عظیم آبادی

ف : مسرّت افزا

ق : قطعہ

قت: تذکرۂ قدرت وشوق

ک: متروک مرتّب کا متروک سمجھنا ضروری نہیں۔

م : گلشنِ سخن مصنّفہ مبتلا

ن : نسخۂ قلمی دیوانِ جوشش

و : واحد

ہ: اہلِ اُردو یا فارسی دانانِ ہند کا تصرّف لفظی و معنوی

خ ، خہ ، ش ، ع ، ف ، م ، ن کے مرکبات بھی استعمال کیے گئے ہیں ، جیسے شعم ، خمع وغیرہ

(خانصاحب عبداللطیف نے لطیفی پریس لمیٹیڈ دہلی میں طبع کیا)